روحِ تصوّف

ملفوظات و فوائد

حضرت سیّد بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے عظیم روحانی پیشوا حضرت سیّد محمد حسینی المعروف بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے حقائق و معارف اور رموزِ روحانیت سے معمور ملفوظات اور آپ کے مکتوبات سے ماخوذ فوائد کا گرانقدر مجموعہ

مترجم و مدون ملفوظات

شبیر حسن چشتی نظامی

مرتب فوائد:

محمد معشوق حسین خان سلطانی

زاویہ پبلشرز

۶۔ مرکز الاویس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ۔ لاہور

فون: ۷۳۲۴۹۴۸ — موبائل: ۰۳۰۰-۹۴۶۷۰۴۷

زیرِ اہتمام
نجابت علی تارڑ

اشتراک و تعاون
شیخ الحدیث علامہ خالد محمود
اِدارہ معارف القرآن کراچی

نوٹ: اس کتاب کے جملہ محاصل اِدارہ معارف القرآن کراچی کے لیے وقف ہیں

سالِ اشاعت ـــ ۲۰۰۳ • تعداد ـــ ۱۰۰۰ • ہدیہ ـــ ۱۰۰/-

ملنے کے پتے

- زاویہ پبلشرز۔ ۹، مرکز الاویس۔ دربار مارکیٹ۔ لاہور ۹۴۶۷۰۴۷-۰۳۰۰
- مکتبہ جمالِ کرم۔ ۹ مرکز الاویس۔ دربار مارکیٹ۔ لاہور ۷۳۲۴۹۴۸-۰۴۲
- ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور ۷۲۲۱۹۵۳-۰۴۲
- ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ انفال سنٹر، اُردو بازار۔ کراچی ۲۲۱۰۲۱۲-۰۲۱
- احمد بک کارپوریشن۔ کمیٹی چوک۔ راولپنڈی ۵۵۸۳۲۰-۰۵۱
- مکتبہ المجاہد۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ۔ بھیرہ شریف ۹۱۰۷۶۳-۰۴۵۲۱
- مکتبہ اردو ادب۔ ۲۷۔ الیف۔ گلشن راوی۔ لاہور ۷۴۶۰۲۶۰-۰۴۲

فہرست مضامین

پیش لفظ 9

حضرت خواجہ گیسودراز 11

رحمتہ اللہ علیہ 11

ملفوظات 25

وضواور طہارت کا بیان 82

فرض اور نمازوں کے متعلق 83

دیگر ہدایات

نماز باجماعت 85

قبولیت دعا کے اوقات 85

مکروہ اوقات میں کیا کرنا 86

چاہئے

تہجد یا قیام شب 87

آداب خواب 88

(قیلولہ) دوپہر کی نیند 90

خواب اور اسکی تعبیر 91

روزہ اور اس کا بیان 91

طے کا روزہ 92

کم کھانے کی عادت ڈالنے کا طریقہ 93

اعتکاف 93

نکاح کرنا بہتر ہے یا نوافل پڑھنا 94

کھانے پینے کے آداب 96

مرید ہونے کی شرطیں 98

مریدوں کی قسمیں 99

مریدوں کیلئے ہدایات 100

شیخ کی خدمت میں حاضری کے آداب 102

خدمت شیخ 107

پیرومرشد کے انتقال کے بعد 110

شریعت وطریقت اور حقیقت 111

عنوان	صفحہ
سالک کے لئے مفید اور ضروری ہدایات	111
توکل اور مجاہدہ کا بیان	117
خلوت اور مراقبہ کے متعلق ضروری ہدایات	121
تصور شیخ	122
ذوق اور کیفیت کے وقت کیا کرنا چاہئے	129
صوفیوں کا درجہ معلوم کرنے کا طریقہ	129
اشارات رقص	130
آداب سماع	132
سماع سننے کے طریقے	133
سماع دردمند دلوں کی دوا ہے	133
سماع کے متعلق حضرت خواجہ جنید بغدادی کا فتوی	133
خواجگان چشت اور سماع	134
پیری مریدی کا بیان	136
پیر کیسا ہونا چاہئے	137

عنوان	صفحہ
فوائد	145
ذکر و اذکار کا بیان	148
طریقہ ذکر اسم ذات	148
اذکار نفی و اثبات	150
ذکر اثبات	152
اذکار اسم ذات	152
اذکار متفرقات	153
اذکار خفیہ	154
تصورات کا بیان	154
اشغال و تفکرات صوفیا	155
افادات حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ	156
ذکر فنا و بقا	157
فوائد حضرت بندہ نواز	164
حسن خاتمہ کے بیان میں	165
غم عاقبت و دیدار الٰہی کے بیان مین	169
انوار غیبی طلب و محبت الٰہی کے بیان مین	172
غفلت سے بچنے کے بیان میں	177

عقل وعشق واتباع شریعت وسنت نبوی ﷺ کے بیان میں 178
ذکر ومعائنہ ومشاہدہ کے بیان میں 183
چندروزہ زندگی کوغنیمت سمجھنےاور بیعت غائبانہ کے بیان میں 185
یادمحبوب اوروقت کی معموری کے بیان میں 188
مجاہدہ وریاضت وتعمیل حکم پیر کے بیان میں 191
عشق ووصل وذکر وقرب کے بیان میں 192
معرفت الٰہی کے بیان میں 195
محبت الٰہی وحضوری دل ورضا بقضاء کے بیان میں 197
فراغت دل سے یادالٰہی کرنے کے بیان میں 199
محبت الٰہی کے بیان میں 200
ضرورت صحبت وارشاد پیر ومحبت الٰہی کے بیان میں 202
ترک ماسوائے اللہ اور حصول قرب الٰہی کے بیان میں 204
محبت الٰہی کے بیان میں 205
معرفت ومحبت خدائے عزوجل اور دنیا کی قدر 208
ترک سوائے نفس میں 211
سلوک وتوجہ پیر وتخلیہ وتجلیہ کے بیان میں 213
صراط مستقیم پر چلنےاور فراغ دل سے یادالٰہی کرنے کے بیان میں 216
عمل کرنے اور مشغول بخدا رہنے کے بیان میں 218
مواہب الٰہی اور مشغولی اوقات کے بیان میں 220

محبت پیر، وعشق ومحبت کے بیان میں	222
در بیان سلوک وخدمت سلطان ومتعلقان	224
قضائے الٰہی ورضا بقضا کے بیان میں	225
تحریص بر محبت الٰہی ومشاغل مردان وزنان	226
محبت الٰہی وقدر وقت واشغال بہ اوراد کے بیان میں	228
اتباع سنت نبوی وپیروی پیر وطلب درد کے بیان میں	230
محبت الٰہی واتباع نبوی ﷺ کے بیان میں	233
تزکیہ ومخالفت نفس وتوجہ تام کے بیان میں	236
نبوت وولایت کے بیان میں	237

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عہد رسالت اور عہد صحابہ میں ہر مسلمان اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ اور جیتی جاگتی تصویر تھی۔ اس زمانے میں نہ دارالعلوم تھے نہ خانقاہیں نہ کتب خانے۔ جس مسلمان کو جتنا علم تھا وہ اتنا ہی اس پر عامل تھا۔ اس زمانے میں نہ شریعت و طریقت کا سوال تھا نہ مولوی اور صوفی کا زمانہ نبوت سے جوں جوں بعد ہوتا گیا اور اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہونے لگا۔ متذکرہ بالا خصوصیت میں کمی ہونے لگی۔ وسعت فتوحات اور افراط مال و زر نے مسلمانوں کی توجہ جہاد بالنفس سے ہٹا کر جہاد بالکفار پر مرکوز کردی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ لوگ علم ظاہر کے پیچھے پڑ کر اُسی کے ہو رہے اور کچھ لوگ باطن کی طرف متوجہ ہو کر ظاہر سے کنارہ کشی اختیار کر گئے۔

اس تفریق سے علمائے ظاہر و باطن کے دو گروپ مسلمانوں میں پیدا ہو گئے۔ علمائے ظاہر کی رسائی چونکہ صرف ظاہر اور صورت تک محدود تھی۔ اس لئے وہ اپنے محدود دائرہ میں رہتے ہوئے اپنا وقار برقرار رکھنے کے لئے علمائے باطن یعنی صوفیائے کرام کے پیچھے پڑ گئے۔ وہ نجات کو اعمال ظاہر پر منحصر سمجھنے لگے۔ یہیں سے مولوی اور صوفی کی جنگ کا آغاز ہوا۔ علمائے ظاہر کی درحقیقت یہ ایک بہت بڑی غلطی تھی جس پر وہ آج تک قائم ہیں۔ یہ اختلاف نہ ختم ہونا تھا نہ ہوا۔ پھر تو اس کشمکش نے وہ نازک صورت اختیار کی کہ علمائے ظاہر نے صوفیا کی تکفیر تک کی۔ شریعت اور طریقت کی تفریق بعض لوگوں نے کچھ ایسے ڈرامائی انداز میں کی کہ ملا اور صوفی کے درمیان اختلافات کی ایک وسیع خلیج حائل ہو گئی۔

علمائے ظاہر کا یہ تعصب سراسر وجاہت پسندی اور اطاعت نفس کا نتیجہ تھا۔ ضرورت تھی کہ اسلامی تعلیم کے تقاضے پیش نظر رکھ کر اپنی غلط روش کو ترک کر دیتے۔ مگر وہ ایسا کب کرنے والے تھے۔

علمائے ظاہر کی غلط روی کا اندازہ اس مثال سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ لَا صَلوٰۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ. (حضور قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی) نمازی کی صحت اور تکمیل کے لئے حضور قلب شرط ہے۔ فقہ کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ کہیں بھی یہ مسئلہ مذکور نہیں کہ نماز کے لئے حضور قلب کی ضرورت ہے یا نہیں اس کے برخلاف نماز کے لئے وضو اور طہارت کی شرط اور اس کے بیان پر دفتر کے دفتر سیاہ نظر آئیں گے۔

حدیث متذکرہ بحث میں جو الفاظ مذکور ہیں وہی الفاظ اس حدیث کے بھی ہیں جو نماز کے لئے پاکی اور طہارت سے متعلق علمائے ظاہر کے نزدیک دلیل اور سند ہے۔ لَا تُقْبَلُ صَلوٰۃٌ اِلَّا بِطُهُوْرٍ. صوفیائے کرام دونوں حدیثوں پر عامل ہیں۔ ان کے نزدیک نماز کی صحت کے لئے ظاہری شرط طہارت اور باطنی شرط حضور قلب ہے۔ اطاعت رسولؐ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کے ہر قول پر عمل کیا جائے صرف اسی مثال سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صحیح معنی میں عمل بالحدیث اگر ہے تو تصوف میں ہے۔

بہر حال جس طرح فقہ ایک علم مدون ہے۔ اس کے قوانین وضوابط ہیں اسی طرح تصوف کے بھی قواعد وضوابط ہیں۔ جس طرح پکا مولوی بننے کے لئے فقہ کے اصول وقواعد پر عبور ضروری ہے اسی طرح صحیح معنی میں صوفی بننے کے لئے تصوف کا علم بھی ضروری ہے۔

علم تصوف کے قانون اور قاعدوں پر اگرچہ عربی، فارسی میں بڑی بڑی ضخیم کتابیں موجود ہیں۔ مگر چونکہ عوام ان سے استفادہ کرنے سے معذور ہیں اس لئے ضرورت تھی کہ اردو زبان میں اس موضوع پر مستند کتاب شائع کی جائے۔ دوران مطالعہ میں کتب خانہ دار العلوم دیو بند میں اسی موضوع پر ایک قلمی مسودہ نظر سے گزرا جو ہمارے موضوع کے لئے ایک بہترین مواد تھا۔ یہ مسودہ حضرت بندہ نواز خواجہ سید محمد حسینی گیسودراز کے ارشادات عالیہ کا مجموعہ تھا۔ کتاب زیر نظر اسی مسودہ کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب جہاں قانون تصوف اور ہدایات کا مرقع ہے وہاں سلسلہ عالیہ چشتیہ کی تعلیمات کا بیش بہا خزینہ بھی ہے۔

وما توفیقی اِلَّا بِاللهِ الْقَوِی

حضرت خواجہ گیسو درازؒ

نام ونسب : سلطان العرفاء الاولیا سیّد السادات حضرت مخدوم سید محمد حسینی گیسو درازؒ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد امجاد سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب بائیس واسطوں سے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

آپ کا اسم گرامی محمد۔ کنیت ابوالفتح۔ لقب صدر الدین۔ ولی الاکبر الصادق تھا۔ دکن میں آپ عام طور پر خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ اس زمانہ میں سادات کی یہ نشانی تھی کہ وہ سر کے بالوں کو بڑھایا کرتے۔ آپ کی کاکلیں چونکہ خوب دراز تھیں اس لئے گیسو دراز کے نام سے مشہور ہو گئے اور یہ لفظ آپ کے نام کا جزو بن گیا۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ آپ کے گیسوئے مبارے زانوں تک دراز تھے۔ ایک روز آپ اپنے شیخ کی پالکی کندھے پر لیے جا رہے تھے چلتے چلتے آپ کے گیسوئے مبارک پالکی کے پایہ میں پھنس گئے۔ فرط ادب ادب سے شیخ کی سواری کو روکنا گوارہ نہ کیا۔ اس واقعہ کی اطلاع حضرت شیخ کو ہوئی تو از راہ شفقت ارشاد فرمایا۔

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

آپ کے والد ماجد سید یوسف حسینی عرف سید راجہ تھے۔ چونکہ آپ نے اپنے نفس کے ساتھ پورا پورا جہاد کیا تھا اس لئے آپ کا نام راجو قتال دکن میں مشہور ہے۔ حضرت سید یوسف صاحب سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ سے بیعت تھے۔ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے فیوض سے مالا مال تھے۔

پیدائش اور روانگی دولت آباد: حضرت خواجہ صاحبؒ ۴ رجب ۷۲۱ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابھی آپ ۷ سال کے تھے کہ سلطان محمد تغلق نے بجائے دہلی کے دیوگری کو اپنا دارالخلافہ بنانا چاہا اور تمام باشندگان دہلی کو حکم دیا کہ وہ دیوگری (دولت آباد) منتقل ہو جائیں۔ حضرت خواجہ صاحب کے والد ماجد حضرت سید یوسف حسینی قدس سرہ معہ اہل اعیال کے ۲۰ رمضان ۷۲۸ھ کو دہلی سے روانہ ہو کر ۷ محرم ۷۲۹ھ کو دولت آباد پہنچے اور قلعہ دولت آباد کے شمال جانب بالائے کوہ اس مقام پر جو روضہ خلد آباد کے نام سے مشہور ہے سکونت پذیر ہو گئے جہاں ۲ سال بعد ۵ شوال ۷۳۱ھ کو آپ کا انتقال ہو گیا اور اپنے مکان مسکونہ میں دفن ہوئے۔ والد ماجد کے انتقال کے وقت حضرت خواجہؒ کی عمر دس سال تین مہینے اور ایک روز تھی۔

تعلیم وتربیت: روضہ خلد آباد میں قیام کے زمانہ تک حضرت خواجہ صاحب اپنے والد ماجد۔ نانا اور دیگر اساتذہ کے زیر تعلیم وتربیت رہے۔ قرآن شریف حفظ کیا۔ علوم متداولہ کی کتابیں پڑھیں حضرت خواجہ صاحب کے والد ماجد اور نانا حضرت سلطان المشائخؒ سے بیعت تھے ان دونوں بزرگوں کی زبانی سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کے فضائل وکمالات سن کر حضرت چراغ دہلیؒ کی ذات اقدس کے ساتھ غائبانہ عشق پیدا ہو گیا۔ کمسنی اور دہلی کا بعد مسافت مانع تھا۔ اتفاقاً انہی ایام میں حضرت خواجہؒ صاحب کی والدہ ماجدہ کو اپنے بھائی ملک الامرا سید ابراہیم مستوفی گورنر صوبہ دولت آباد سے کسی بات پر رنجش پیدا ہو گئی۔ اس بات سے وہ اس قدر دل برداشتہ ہوئیں کہ اپنے دونوں بیٹوں (حضرت خواجہ صاحب اور ان کے بڑے بھائی سید) کو ہمراہ لے کر دہلی روانہ ہو گئیں۔ ۴ رجب ۷۳۶ھ کو دہلی پہنچیں۔ اس وقت حضرت خواجہ کی عمر پندرہ سال تھی۔

بعض تذکروں میں لکھا ہے۔ قدرت نے چونکہ آپ کو خلق اللہ کی ہدایت کے لئے منتخب کیا تھا۔ بچپن ہی سے اس کے آثار نمایاں تھے۔ ۷۔۸ سال کی عمر میں یہ حال تھا کہ آپ وضو کا اہتمام فرمانے لگے۔ بہت ادب اور قاعدہ کے ساتھ لڑکوں میں بیٹھا کرتے تھے۔ ایسا بھی ہوتا تھا۔ کہ مشائخ کے طریقہ کے مطابق لڑکوں کو تبرک عطا فرما کر تعلیم فرمایا کرتے تھے۔

حضرت چراغ دہلیؒ کے قدموں میں: دہلی پہنچ کر جمعہ کے دن سلطان قطب الدین ایبک کی جامع مسجد میں نماز پڑھنے گئے۔ حضرت چراغ دہلیؒ بھی تشریف لائے۔ حضرت خواجہ صاحب

حضرت چراغ دہلیؒ کو دیکھتے ہی وارفتہ ہو گئے اور اپنے بھائی سید حسین کو ہمراہ لے کر ۱۶ رجب ۷۳۶ھ کو حاضر خدمت ہو کر حلقہء ارادت میں شامل ہو گئے۔

تعلیم ظاہری و باطنی: حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کے حلقہء ارادت میں شامل ہونے کے بعد ریاضت و مجاہدات میں مشغول ہو گئے مگر اس کے ساتھ ساتھ علوم ظاہری کی تعلیم بھی جاری رکھی۔ مولانا شرف الدین کیتھلی۔ مولانا تاج الدین بہادر۔ قاضی عبد المقتدر اور دیگر اساتذہ سے علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ انیس سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تکمیل سے فراغت پا کر پورا وقت ریاضت، مجاہدہ اور اشغال باطنی میں صرف کرنے لگے اور جب تک حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ رونق افروز عالم ظاہر رہے حضرت خواجہ صاحب پیرو دستگیر کی خدمت اقدس میں حاضر رہ کر فیوض و تربیت سے مستفید ہوتے رہے۔

پیرو دستگیر کی شفقت و محبت: حضرت خواجہؒ کے ملفوظات جوامع الکلام میں مذکور ہے۔ کہ شیخ الاسلام حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ نے مجھ عاجز کے حال پر کمال شفقت فرمائی۔ حضرت شیخ نے مجھ سے ریاضتیں اس طرح بتدریج کرائیں کہ طبیعت پر ذرہ برابر ناگواری محسوس نہ ہوتی تھی۔ ایک روز حضرت شیخ نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ تم صبح کی نماز کے لئے جو وضو کرتے ہو وہ بعد طلوع آفتاب باقی رہتا ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں باقی رہتا ہے فرمایا اچھا ہوا گر اسی وضو سے دوگانہ اشراق پڑھ لیا کرو۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ پھر فرمایا دوگانہ شکر النہار استخاذہ واستعادہ بھی پڑھ لیا کرو۔ چند روز پابندی کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اگر چاشت کی چار رکعت بھی ملا یا کرو تو چاشت کی نماز بھی ہو جایا کرے گی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ چاشت کی نماز کسی دوسرے وقت پڑھو۔ اشراق کے بعد ہی چاشت کی نماز پڑھ لیا کرو۔

میں ہمیشہ رجب میں روزے رکھا کرتا تھا۔ حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم رجب میں روزے رکھا کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا۔ شعبان میں بھی؟ میں نے عرض کیا شعبان میں نو روزے رکھا کرتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ اگر تم اکیس روزے اور رکھ لیا کرو تو تمہارے پورے تین مہینے کے روزے ہو جایا کریں گے۔

میں رمضان کے بعد شوال کے روزے بھی رکھا کرتا تھا۔ انہی ایام میں قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا تو حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے خواجگان صوم داؤدی نہیں رکھا کرتے

تھے۔ صوم دوام رکھا کرتے تھے۔ تم بھی صوم دوام رکھا کرو۔

خلافت و جانشینی: ۱۵ رمضان ۷۵۷ھ شب سہ شنبہ کو شیخ الاسلام حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ بیماری میں مبتلا ہوئے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ سے عرض کیا گیا کہ مشائخ اپنے وصال کے وقت اپنے خلفا میں سے ایک کو ممتاز قرار دے کر اپنا جانشیں مقرر فرماتے۔ اگر اس طریقہ پر عمل کیا جائے تو خواجگان کے طریقہ سے بعید نہ ہوگا۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا اچھا مستحق لوگوں کے نام لکھ کر لاؤ۔ مولانا زین الدینؒ نے باہمی مشورہ کے بعد ایک فہرست پیش کی جس میں حضرت خواجہ گیسو درازؒ کا نام شامل نہ تھا۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا۔ تم کن لوگوں کے نام لکھ لائے۔ ان سب سے کہہ دو خلافت کا بھار سنبھالنا ہر شخص کا کام نہیں۔ اپنے اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر کریں۔ مولانا زین الدینؒ نے اس فہرست کو مختصر کر کے دوبارہ پیش کیا۔ اس فہرست میں بھی خواجہ گیسو درازؒ کا نام نہ تھا۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ سید محمد کا نام تم نے نہیں لکھا۔ یہ سن کر تمام حضرات تھر تھر کانپنے لگے۔ حضرت خواجہ گیسو دراز کا نام لکھ کر حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ الاسلام نے حضرت سید محمد صاحب کے اسم گرامی پر صاد کیا۔ ۱۸ رمضان ۷۵۷ھ کو حضرت شیخ الاسلام دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ سوئم کے بعد حضرت خواجہ گیسو درازؒ سجادہ ولایت پر جلوہ فروز ہوئے۔ طالبان حق کی تلقین و ارشاد فرمانے لگے۔ لوگوں کو مرید کرنے لگے۔ اس وقت حضرت گیسو درازؒ کی عمر ۳۶ سال سے کچھ زیادہ تھی۔

شادی: جس وقت حضرت خواجہ گیسو درازؒ کی عمر ۴۰ سال ہوئی تو والدہ محترمہ کے اصرار پر آپ نے سید احمد بن حضرت مولانا سید جمال مغربیؒ کی صاحبزادی سے عقد کیا۔ مولانا جمال الدینؒ نہایت بلند پایہ محدث اور فقیہ تھے اور حضرت خواجہ صاحب کے دو یا سسر تھے۔ حضرت مولانا صاحب حضرت خواجہ سے بیعت ہو گئے تھے۔ حضرت مولانا صاحب بیجاپور کے صاحب سلسلہ بزرگ حضرت میرانجی شمس العشاقؒ کے پیر حضرت کمال الدین واحد الاسرار بیابانی حضرت سید جمال الدین مغربیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔

دہلی سے ہجرت: حضرت خواجہ گیسو درازؒ ۸۰۰ھ تک دہلی میں سجادہ ارشاد پر متمکن رہ کر خلق اللہ کی ہدایت میں مصروف رہے۔ ۸۰۱ھ میں امیر تیمور نے دریائے اٹک عبور کیا تو حضرت خواجہ صاحب نے لوگوں کو آنے والی آفت سے مطلع کر کے دہلی سے چلے جانے کا مشورہ دیا۔ ۷ ربیع

الثانی ۸۰۱ھ کو آپ اپنے اہل و اعیال اور متعلقین کو ہمراہ لے کر دہلی سے روانہ ہو کر گوالیار پہنچے۔ ۱۸ ربیع الثانی ۸۰۱ھ کو حضرت خواجہ نے اپنے مرید حضرت مولانا علاؤالدین گوالیاریؒ کو اپنے سفر کی اطلاع دی۔ گوالیار کے قریب مولانا علاؤالدین گوالیاریؒ نے تمام علماء اور عمائدین کے ہمراہ آپ کا استقبال کیا اور اپنے مکان میں ٹھہرایا۔ ۲۲ ربیع الثانی سے ۱۷ جمادی الثانی ۸۰۱ھ تک گوالیار میں قیام فرمایا۔ اسی دوران میں آپ نے حضرت مولانا کو خلافت عطا فرمائی۔ گوالیار سے روانہ ہو کر بھاندیر اور ایرچہ ہوتے ہوئے چندیری پہنچے اور یہاں چند روز قیام کر کے شب عید الفطر ۸۰۱ھ کو بڑودہ پہنچے اور شوال کا مہینہ گزار کر ذیقعدہ ۸۰۱ھ میں کھمبایے تشریف لے گئے اور وہاں چند روز قیام کر کے بڑودہ واپس آ کر سلطان پور ہوتے ہوئے دولت آباد کی طرف روانہ ہوئے اور روضہ خلد آباد میں اقامت فرما ہوئے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کا شاہی استقبال: سلطان فیروز شاہ بہمنی فرمانروائے دکن کو جب حضرت کی تشریف آوری کا علم ہوا تو اس نے صوبہ دولت آباد کے گورنر کو لکھا کہ خود حاضر ہو کر حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں نذر پیش کر کے گلبرگہ تشریف لانے کی درخواست کرو۔ حضرت خواجہ صاحب گلبرگہ کے قریب پہنچے تو سلطان فیروز شاہ بہمنی مع خاندان شاہی۔ امرا۔ سادات اور افواج شاہی کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ حضرت خواجہ صاحب بصد تزک و احتشام گلبرگہ پہنچے اور کئی سال قلعہ کے پس پشت خانقاہ میں قیام رہا۔ فیوض و برکات کے دریا جاری رہے۔ جب آپ کی عمر ایک سو چار سال چار ماہ بارہ یوم ہوئی تو بتاریخ ۱۶ ذیقعدہ ۸۲۵ھ بروز دوشنبہ درمیان وقت اشراق و چاشت اس جہان فانی سے سفر دار الآخرت فرمایا۔

سلطان احمد بہمنی کی بے پناہ عقیدت: حضرت خواجہ صاحب کے وصال سے تقریباً ڈیڑھ ماہ بیشتر ۵ شوال ۸۲۵ھ کو سلطان فیروز بہمنی نے اپنے چھوٹے بھائی سلطان احمد کو تخت نشیں کیا اور ۱۵ شوال کو جہان فانی سے کوچ کیا۔

سلطان احمد بہمنی کو حضرت خواجہ صاحب سے بے انتہا عقیدت تھی۔ حضرت خواجہ صاحب کے مزار پر عالیشان گنبد تعمیر کرایا۔ گنبد اور دیواروں کے اندرونی حصوں کو طلائی نقش و نگار سے آراستہ کیا اور دیواروں پر طلائی حرفوں میں قرآن پاک کی آیتیں اور اسماء تحریر کرائے یہ تحریریں اور نقش و نگار آج تک موجود ہیں حضرت خواجہ کے مزار مبارک پر اتنا اونچا گنبد ہے کہ ہندوستان

میں کسی بزرگ کے مزار پر اتنا اونچا گنبد تعمیر نہیں ہوا۔

معمولات مشاغل مبارک: حضرت خواجہ صاحب شریعت کے حد درجہ پابند اور شیدائے سنت رَسُول عَلَیهِ الصَّلٰوۃ وَالسَّلَام تھے۔ حضرت خواجہ صاحب پانچوں وقت کے نماز باجماعت ادا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب اپنے پیر و مرشد حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کی خدمت بابرکت میں ۱۷ سال رہے۔ آپ کا معمول تھا کہ بوقت نصف شب بیدار ہو کر وضو کر کے اپنے پیر و مرشد کو وضو کراتے اور جب حضرت پیر دستگیر حجرہ شریفہ میں داخل ہو کر حق کے ساتھ مشغول ہوتے تو آپ نماز تہجد ادا کر کے حجرہ کے باہر اذکار و اشغال میں مصروف ہو جاتے۔ نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا فرماتے اور جب پیر و دستگیر اوراد، اشغال میں مصروف رہتے۔ طالبان حق کو راہ سلوک کی تعلیم دیتے رہتے اور جب حضرت شیخ کی مجلس منعقد ہوتی تو اس میں شرکت فرماتے۔ بعد نماز چاشت قدرے قیلولہ فرماتے تھے۔ نماز ظہر پڑھ کر اپنے حجرہ میں مشغول وظائف ہو جاتے۔ نماز عصر کے بعد سے مغرب تک تسبیح و تحلیل میں مصروف رہتے۔ مغرب کی نماز کے بعد نوافل و سنن سے فراغت پا کر طالبان حق کو تعلیم دیتے۔ عشاء کی نماز پڑھ کر قدرے طعام نوش جان فرما کر استراحت فرماتے۔ حضرت خواجہ صاحب اپنے پیر و مرشد کو پانچوں وقت وضو کراتے تھے۔ لوٹا اور سلفچی آپ کے پاس موجود رہتی تھی۔

گلبرگہ تشریف لانے کے بعد آپ کا معمول یہ تھا کہ فرض نماز مسجد میں ادا کر کے سنتیں باہر پڑھا کرتے تھے۔ نماز اشراق۔ چاشت۔ اوّابین اور تہجد پابندی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ آخر عمر میں ضعف پیرانہ سالی کی وجہ سے بیٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ مریدوں کو ہدایت تھی کہ اوراد معمولہ کے علاوہ نماز اشراق کی چھ رکعتیں قضا نہ ہونے پائیں۔

اشراق کی نماز پڑھ کر اپنے صاحبزادوں کے ساتھ کھانا تناول فرما کر علم تفسیر و حدیث درس دیا کرتے تھے۔ دوپہر کو قیلولہ فرما کر بعد ظہر تلاوت قرآن معمولات میں سے تھا۔ مغرب نماز بعد اوابین و نوافل سے فراغت پا کر طالبان راہ کو تعلیم فرماتے تھے۔ عشا کی نماز کے بعد مریدین و معتقدین کا اجتماع ہوتا تھا۔ دستر خوان بچھایا جاتا۔ تقریباً چالیس پچاس آدمی شریک طعام ہوتے۔ حضرت کا معمول تھا کہ جس مرید پر زیادہ عنایت ہوتی تھی اپنے سامنے کے کھانے میں سے کچھ تناول فرما کر اس کو عطا فرما دیا کرتے تھے۔ کھانے سے فراغت کے بعد کچھ دیر گف

فرما کر استراحت فرماتے اور بوقت نصف شب بیدار ہو کر نماز تہجد ذکر و شغل و مراقبہ میں مشغول ہو جاتے تھے۔ جوانی کے زمانہ میں آپ نے صوم دوام اور طے کے روزے رکھے۔ آخر عمر میں بوجہ ضعف پیرانہ سالی صرف ایام بیض اور مخصوص ایام کے روزے رکھتے تھے۔ نماز با جماعت کے آخر وقت تک پابند رہے۔ مریدوں کو خصوصی ہدایت تھی کہ نماز با جماعت قضا نہ ہونے پائے۔

طریقہ بیعت وارشاد: حضرت خواجہ صاحب بیعت کرتے وقت اپنا داہنا ہاتھ مرید کے ہاتھ پر رکھ کر ارشاد فرماتے تھے کہ تم نے اس ضعیف اور ضعیف کے خواجہ اور خواجہ کے خواجہ اور تمام مشائخ سلسلہ سے عہد کیا ہے کہ ہمیشہ نگاہ اور زبان کی حفاظت کروں گا اور طریقہ شریعت پر قائم رہوں گا۔ تم نے اسے قبول کیا؟ مرید عرض کرتا ہے ہاں میں نے قبول کیا۔ آپ فرماتے اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ۔ پھر قینچی دست مبارک میں لے کر تکبیر پڑھتے ہوئے تھوڑے بال کان کے قریب داہنی جانب سے اور کچھ دائیں جانب سے کاٹ کر تکبیر پڑھتے اور چار گوشہ ٹوپی سر پر رکھ دیتے اور فرماتے: جاؤ دو رکعت نفل پڑھو۔ نماز پڑھنے کے بعد مرید واپس آتا تو فرماتے نماز پنجگانہ جماعت کے ساتھ ادا کرنا۔ نماز جمعہ اور غسل جمعہ کو سوائے عذر شرعی کے کبھی ترک نہ کرنا۔ اور بعد مغرب کے چھ رکعتیں اوابین کی تین سلام سے پڑھنا۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص ۷ مرتبہ سورہ فلق اور سورہ ناس ایک مرتبہ پڑھنا اور سلام کے بعد سجدہ میں جا کر تین مرتبہ یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ ثبتنی عَلَی الایمَان پڑھنا اور ہر روز عشا کی نماز کے بعد وتر سے پہلے ایک دوگانہ پڑھنا۔ سورہ فاتحہ کے بعد دس دس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنا۔ سلام کے بعد ۷۰ مرتبہ یا وھاب پڑھنا۔ ہر مہینے کی ۱۳، ۱۴، ۱۵، تاریخ کو روزے رکھنا۔ اس کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ کے اور اوراد وظائف۔ نماز چاشت واشرق و تہجد اور ذکر و مراقبہ کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب عورتوں کو پس پردہ اس طرح مرید کرتے تھے کہ ایک بڑا پیالہ پانی سے بھر کر رکھ دیا جاتا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب شہادت کی انگلی کو ذرا سا کپڑا لپیٹ کر صرف ایک پورا پانی میں ڈبو دیتے تھے۔ مرید ہونے والی عورت بھی اپنی شہادت کی انگلی اس پانی میں اسی مقدار میں ڈبو دیتی تھی۔ اس عورت کا ہاتھ اور انگلیاں آستین میں چھپی رہتی تھیں۔ حضرت خواجہ صاحب عورتوں کو زیادہ تر یا وھاب اور استغفر اللہ پڑھنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

سماع: حضرت خواجہ صاحب ابتدائے حال میں مزامیر کے ساتھ سنا کرتے تھے اس کی خبر حضرت

پیرو دستگیر کو ہو گئی تو آپ کو مزامیر کے ساتھ سننے سے منع فرمادیا اس کے بعد آپ نے کبھی مزا
کے ساتھ سماع نہیں سنا۔ حضرت خواجہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ سماع سے مقصود خیالات کو یک
اور دل کو صرف ذات وحدہ کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ اس قسم کا سماع بھی محبوب حقیقی تک پہنچنے کا ایک
طریقہ ہے۔

اولاد امجاد: حضرت کی اہلیہ محترمہ بی بی رضا خاتون صاحبہ حضرت مولانا سید احمد بن مولانا جمال
الدین مغربی کی صاحبزادی تھیں۔ ان محترمہ کی بطن سے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں
تولد ہوئیں،

(۱) سب سے بڑے صاحبزادے حضرت سید محمد یوسف عرف سید محمد اکبر حسینیؒ تھے
اپنے وقت کے فاضل اور متبحر عالم اور حضرت خواجہ صاحب کے خلیفہ تھے۔ آپ حضرت خوا
صاحب کے سامنے ہی ۱۵ ربیع الثانی ۸۱۲ھ کو وصال فرما گئے۔ حضرت خواجہ صاحب کی
ملفوظات (جوامع الکلم) کے جامع آپ ہی ہیں۔

(۲) دوسرے صاحبزادے حضرت سید محمد یوسف عرف سید محمد اصغر حسینی تھے۔ حضرت
خواجہ صاحب کے وصال کے بعد! آپؒ ہی سجادہ نشیں ہوئے۔

حضرت خواجہ صاحب کی سب سے بڑی صاحبزادی کا نام بی بی فاطمہ عرف ستی بی بی
منجھلی صاحبزادی کا نام بتول اور تیسری صاحبزادی کا نام بی بی اما الدین تھا۔

خلفائے کرام: حضرت خواجہ صاحب کے خلفاء بہت تھے۔ چند خلفاء کے اسمائے گرامی درج
ذیل ہیں۔

(۱) حضرت مولانا شیخ علاؤ الدین گوالیاریؒ۔ مزار مبارک کالپی میں ہے۔

(۲) قاضی نور الدین اجودھی۔

(۳) مولانا حسین الدین ٹوہانوی۔

(۴) شیخ صدر الدین خوند میزاریچہ۔

(۵) قاضی علیم الدین۔ مزار مبارک پاک پتن میں ہے۔

(۶) مخدوم زادہ حضرت سید حسین عرف سید اکبر حسینیؒ۔ مزار مبارک حضرت خواجہ
صاحب کے گنبد مبارک کے سامنے ہے۔

(۷) حضرت سید ابوالمعالی سید احمد بن سید جمال الدین۔ مزار مبارک اندرون احاطہ درگاہ حضرت خواجہ صاحب ہے۔

(۸) شیخ ابوالفتح بن مولانا علاؤالدین گوالیاریؒ۔

(۹) مخدوم زادہ حضرت سید یوسف سید محمد اصغر حسینی۔ مزار مبارک اندرون احاطہ درگاہ حضرت بندہ نوازؒ ہے۔

(۱۰) قاضی راجہ گلبرگہ شریف۔

(۱۱) صوفی شیخ حمید الدین اجودھیؒ۔

(۱۲) ملک زادہ عثمان بن جعفرؒ۔

(۱۳) مولانا حسن دہلویؒ۔

(۱۴) مولانا کمال الدین علامہ خواہر زادہ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ۔

حضرت خواجہ گیسو درازؒ کے خلفائے کرام کی تعداد طویل ہے جو مختلف کتب سیر وسوانح میں مذکور ہے۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہوں۔ سیر محمدی۔ تاریخ محمدیہ۔ سیرت بندہ نوازؒ وغیرہ۔

<u>حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کی جلالت ومنزلت:</u> حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ اپنے زمانے کے جلیل القدر عارف اور کامل تھے کہ عظمت وجلالت کا اندازہ کرنا دشوار ہے۔ جامع کمالات ظاہری وباطنی تھے۔ علوم ظاہری میں یہ نہایت اونچا درجہ رکھتے تھے۔ چشتیہ طریقہ کے بزرگوں میں حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ تک کسی نے تصنیف وتالیف کی طرف توجہ نہیں فرمائی حالانکہ ان میں سے ہر بزرگ اپنے وقت کے محقق اور درجہ اجتہاد کے مالک تھے لیکن حضرت خواجہ گیسو درازؒ نے بڑی اور چھوٹی تقریباً ایک سو پانچ (۱۰۵) کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن میں زیادہ مشہور کتابوں کے اسماء ہدیہ ناظرین ہیں۔

(۱) ملتقط تفسیر القرآن (اول پانچ پاروں کی تفسیر)

(۲) شرح مشارق الانوار

(۳) معارف شرح عوارف (عربی میں)

(۴) ترجمہ عوارف (فارسی میں)

(۵) شرح تعرف شرح آداب المریدین (عربی میں)

(۶) شرح آداب المریدین (فارسی میں)

(۷) خاتمہ۔ جس کا خلاصہ اس کتاب میں دوسری جگہ پیش کیا گیا ہے۔

(۸) شرح فصوص الحکم

(۹) شرح تمہیدات عین القضات ہمدانی

(۱۰) شرح رسالہ قشیریہ

(۱۱) خظائر القدس المعروف بہ رسالہ عشقیہ

(۱۲) اسماء الاسرار

(۱۳) حدائق الانس

(۱۴) استقامت الشریعت بطریقت الحقیقت

(۱۵) حواشی قوت القلوب

(۱۶) شرح فقہ اکبر (عربی زبان میں)

(۱۷) شرح الہامات حضرت غوث الاعظم۔ وغیرہ

حضرت خواجہ صاحب کی تصانیف کی ایک انوکھی خصوصیت: بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب اپنی تصنیف کبھی اپنے ہاتھ سے تحریر نہ فرماتے تھے۔ کاتب سے لکھوایا کرتے تھے۔ کسی کتاب کو لکھوانے کے بعد آپ نے کبھی نظر ثانی نہیں کی اور نہ اس کو دوبارہ پڑھوا کر سنا۔

آداب المریدین: مرید جب طلب حق میں قدم رکھتے تو عبادت و معاملات میں اسے کن کن آداب کا پابند ہونا چاہیئے۔ اس موضوع پر شیخ الطریقت حضرت ضیاء الدین ابو النجیب عبد القادر سہروردی کی ایک لاجواب تصنیف آداب المریدین ہے۔ جو عربی زبان میں ہے۔ اس کتاب کی شرح مخدوم الملک حضرت شرف الدین یحیٰ منیریؒ نے لکھی تھی مگر وہ اس زمانہ میں نایاب ہے۔ حضرت خواجہ گیسو درازؒ نے بھی اس کتاب کی شرح کئی بار لکھی جو حضرت کے زمانہ میں ہی معدوم ہو گئی۔

آخری شرح حضرت خواجہ صاحب نے ۸۱۳ھ میں تحریر فرمائی تھی۔ کتاب زیر نظر کے تیسرے باب میں حضرت کی جس کتاب کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے وہ درحقیقت کتاب آداب

المریدین کی شرح کا ضمیمہ یا تکملہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب صوفیا کے لئے ایک دستور العمل
ور مطالعہ میں رکھنے کی چیز ہے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کا ادبی ذوق: حضرت خواجہ صاحبؒ کو حق تعالےٰ نے فکر رسا اور
طبیعت موزوں عطا فرمائی تھی۔ کبھی کبھی بے ساختہ غزل اور رباعیاں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔
حضرت خواجہ صاحب کی وفات کے بعد ان کے پوتے سید قبول اللہ حسینیؒ کی فرمائش پر ان کے
مریدنے غزلیات اور رباعیات کو جمع کر کے ایک دیوان مرتب کیا تھا جو حجم میں خواجہ حافظ شیرازی
کے دیوان کے برابر بتایا جاتا ہے۔ وہ دیوان تو ہماری نظر سے نہیں گزرا لیکن حضرت خواجہ صاحب
کے بڑے صاحبزادے سید حسین عرف سید محمد اکبر حسینیؒ نے جوامع الکلم میں کہیں کہیں حضرت کا
منظوم کلام بھی پیش کیا۔ ذیل میں چند غزلیات ارباب طریقت اور ناظرین کرام کی ضیافت کے
لئے ہدیہ ہیں۔

غزل

منم سلطان ملک و حسن و مادر ملک درویشاں
دلا دامن فراہم کن کجا ما دکجا ایشاں
قبابر قد سلطانان چناں زیبا نمی آید
کہ آں خرقان گرد آلودہ بربالائے درویشاں
اگر تو با غم لیلےٰ برغبت خویشتن داری
چو مجنوں خود فروباید شداز خویش وہم از خویشاں
حسن دریائے خوباں سرفدا کردی بحمد اللہ
نکو اندیشہ کردی علی و غم بد اندیشاں

غزل

دوستاں ے دہند پند مرا — دشمنان طعن ہا زنند مرا

پیر گشتی و عشق می جا زی — اجتہاد از سرشت چند مرا

منکہ مخلوق عشق باز ستم — کے بود پند سو دمند مرا

منکہ آزاد سر فراز ستم — زلف اوگشت پائے بند مرا

خانماں دلم پریشاں شد — بعد اودر بلا فگند مرا

گریہ و آہ چیست درنفسے — دوستی کرد دردمند مرا

سوزش شمع رخ فروزوبد — گر بسو زند چوں سپند مرا

آتش عشق آبرویم ریخت — خاک باد وجود بند مرا

تابہء عشق گرم تر بکنند — چوں کبابے برآن نہند مرا

پرو بالت مگر محمد سوخت — بیخ و بنیاد عشق کند مرا

غزل

در روئے تو آن جمال دیدم — در صنع خدا کمال دیدم

آبروئے ترا سجود وارم — چہ قبلہء اہل حال دیدم

اہل سخنم دبے زبا نم — وصف لب تو لال دیدم

ترکیب وجود آں جوانمرد — بر نقطہء اعتدال دیدم

یک روز بگشت باغ رفتم — برقد تو یک نہال دیدم

گویند بسرو ونخل مانند — من طوبے را مثال دیدم

گر حکم کند بجان ابو الفتح — از جان و دل امتثال دیدم

غزل

منم در عشقبازی پیر گشته
ولایت دردو غم را میر گشته

نہم سردر پریشانی ضرورت
کہ زلف پاکشاں زنجیر گشته

مگر جعدش بہ پیچد در گلویم
شدم دیوانہ تزدیر گشته

وضو عشق رابر قول عشاق
زخون دیدگان تقدیر گشته

جوانی عشق در پیری فراغت
تو گوئی مشک بودست سیر گشته

مرا عمریست در خوباں گزشتم
تبقّوی و عبادت دیر گشته

مگر دار ند خوباں استوارم
شودو صلے بدیں تدبیر گشته

غزل

ترا حسن است ازاندازہ بیرون
مرا اندوہ غم ہر روز افزوں

ترا در دلبری میلے کیشری
منم در عاشقی استاد مجنوں

بہ پیش تو ہمہ خوباں سجود ند
عیاں دیدند دانم سِرّ بے چوں

مثال تو میان خوب رویاں
صدف اندر میانش درمکنوں

ندیدہ چشم من روئے غنودن
نہ دانم تا کہ ایں خواند افسوں

زلعل اوہمہ عالم شدہ مست
سر زلفش جہاں را کرد مفتوں

ہوائے بوسہ را از دل بدر کن
یقیں دیدم لبش موہوم مظنوں

لب لعل تو گوئی ساقی مست
پیالہ بردبد بردم بہر گوں

مبارک مطلع میموں صباحے
کہ آید یار خوردہ مئے و معجوں

بنہ سرور پریشانی محمد
کہ زلف او برآشفتہ ہست اکنوں

غزل

پس از برئے جمال یار دیدم | رخ زیبائے آن دلدار دیدم
شبے با ماہ روئے خوش غنودم | دو چشم بخت خود بیدار دیدم
خوشی و خرمی افزود دولت | غم و اندوہ را از یار دیدم
بزیر سایہء سروے نشستم | نہال آسودگی بریار دیدم
بساط کامرانی را گزیدم | دگر باتو لفاف خار دیدم
بہر پائے در فرحت کشادہ | دورن خانہء خمار دیدم
محمد دیر بازار دیر دوری | دیارو دیر را دمار دیدم

غزل

دلم را ابتلا شد با جوانے
زغمزہ اش ندارد کس امانے
بیک چشمش بسازد شیوہ چنداں
خرد بالا کند ہر دو جہانے
لب لعلش بہ بین خوں نوش ترکی است
جگر خواراست ہر دم دلستانے
صدف رادرشکم دو ملک لولو
لب و دنداش ہستند دُر فشانے
دلم ازدست تنہائی بجاں شد
چہ گریم بلکہ افتادم بجانے
غیورم من و ہرجائی است یارم
کجا جویم ندارد او مکانے
زچشم مست او غلطیدہ خلقے
برآمد ہر طرف ازوے فغانے

محمد پیر گشتی توبہء کن
نظر بازی رفیق آرد نشانے

ملفوظات

ہمہ اوست: ایک روز ارشاد فرمایا کہ سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادیؒ فرمایا کرتے تھے۔ اَلْمُؤْمِنُ مَنْ یُحِبُّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ. (مومن وہی ہے کہ جو بات اپنے لئے پسند کرے وہ اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرے) بات یہ ہے کہ جب مومن نفس اور دل کی قید سے آزاد ہوکر عارف باللہ ہو جاتا ہے تو جنسیت اور یگانگی پر مطلع ہو کر تمام عالم کو ایک نفس سمجھنے لگتا ہے اور اس حقیقت کا ظہور نظر میں آتا ہے۔ حضرت شبلیؒ کسی مقام پر تشریف فرما تھے کسی چرواہے نے گائے کی پشت پر لکڑی ماری۔ حضرت شبلیؒ بے چین ہو گئے۔ چرواہے نے کہا کیا بات ہے میں نے آپ کو تو نہیں مارا۔ حضرت شبلیؒ نے پشت پر سے کپڑا اٹھا کر دکھایا تو پشت پر لاٹھی کا نشان موجود تھا۔ چرواہا ہکا بکا رہ گیا۔

قیامت کے دن اپنے اعمال ہی کام آئیں گے: ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ رات کے وقت حرم محترم میں اور اورد و وظائف میں مشغول تھے۔ خانہ کعبہ کے کوٹھے کے اوپر کسی آدمی کے رونے کی آواز سنائی دی۔ آپ سوچنے لگے کہ رات کے وقت کوئی شخص خانہ کعبہ کی چھت پر نہیں جا سکتا یہ آدمی کون ہے؟ چلو اس آدمی کو دیکھیں کون ہے اور کیوں رو رہا ہے؟ حضرت خواجہ حسن بصریؒ چھت پر تشریف لے گئے۔ دیکھا ایک آدمی مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہے اور خدا سے رو رو کر کہہ رہا ہے۔ اے خدا تو ہی جانتا ہے کہ میری آنتوں میں دوزخ کی آگ بھری جائے گی یا نہیں۔ یہ میرا جسم آگ میں جلایا جائے گا یا نہیں۔ یہ میری آنکھیں دوزخ کا مشاہدہ کریں گی یا نہیں۔ میری زبان اور تالو کو زقوم کھانے کو ملے گا یا نہیں۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے اپنے دل میں کہا کہ کوئی گنہگار آدمی خدا کے حضور رو رو کر فریاد کر رہا ہے اس وقت اس کے پاس جانا مناسب نہیں جب اتر کر نیچے آئے گا پتہ چل جائے گا۔ کون تھا؟ بڑی دیر کے بعد وہ آدمی خانہ کعبی کی چھت سے اترا۔ حضرت حسن بصریؒ منتظر تھے ہی فوراً اس کے سامنے گئے۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی نظر جونہی اس نوجوان پر پڑی تو وہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ تو جوان حضرت امام حسین علیہ السلام تھے۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ فوراً حضرت امام حسین علیہ السلام کے

قدموں میں گر پڑے۔ عرض کرنے لگے اے فرزند رسول خدا حق تعالےٰ نے آپ کو اس قدر علم اور بزرگی عطا فرمائی ہے جو بیان سے باہر ہے اسے بھی چھوڑو کیا آپ کے لئے حضرت بی بی فاطمہ کافی نہیں؟ حضرت مولا علی علیہ السلام کافی نہیں؟ محمد رسول اللہ ﷺ کافی نہیں؟ حضرت امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا۔ اے حسن! سنو جس وقت یہ آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی تھی حضور نانا جان ﷺ نے حضرت بی بی فاطمہ کو بلا کر فرمایا تھا۔

یا فاطمہ بنت رسول اللہ اتقذی نفسک من النار فانی لا اصلک لک من اللہ شیئا.

(اے فاطمہ رسول اللہ کی بیٹی۔ اپنے نفس کو آگ سے بچا میں خدا کے ہاں تیرے کام نہ آؤں گا)

نانا جان کا یہ فرمان تنبیہ تھی کہ باپ کی ریاست پر مغرور نہ ہو جانا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ جب محمد رسول اللہ ﷺ کا باپ ہونا فاطمہ کے لئے کافی نہیں تو میرے لئے فاطمہ اور علی کا ماں باپ ہونا کب سود مند ہو سکتا ہے۔ میاں حسن! تم کہاں ہو۔ کس خیال میں ہو؟

اب دین اور دیندار لوگ کہاں: ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ کی حیات میں دین (اسلام) مثل ایک روشن چراغ کے تھا لوگ اس کے نزدیک ہر چیز کو صاف دیکھتے۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ میں وہ چراغ ایک قدم دور ہو گیا اور اس زمانہ سے برابر دور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ لوگوں کو دور سے چراغ تو جلتا نظر آتا ہے۔ مگر اس چراغ کے نزدیک آ کر اس سے نور حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ موجود زمانہ میں تو قصہ و افسانہ رہ گیا ہے۔ دیندار اور ایماندار لوگ کہاں؟

حضرت ابو بکر صدیق کا زہد و تقویٰ: ایک روز ارشاد فرمایا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوہ کے پاس پیغام نکاح بھیجا۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھا کر کہا کہ نفسی تسکین کے لئے نکاح کا خواہشمند نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خانگاہی حالات سے آگاہی حاصل کروں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ کی بیوہ

نے پیغام قبول فرمالیا۔ رات کو یکجا ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں تمہاری رات کس طرح بسر ہوئی تھی۔ انہوں نے جواب دیا تہائی شب تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے تھے۔ اس کے بعد گھر میں آکر تھوڑی دیر پڑھ کر ہمارے ساتھ مشغول رہتے تھے۔ آدھی رات کے قریب وضو کر کے نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس وقت ایسی عمدہ خوشبو گھر میں پھوٹ پڑتی تھی کہ مشک گلاب، کافور کی خوشبو بھی اس کے سامنے ہیچ تھی۔ جب صبح صادق ہوتی تو آپ ایک ایسی آہ جگر سوز مارتے کہ سڑے ہوئے گوشت کے جلنے کی سی بُو سارے گھر میں پھیل جاتی۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق زار زار رونے لگے اور فرمایا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات بھر محبوب حقیقی کے ساتھ مشغول رہتے تھے صبح کے بعد چونکہ ان کو دنیاوی کاموں میں مشغول ہونا پڑتا تھا محبوب کا فراق ناقابل برداشت تھا اس لئے ان کے سینہ سے آہ جگر سوز برآمد ہوتی تھی۔

لوگ آخرت کو بھول گئے: ایک روز دنیا اور دنیاداروں کی مذمت کا تذکرہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ موجودہ زمانہ میں اگر کسی شخص سے دریافت کیا جائے کہ دنیا بہتر ہے یا آخرت تو وہ یہی جواب دے گا کہ آخرت بہتر ہے۔ لیکن اس آدمی کی حالت یہ کہ اگر اس کی جیب سے چند روپے گم ہو جائیں تو غم کے مارے کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس کے دم پر اتنا اثر ہوتا ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے مقابلہ میں اگر کسی شخص کی نماز فوت ہو جائے اور وہ آدمی دیندار مسلمان ہو تو ایک دوبار اس کی زبان سے استغفر اللہ نکلتا ہے اور بس بات آئی گئی ہو جاتی ہے نہ اس کے دم میں نماز فوت ہونے کا اتنا صدمہ ہوتا ہے جتنا روپیہ گم ہو جانے پر ہوتا ہے۔ نہ کھانا پینا چھوٹتا ہے۔ معلوم ہوا کہ دنیادار لوگوں کی باتیں نوک زبان سے ہوتی ہیں ان باتوں کا دل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

خدا کے دوست کی تلاش: ایک روز ارشاد فرمایا کہ کسی بزرگ نے اس غرض سے عمل پڑھا یا کہ اسے یہ معلوم ہو جائے کہ خدا کا دوست کون ہے میں اس کی صحبت میں رہا کروں۔ رات کو خواب میں بتایا گیا کہ صبح فجر کی نماز میں جو آدمی تمہارے برابر نماز پڑھے گا وہ ہمارا دوست ہے۔ یہ خواب دیکھ کر وہ بزرگ بہت خوش ہوئے۔ صبح ہوئی مسجد میں گئے۔ سنتیں پڑھیں۔ فرضوں کی نیت کرنے لگے تو ایک شخص ان کے داہنے ہاتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ نماز سے فراغت کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ وہ تو کوئی نیلگر ہے۔ ان بزرگ کو بہت صدمہ ہوا۔ دل ہی دل میں کہنے لگے کہ وہ خواب سچا

نہ تھا۔ دوسری شب پھر وہی عمل پڑھا۔ جو بات پہلی بار دیکھی تھی وہی دوسری بار نظر آئی۔ صبح کی نماز میں پھر وہی شخص برابر آکر کھڑا ہوا۔ تیسری شب وہ بزرگ دل میں کہنے لگے کہ خدا نے میری دعا قبول نہیں فرمائی شاید میرے عمل میں کوئی کمی رہ گئی۔ تیسرے دن صبح کو گھر سے شہداء اور صلحاء کی زیارت کے لئے چل دیئے۔ راستہ میں ایک زبردست طوفانِ بادوباران آیا۔ ہوا اُڑا لے گئی۔ کسی جنگل میں جا گرے۔ حیران تھے کدھر جاؤں کہاں جاؤں۔ اتنے میں اذان کی آواز آئی۔ اذان کی سمت چل دیئے سامنے ایک چھوٹی سی مسجد نظر آئی۔ منارہ پر ایک شخص مشکیزہ گردن میں ڈالے اذان دے رہا تھا۔ یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ ظہر کی نماز مل گئی۔ اپنے شہر کا پتہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ مسجد میں پہنچ کر وضو کیا۔ اتنے میں اس موذن نے بآواز بلند پکار کر کہا جماعت تیار ہے۔ چاروں طرف سے ایک ایک دو دو فقیر آنے شروع ہو گئے۔ ذرا دیر میں تقریباً دوسو آدمی جمع ہو گئے۔ یہ دیکھ کر وہ بزرگ اپنے دل میں کہنے لگے کہ یہ لوگ خدا کے خاص بندے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آج میری دعا قبول ہو گئی۔ اس کے بعد موذن نے تکبیر کہی۔ حاضرین صف بستہ کھڑے ہو گئے امام صاحب کی تشریف آوری کا انتظار تھا فوراً وہ ٹیلگر مصلّٰے کندھے پر ڈالے سامنے آیا سب لوگ سجدے میں گر گئے۔ نماز پڑھائی نماز سے فراغت پا کر اس مرد بزرگ نے امام صاحب کے کرتہ کا پچھلا دامن پکڑ لیا۔ امام صاحب نے دو انگلیوں کے اشارہ سے بتایا کہ دو رکعت سنت پڑھ کر ان سب حضرات کی دست و پابوسی کرو یہ لوگ ابدال۔ اوتاد۔ نجباء اور نقباء ہیں۔ اس کام سے فراغت کے بعد انہوں نے فرمایا کہ مجھے اپنے آغوش میں لے کر آنکھیں بند کر لو۔ بزرگ موصوف نے ایسا ہی کیا۔ پھر فرمایا اچھا اب آنکھیں کھول دو آنکھیں کھولیں تو بزرگ موصوف اپنے مکان میں موجود تھے۔ وہ بزرگ ارادہ کر رہے تھے کہ اس ٹیلگر کی خدمت میں حاضر ہوں کہ وہ خود ہی سامنے آ گئے۔ بزرگ موصوف نے دوگانہ ادا کر کے سر سجدہ میں رکھ کر جان دے دی۔

<u>دیانت داری کا زمانہ:</u> ایک روز ارشاد فرمایا کہ قوت القلوب میں مذکور ہے کہ ایک زمانہ تھا لوگ بازار میں جا کر منڈی کے پولیس آفیسر اور دوسرے آفیسروں سے دریافت کرتے تھے کہ کون سے دوکاندار سے معاملہ کیا جائے۔ پولیس آفیسر اور ملازمین ایک زبان ہو کر کہتے تھے۔ کہ سب دوکاندار دیانتدار ہیں جس سے چاہے معاملہ کر لو۔ اس کے بعد پھر ایک یہ زمانہ آیا کہا جانے لگا کہ فلاں فلاں دوکاندار بد دیانت ہے اس کے پاس نہ جانا۔ اس کے علاوہ جن سے چاہو خرید

فروخت کرلو۔ پھراس کے بعد ایک زمانہ ایسا آیا کہ کہا جانے لگا کہ فلاں فلاں آدمیوں کی سوا کسی سے ہرگز معاملہ نہ کرنا۔ اس کے بعد ایک ایسا زمانہ آیا جس میں کوئی شخص ایماندار نظر نہیں آتا وہ ہمارا زمانہ ہے۔ ظاہر ہے کہ جس زمانے میں اس قدر بے ایمانی ہو اس زمانے میں راہ سلوک طے کرنا کس قدر دشوار ہے۔ دین اسلام پورے جمال و کرام کے ساتھ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ خلفائے راشدینؓ کا عہد بھی رسالت کے قدم بقدم تھا۔ خلافت راشدہ کے بعد تابعین تبع تابعین کا دور بھی غنیمت تھا اس دور کے بعد دین اپنے اصلی خدو خال میں باقی نہ رہا۔ موجودہ زمانہ میں نہ دیندار لوگ۔ صرف قصے اور افسانے باقی رہ گئے۔

ترک دنیا: ایک روز ارشاد فرمایا کہ دنیا میں ترک دنیا سے بہتر کوئی نیکی نہیں۔ ایک روز حضرت امام حسینؓ بیمار ہو گئے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی نذر مانو کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحت یاب ہو جائیں تو تم سب تین تین روزے رکھنا۔ اس وقت مکان میں حضرت بی بی فاطمہؓ۔ مولا علیؑ۔ حضرات حسنؓ حسینؓ اور ان کی لونڈی فضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا موجود تھیں۔ ان سب حضرات نے نذر کیا پہلا روزہ رکھا۔ افطار کا وقت آیا تو گھر میں کھانے کے لئے کوئی چیز نہ تھی۔ امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کہیں سے نصف صاع جو قرض لائے اور ان کو پسوا کر پانچ روٹیاں پکوائیں اور ہر روزہ دار کے سامنے ایک ایک روٹی رکھ دی۔ افطار کا وقت ہوا۔ روٹی کا لقمہ بنا کر منہ میں دینا چاہتے تھے کہ کسی سائل نے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے جو مجھ مسکین کو کھانا کھلائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی روٹی سائل کو دے دی۔ ان چاروں بندوں نے بھی اپنی اپنی روٹی سائل کو بخش دی۔ دوسرے دن پھر مولا علی نصف صاع جو قرض لائے اور روٹی بنا کر سامنے رکھی ہی تھی کہ کسی یتیم نے دروازہ پر سوال کیا۔ حضرت مولا علی اور اہلبیت نے اپنی اپنی روٹی مسکین کو دے دی۔ تیسرے روز حضرت مولیٰ علیؑ اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حسن حسین علیہم السلام دسترخوان پر روٹی رکھ کر بیٹھے ہی تھے کہ کسی قیدی نے دروازہ پر آکر سوال کیا۔ تین رات مسلسل بھوکا رہنے کا باوجود اہلبیت نبویؐ نے اپنی اپنی روٹی قیدی کو دے دی۔ چوتھا دن ہوا بھوک کی وجہ سے بچے اس قدر کمزور ہو گئے کہ چلنے کی طاقت نہ رہی۔ حضرت مولا علیؑ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھتے ہی حال دریافت فرمایا۔ مولائے کائنات نے سارا واقعہ ذکر فرمایا

تمہیں بشارت ہوا ابھی ابھی جبرئیل امین میرے پاس وحی لے کر آئے تھے۔ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا افسوس حضور سرور عالم ﷺ ہمارے درمیان نہیں جو ہمیں ان باتوں کی خبر دیں۔

تقدیر کا لکھا اٹل ہے: ایک روز علاج معالجہ کے متعلق بات چیت ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا دوا میں کوئی اثر نہیں ہے اگر حق تعالےٰ نے تقدیر میں اس دوا کی تاثیر رقم فرمادی ہے تو وہ دوا مریضوں کے حق میں موثر اور صحت بخش ثابت ہوگی۔ ورنہ تقدیر کا لکھا اٹل ہے دوا یا کسی اور چیز سے مٹ نہیں سکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالےٰ سے دریافت کیا کہ دوا سے امر مقدر ٹل سکتا ہے۔ حکم ہوا نہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا تو یہ طبیب مریضوں کے امراض کا علاج کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔ یا کلون ارزاقھم ویسرون قلب عبادی طبیب لوگ اس پیشہ سے اپنا رزق کھاتے ہیں اور میرے بندوں کا دل خوش کر دیتے ہیں۔

مرید ہونے سے کیا فائدہ ہے: ایک روز ارشاد ہوا کہ مرید ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ پیرومرشد قیامت کے دن مرید کی دستگیری فرما کر آتش سے نجات دلائے گا۔ پھر فرمایا کہ ہمارے پیرومرشد کے ایک آزاد طبع مرید کا انتقال ہو گیا۔ عذاب کے فرشتے آئے اور اس متوفی کے سر پر کلاہ چار ترکی دیکھ کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ دریافت کیا گیا کہ یہ ٹوپی کس کی ہے؟ متوفی نے جواب دیا۔ یہ ٹوپی حضرت خواجہ نصیر الدینؒ کی ٹوپی ہے انہوں نے آپس میں کہا ہم اس پر کیسے دست درازی کریں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک فقیر کو خدا کے ہاں اتنا اعزاز حاصل نہ ہو کہ اس سے تعلق قائم کرنے سے آتش دوزخ سے نجات مل جائے۔ اس وقت تک اس فقیر کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ہاتھ پر کسی شخص کو بیعت کرے۔

حضرت بابا فریدؒ کا لباس: ایک روز ارشاد فرمایا کہ شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ ہمیشہ ایسے دو جوڑے کپڑے رکھتے جن میں سے ایک زیب تن مبارک رہتا۔ ایک دھوبی کے ہاں اور دو جوڑے دھلے ہوئے رکھے رہتے تھے کہ کسی وقت ضرورت پڑ جائے تو کپڑے کی پریشانی نہ ہو۔

حضرت موسےٰ کا واقعہ: ایک روز شاد ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں ایک کافر جس نے ۴۰۰ برس تک بت پرستی کی۔ وہ کافر قضاءً لِلّٰہ بیمار ہو گیا بخار آنے لگا۔ وہ کہنے لگا میں

نے ۴۰۰ سال بتوں کی پوجا کی ہے اور کبھی اس سے کوئی مراد نہیں مانگی آج اس سے کہوں گا کہ میں صحت یاب ہو جاؤں ۔ بُخار دور ہو جائے ۔ چنانچہ وہ کافر اس بت کے پاس گیا ۔ ہاتھ جوڑ کر پیشانی زمین پر رکھ کر درخواست کی مجھے صحت یاب کر دے ۔ میری تکلیف رفع ہو جائے ۔ مگر صدائے برنخواست دیر تک انتظار کے بعد جب کوئی جواب نہ ملا تو اس نے ایک بڑا بھاری پتھر اٹھا کر اس بت کے رسید کیا اور خوب مذمت بیان کی ۔ اب اس کافر کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ پتھر کے بے حس اور بے جان بت کس کام آ سکتے ہیں ۔ یہ اپنے جسم کے اوپر سے ایک مکھی تک تو اڑا نہیں سکتے ۔ یہ بت جھوٹے معبود ہیں ۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں ۔ اس کے بعد اس کافر نے بیت المقدس میں فریاد کی اے موسیٰ کے خدا! ندا آئی لبیک یا عبدی (ہاں میرے بندے) کافر نے کہا مجھے بخار آ رہا ہے مجھے صحت یاب کر دے ۔ ندا آئی ۔ اچھا ہم نے صحت عطا کی ۔ اب جو کافر نے دیکھا تو بخار کا نام ونشان نہ تھا ۔ یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جب حضرت موسےٰؑ نے تبلیغ شروع کر رکھی تھی ۔ حضرت موسیٰ کی تبلیغ کا شہرہ تھا ۔ یہ کافر کہنے لگا کہ موسیٰ سے دریافت کروں کہ اگر کسی شخص نے ۴۰۰ برس بتوں کی پوجا کی ہو اور وہ توبہ کر کے خدا کی طرف رجوع چاہے تو اس کی دعا قبول ہو گی یا نہیں؟ موسےٰؑ نے اپنی عصا سنبھالی وہ کافر ڈر کے مارے بھاگنے لگا ۔ موسےٰؑ عصا ہاتھ میں لئے اس کے پیچھے پیچھے یہ فرماتے جاتے تھے کہ ۴۰۰ برس بتوں کی پوجا کر کے جنت کی خواہش رکھتا ہے؟ حضرت موسےٰؑ کے جواب سے وہ کافر رحمت خداوندی سے مایوس دوڑتا ہوا جا رہا تھا ۔ اتنے میں حضرت جبرئیلؑ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کے پاس آئے حکم ہوا اے موسیٰ! میرا ایک بندہ ۴۰۰ سال بعد میری طرف لوٹا تھا تو نے اسے بھگا دیا ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نعرہ مارتے روتے پیٹتے اس کافر کے پیچھے لگے اور زور زور سے کہنے لگے اے خدا کے بندے لوٹ آ ۔ اللہ تعالیٰ نے تیری توبہ قبول فرمائی ۔ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت خواجہ صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ۔

<u>اولیائے کرام اپنے مریدوں اور معتقدوں کی پشت پناہی کرتے ہیں:</u> ایک روز ارشاد فرمایا کہ مسافروں کا ایک قافلہ خرقان میں آیا ۔ اس وقت راستے خطرناک تھے ڈاکوؤں کا خطرہ رہتا تھا ۔ قافلہ والوں نے کہا چلو حضرت ابوالحسن خرقانی کی خدمت حاضر ہو کر عرض کریں کہ ہم خیریت کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچ جائیں ۔ یہ لوگ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر

ہوئے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ راستے میں کہیں خطرہ درپیش ہو یا ڈاکوؤں کا سامنا ہو تو تم میرا نام لے لینا۔ انشاء اللہ خطرہ رفع ہو جائے گا۔ اس قافلہ میں بعض وہابی خیال کے لوگ بھی تھے بعض لوگوں نے کہا اس کے تو یہ معنے ہوئے کہ ابوالحسنؒ کا نام خدا اور اس کے رسول کے نام سے بالاتر ہے۔ اگر کوئی موقع پیش آیا تو خدا اور اس کے رسول کا نام اور سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی سے پناہ حاصل کریں گے۔ بعض لوگوں نے کہا نہیں۔ حضرت شیخ نے جو ارشاد فرمایا ہے اسی پر عمل پیرا ہوں گے۔ اگلے دن صبح کو قافلہ روانہ ہو گیا۔ راستہ میں ڈاکوؤں کی بہت بڑی جماعت کا سامنا ہوا۔ اس قافلہ میں جن لوگوں نے حضرت خواجہ ابوالحسنؒ کا نام لیا تھا۔ خدا نے ان لوگوں کو دشمنوں کی نگاہوں سے مخفی کر دیا اور جن لوگوں نے خدا اور رسول کا نام لیا تھا۔ فاتحہ و آیت الکرسی پڑھی تھی۔ وہ سب کے سب ڈاکوؤں کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے۔

اگلے روز اس قافلے کے بچے کھچے آدمی خرقان واپس آ گئے۔ اور راستہ میں جو واقعہ پیش آیا حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو خدا کا ایک گنہگار بندہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ امتی ہوں۔ بات یہ ہے کہ میں نے خدا کو پہچانا ہے۔ تم لوگ خدا کو نہیں پہچانتے اگر کوئی ناواقف آدمی کسی ناواقف کی پناہ تلاش کرے تو اس کی پناہ مفید نہیں ہوتی۔ تم لوگوں نے مجھ سے پناہ چاہی تھی اور میں خدا اور اس کے رسول سے واقف تھا۔ اس لئے میں نے تمہیں جانے پہچانے خدا کی پناہ میں دے دیا تھا۔ ان ڈاکوؤں کے ہاتھ سے تمہاری حفاظت کا راز یہی ہے۔

یہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ پیر طریقت راہ کی ہر اونچ نیچ سے واقف ہوتا ہے۔ اس کی امداد اور توجہ کے بغیر راہِ سلوک طے نہیں ہوتی بغیر پیر کی مدد کے صرف ریاضت و مجاہدات سے منزل مقصود پر رسائی دشوار ہے۔

خرقہ ءخلافت: ایک روز مولانا عمر پسر شیخ سعیدؒ نے حضرت خواجہ صاحب سے عرض کیا کہ خرقہ مشیخیت کے متعلق یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت جبرئیلؑ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی خرقہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا۔ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا ہاں، یہ روایت صحیح ہے۔ کتب سلوک میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب جنت میں ایک حجرہ سونے سے تعمیر شدہ دیکھا اس حجرہ کے

دروازہ پر سونے کا قفل لگا ہوا تھا۔ حضورﷺ نے جبرئیل سے فرمایا۔ یہ حجرہ کھولو۔ دیکھوں اس حجرہ میں کیا کیا رکھا ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے حق تعالیٰ سے اجازت لے کر حجرہ کا قفل کھولا تو اس میں ایک صندوق مقفل نظر آیا۔ حضورﷺ کے فرمان سے باذن خداوندی حضرت جبرئیلؑ نے اس صندوق کا قفل کھولا تو اس کے اندر سے اور صندوق برآمد ہوا۔ اسے کھولا تو اس کے اندر سے ایک اور صندوق نکلا جس میں ایک خرقہ رکھا ہوا تھا۔ حضورﷺ نے فرمایا اے جبرئیلؑ یہ خرقہ مجھے مل جاتا تو بہت اچھا ہوتا۔ حضرت جبرئیل نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ سے پہلے ہزار ہا انبیاء آچکے ہیں یہ خرقہ میں نے کسی کو نہیں دیا۔ یہ خرقہ آپ کے لئے ہی مخصوص ہے۔ حضورﷺ نے خرقہ مبارک زیب تن فرمایا۔ اس کے بعد حضور سرور کائناتﷺ نے حق تعالیٰ سے عرض کیا یہ خرقہ صرف میرے لئے ہی مخصوص ہے یا اس خرقہ کا حقدار میری امت میں سے کوئی ہے؟ حکم ہوا ہاں ہاں (خدا کی طرف سے ایک بات تلقین کی گئی) تمہارے چاروں اصحاب میں جو اس بات کو کہے وہی اس کا حقدار ہے۔ الغرض حضورﷺ دنیا میں تشریف لائے اور چاروں اصحاب کو بلا کر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے یہ خرقہ عطا فرمایا ہے اور حکم دیا کہ تمہارے اصحاب میں سے جو فلاں بات کہے گا اس کو دے دینا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ اگر میں یہ خرقہ تمہیں عطا کروں تو اسے تم کیا کرو گے۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا صدق و راستی کو اپنا شیوہ بناؤں گا۔ حضورﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کیا دنیا میں عدل و انصاف پھیلاؤں گا۔ ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کیا خدا اسے حیاء کروں گا خدا کی عبادت خوب کروں گا۔ حضورﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ آخر میں حضرت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوئے۔ حضورﷺ نے فرمایا اگر یہ خرقہ میں تمہیں عطا کروں تو تم کیا کرو گے؟ عرض کیا یارسول اللہﷺ مخلوق الٰہی کی عیب پوشی کروں گا۔ حضورﷺ نے فرمایا علی! بے شک تم ہی اس خرقہ کے اہل ہو۔ لو یہ خرقہ پہنو۔

یہ روایت بیان کرنے کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ کتب حدیث میں یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری۔

امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ سے باز پرس: ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر فاروقؓ

کے عہدہ خلافت میں حضرت مغیرہؓ دمشق کے گورنر تھے ایک روز انہوں نے ایک ہتھیلی کے برابر ایک کاغذ پر لکھ کر امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو بھیجا کہ میں اپنے صوبہ کے حالات لکھ کر بھیجنا چاہتا ہوں۔ مگر میرے پاس کاغذ نہیں ہے جس پر لکھوں اگر آپ بیت المال سے ایک شیٹ کاغذ ارسال فرمادیں تو بہتر ہو۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کے خط کے جواب میں لکھا کہ بیت المال میں تمہاری ضروریات کے لئے کاغذ نہیں تمہیں جو کچھ لکھنا ہو باریک قلم سے مختصر عبارت میں لکھو۔

حضرت مغیرہؓ نے سرکاری ڈاکیا سے دریافت کیا کہ کیا امیر المومنین عمر فاروقؓ سیرت رسول اللہ ﷺ پر قائم ہیں یا اُن میں بھی کچھ تبدیلی پیدا ہوگئی ہے۔ سرکاری ڈاکیا نے کہا۔ اب تو حالت ہی دوسری ہے رات کو دو انڈے اُبلے ہوئے کھاتے ہیں۔ اور دو بستروں میں آرام فرماتے ہیں۔ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا۔ مجھے عمرؓ کی ولایت پسند نہیں۔ عمائدین شہر کو بلا کر کہا میں کل صبح مدینہ جارہا ہوں مجھے کوئی شخص وداع کرنے نہ آئے۔ حضرت مغیرہؓ با حال پریشان روانہ ہوگئے۔ دربار خلافت میں پہنچے امیر المومنین گورنر دمشق کی متغیر حالت دیکھ کر فرمانے لگے۔ مغیرہ! تمہیں کیا ہو گیا۔ مغیرہ نے کہا: غیرت سیرة رسول اللہ تم سیرت رسول اللہ ﷺ سے ہٹ گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا واللہ ما غیرت (نہیں خدا کی قسم میں سیرت رسول ﷺ نہیں ہٹا) حضرت مغیرہ نے کہا اکلت باجبتین ونمت فراشین (تم رات کو دو انڈے کھا کر دو بستروں میں آرام کرتے ہو) امیر المومین حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا اوہو! ایک روز مجھے بخار اور زکام ہوگیا تھا حکیم نے بتایا تھا کہ رات کو دو انڈے کھا کر سو جانا۔ اس روز میں نے دو انڈے کھائے تھے اور بخار چونکہ سردی سے آرہا تھا اس لئے ایک کمبل نیچے بچھالیا تھا ایک اوڑھ لیا تھا۔

یہ واقعہ اسلامی جمہوریہ کے اس پریزیڈنٹ کے دور کا ہے جس نے نہج رسالت پر جمہوریت قائم کر کے دنیا کے سامنے حکمرانی کا ایک نیا نظام پیش کیا تھا دنیا کی موجودہ جمہوریتوں میں بھلا کسی گورنر یا رعایا کسی فرد کی مجال ہے کہ پریزیڈنٹ سے کسی بات پر جواب طلب کر سکے۔

<u>حضرت حاتم اصمؒ کا وعظ</u> : ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت حاتم اصمؒ بہت سفر کیا کرتے تھے ایک روز بغداد پہنچے۔ بغداد میں ایک سوداگر فقیروں سے بہت محبت رکھتا تھا۔ فقراء کو اپنے ہاں ٹھہراتا تھا۔ کھانا کھلاتا تھا۔ ایک روز حاتم اصمؒ نے اس سوداگر کو کہیں جاتے دیکھا۔ پوچھا کہاں جارہے ہو؟ تاجر نے جواب دیا کہ قاضی محمد مقاتل بیمار ہے مزاج پرسی کے لئے جارہا ہوں۔

حضرت حاتم نے فرمایا تو اچھا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ یہ دونوں قاضی صاحب کے مکان پر پہنچے نہایت عالیشان سنگین حویلی تھی۔ اندر داخل ہوئے۔ صحن میں قیمتی فرش بچھا ہوا تھا۔ ان میں قیمتی غالیچوں پر قاضی صاحب آرام فرما رہے تھے۔ اردگرد بڑے بڑے لوگوں کا مجمع تھا سوداگر نے آگے بڑھ کر قاضی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر مزاج پُرسی کی۔ قاضی نے ان کو ایک جگہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس کے بعد حاتم اصمؒ آگے بڑھے قاضی نے حسبِ عادت انہیں بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ مگر وہ نہ بیٹھے کہنے لگے قاضی صاحب! مجھے آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ قاضی نے جواب دیا۔ ہاں ہاں پوچھو۔ حضرت حاتمؒ نے فرمایا کہ لیٹے لیٹے مسئلہ بتاؤ گے۔ اُٹھ کر بیٹھو شریعت کا معاملہ ہے۔ قاضی بڑے تکلف کے ساتھ مسند سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ حضرت حاتمؒ نے فرمایا قاضی صاحب مجھے یہ بتاؤ کہ حضورﷺ نے تمہیں پتھر اور چونے کی عمارت بنانے کا حکم دیا ہے یا اس قسم کے فرش فروش اور تخت نشینی کی ہدایت فرمائی ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰه۔ حضورﷺ نے اپنی حیات مبارک کا ایک دن بھی اس شان وتکلف کا نہیں گزارا۔ ای علماء بدِ حیات اِقْتَدَیْتُم بِفِرْعَوْنَ وَقَارُوْنَ اَمْ بِمُحَمَّد ﷺ وَ اَصْحَابِه تم کس کی اقتداء کر رہے ہو؟ فرعون اور قارون کی یا محمدﷺ اور ان کے اصحاب کی؟ تم دین محمدیﷺ کے رہزن ہو۔ خود گمراہ ہو کر عوام کو گمراہ کر رہے ہو کیونکہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ۔

حضرت حاتم اصمؒ کی تقریر سن کر قاضی بھونچکا رہ گیا نیچے کا سانس نیچے اور اُوپر کا اُوپر۔ علمائے حق کی یہی نشانی ہوتی ہے وہ دنیاوی امارت سے مرعوب نہیں ہوتے۔ حق بات کہنے میں انہیں جھجک نہیں ہوتی بے باکی ان کا طرائے امتیاز ہے۔ موجودہ زمانے کے علماء مصلحت وقت کے غلام ہیں۔

دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟: ایک روز دعا اور اس کی تاثیر کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی آپ نے فرمایا جو دعا شرائط کی پابندی کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ اس کی تاثیر یقینی اور لابدی ہے۔ اگر دل میں قبولیت کا یقین نہ ہو شرائط کی پابندی ترک کر دی جائے تو اس دعا کے موثر نہ ہونے کی شکایت فضول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰؓ عشاء کی نماز پڑھنے مسجد میں تشریف لا رہے تھے راستہ میں ایک آدمی ہاتھ کٹا روتا ہوا نظر آیا۔ مولائے کائناتؓ کو اس پر رحم آ گیا۔ کٹا ہوا ہاتھ جوڑ کر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ ہاتھ اسی وقت ٹھیک ہو گیا۔ وہ آدمی یا تو ہاتھ کٹنے

کی تکلیف سے زار زار رو رہا تھا یا اب اُس کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ اس آدمی نے نہایت عاجز
انکساری سے حضرت مولیٰ علیؓ سے عرض کیا کہ آپ نے میرے ہاتھ پر جو آیت پڑھ کر دم کی تھی
ارشاد فرمادیجئے۔ مولیٰ علیؓ نے فرمایا۔ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کی تھی۔ وہ آدمی خوشی خوشی اپنے گھر
آیا۔ چند دن بعد اس نے چوری کی اس کا ہاتھ پھر کاٹ دیا گیا۔ وہ اس گھمنڈ میں تھا کہ
جوڑنے کی ترکیب اس کو معلوم ہے۔ جب ہاتھ کٹے گا اسے جوڑ لوں گا۔ اس چور نے کٹا ہوا
جوڑ کر ایک بار دو بار کئی بار سورۂ فاتحہ پڑھی مگر ہاتھ نہ جڑا۔ روتا ہوا حضرت مولیٰ علیؓ کے پاس
کہنے لگا اے علیؓ! میرا ہاتھ پھر کٹ گیا ہے میں نے کئی بار سورۂ فاتحہ پڑھی مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ
آپ سورۂ فاتحہ کے ساتھ جو کچھ اور پڑھتے ہیں وہ بھی بتادیجئے؟ حضرت مولیٰ علیؓ نے فرمایا
نے تو صرف سورۂ فاتحہ پڑھی تھی اور کچھ نہ پڑھا تھا۔ بات یہ ہے کہ تجھے پڑھنا نہ آیا۔ ورنہ ہاتھ
جاتا۔ اچھا اگر اب کی بار تیرا ہاتھ جڑ جائے تو پھر چوری نہیں کرے گا؟ اس آدمی نے کہا میں آ
کے سامنے خدا سے توبہ کرتا ہوں آئندہ چوری نہیں کروں گا۔ حضرت مولیٰ علیؓ نے کٹا ہوا ہاتھ جو
سورۂ فاتحہ پڑھی۔ اُسی وقت ہاتھ درست ہوگیا۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کے دعا کے اثرات کا
اسی وقت ہوتا ہے جب شرائط اور حسن اعتقاد کے ساتھ پڑھی جائے۔

خدا خود میر سامان است ارباب توکل را: ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ ابو سعید
الخیرؒ کے زمانہ میں ایک قوال تنبور بجایا کرتا تھا۔ جب بوڑھا ہوگیا تو گھر والوں نے اسے نکال د
کہا جاؤ مانگو اور کھاؤ۔ وہ بوڑھا قوال مجبور ہو کر اپنا تنبور اٹھا کر قبرستان میں جا بیٹھا اور کہنے لگا۔ ا
خدا میں نے ساری عمر تیری زندہ مخلوق کو گانا سنایا اب بوڑھا ہوگیا ہوں۔ میرا کوئی خریدار نہیں اب
میرا خریدار بن جا۔ اب میں تیرے دروازے پر بیٹھ کر تنبور بجایا کروں گا۔ یہ کہہ کر وہ تنبور بجا
رات گزر گئی صبح ہوئی تو اپنے تنبور پر سر رکھ کر سو گیا۔ ادھر بوڑھا سویا ادھر کسی آدمی نے ایک
دینار حضرت ابوسید ابوالخیرؒ کی خدمت میں پیش کئے۔ خواجہ حسن منتظم خانقاہ نے وہ دینار اٹھا
چاہے۔ لیکن حضرت شیخ نے منع فرمادیا۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا دیکھو فلاں قبرستان میں ایک بو
تنبور سر کے نیچے رکھ کر سو رہا ہے۔ اُسے جا کر یہ دینار دے دو۔ اور اسے کہہ دو کہ خدا نے تیر
تنبور کو پسند فرمایا۔ اور اسے میرا اسلام پہنچا کر کہنا کہ یہ دینار لے لیجئے گا۔ آئندہ جب

پیہ کی ضرورت ہو مجھ سے آ کر لے لینا۔ مجھے خدا کا حکم ہوا ہے کہ وہ جو مانگے اُسے دے دو۔

صوفیائے کرام اور بادشاہ: ایک روز ارشاد فرمایا کہ ایک بادشاہ کا اعتقاد صوفیوں کے بارے میں خراب ہو گیا کہنے لگا نہ ہم صوفیوں سے تعلق رکھتے ہیں نہ صوفی ہم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کو چاہئے کہ ہمارے شہر سے چلے جائیں۔ جس وقت بادشاہ کا فرمان صوفیوں کے پاس پہنچا انہوں نے کہا کہ ہمیں تین دن کی مہلت دی جائے۔ اور ایک بار سماع سنا دیا جائے۔ بادشاہ نے محفل سماع منعقد کی۔ صوفیا جمع ہو گئے۔ بادشاہ کے پاس ہی اس کا کمسن لڑکا کھڑا تھا اتفاقاً اس کا پیر پھسل گیا۔ دھڑام سے نیچے جا گرا۔ گردن کا منکا ٹوٹ گیا۔ ہاتھ پاؤں ریزہ ریزہ ہو گئے۔ بادشاہ نے اپنے بیٹے کی ناگہانی موت سے بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا ہو نہ ہو یہ نحوست اس محفل کی دوران صوفیوں کی ہے۔ بادشاہ کی یہ بات کسی صوفی نے سن لی۔ صوفیا نے کہا اچھا اگر یہ بات ہے تو اس لڑکے کو ہمارے پاس لے آؤ۔ انشاءاللہ محفل سماع کے اختتام پر زندہ و صحیح سلامت واپس کر دیں گے۔ فوراً ہی اس لڑکے کو کپڑے میں لپیٹ کر سماع خانہ میں رکھ دیا۔ محفل سماع شروع ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کپڑے میں جنبش نظر آئی کھول کر دیکھا تو وہ بچہ صحیح سلامت تھا۔ صوفیائے کرام کی یہ حیرت انگیز کرامت دیکھ کر بادشاہ ان کے قدموں میں گر کر معافی مانگنے لگا۔

تعلیم نماز: ایک روز کوئی شخص حضرت خواجہ صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوا۔ آپ نے بیعت کرنے کے بعد فرمایا کہ مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت نماز اوابین تین سلام کے ساتھ پڑھا کرو۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی جاتی ہے۔ نماز اوابین سے فراغت پا کر دو رکعت حفظ الایمان پڑھنا ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد اخلاص سات سات مرتبہ اور معوذتین ایک ایک مرتبہ۔ سلام پھیرنے کے بعد سر سجدہ میں رکھ کر تین بار یَـا حَیُّ یَا قَیُّومُ ثَبِّتْنِی عَلَی الایمَانِ پڑھا کرو۔

اور عشاء کے بعد دوگانہ پڑھا کرو۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص دس بار پڑھی جاتی ہے۔ سلام پھیر کر ستر مرتبہ یَاوَھَابُ، یَاوَھَابُ پڑھا کرو۔

دنیا کا طلب: ایک روز ارشاد فرمایا کہ کسی شخص نے حضرت رابعہ بصریہؒ کے سامنے دنیا کی خوب مذمت بیان کی حضرت رابعہ بصریہؒ نے فرمایا جا تو دنیا کا طالب ہے۔ دنیا کی مذمت کرتا ہے۔ اگر تجھے دنیا کی محبت نہ ہوتی تو تو بار بار دنیا کا ذکر نہ کرتا۔ جس چیز کا اعتبار دل سے نکل جاتا ہے۔ دل

اس کی مذمت میں مشغول نہیں ہوتا۔ تو دنیا کا دلدادہ ہے۔ ان اوپر ہی کی باتوں سے کیا فائدہ؟

طے کا روزہ: کسی صوفی نے حضرت خواجہؒ سے طے کے روزے کے متعلق دریافت کیا کہ کوئی شخص طے کا روزہ رکھنا چاہے تو اسے کیا تدبیر اختیار کرنی چاہئے؟ آپ نے جواب دیا پہلے اسے صوم دوام کی عادت ہو جانے کے بعد شروع شروع میں شام کے وقت ذرا دیر سے روزہ افطار کرنا چاہئے۔ مثلاً نماز مغرب کے بعد نماز اوابین پڑھ کر افطار کرے۔ دوسرے دن ذرا دیر بعد یہاں تک کہ سحر کے وقت تک پہنچ جائے۔ جب مشق اس حد تک پہنچ جائے تو پھر ایک روز سحر کے وقت بھی کچھ نہ کھائے اسی صورت میں دو دن اور ایک رات کا روزہ ہو جائے گا۔ یہی طے کا روزہ ہے۔

حضور ﷺ کا معجزہ: ایک روز ارشاد فرمایا کہ تفسیر ام المعانی میں ہے کہ حجتہ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ مولی علی کرم اللہ وجہہ کو کسی کام سے کہیں بھیجا تھا حضرت مولی علیؓ واپس آئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کل رات میں نے حلقہ کیا تھا خدا تعالیٰ سے اپنے ماں باپ اور ابو طالب کی مغفرت کی درخواست کی۔ حکم ہوا کہ یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے کہ جو شخص میری وحدانیت اور تیری نبوت پر ایمان لائے گا اور بتوں کو برا اور باطل نہ سمجھے گا اسے دوزخ سے نجات نہ دوں گا۔ جاؤ فلاں ٹیلہ پر کھڑا ہو کر اپنے ماں باپ کو آواز دو۔ وہ زندہ ہو کر تمہارے سامنے آجائیں گے۔ تم ان کو سلام کی دعوت دینا اگر وہ ایمان لے آئے تو ان کو عذاب سے نجات عطا کر دوں گا۔ میں نے ایسا ہی کیا میرے ماں باپ اور ابو طالب سر سے خاک جھاڑتے ہوئے میرے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے ان سے کہا مجھے خدا نے جس مقصد کے لئے مبعوث کیا ہے اس کی حقیقت تم پر منکشف ہو چکی ہے اور تمہیں یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ جن بتوں کی پوجا کی جاتی ہے وہ سب بے حقیقت چیزیں ہیں لہٰذہ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ خدا کی وحدانیت اور میری نبوت کا اقرار کرلو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ہنسی خوشی اپنی قبروں میں چلے گئے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت سوائے تفسیر اُم المعانی کے کسی اور کتاب میں نظر سے نہیں گزری۔

رسالہ قوت القلوب میں ہے کہ حضرت عباسؓ اور ابو الھب دونوں سگے بھائی تھے ایک روز حضرت عباسؓ نے حق تعالیٰ سے عرض کیا یا الٰہی ابو الھب ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت و

عداوت پر کمر بستہ رہتا تھا۔ اب وہ مر چلا ہے نہ معلوم اب اسے کیا عذاب دیا جارہا ہوگا۔ شب دو شنبہ کی بات ہے اسی رات حضرت عباسؓ نے ابولہب کو سفید کپڑوں میں ٹہلتے دیکھا۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا۔ اسی حالت میں تیری موت واقع ہوئی پھر تجھے یہ حال کیونکر نصیب ہوا۔ ابولہب نے جواب دیا۔ عباسؓ کیا پوچھتے ہو پورے ہفتے جو عذاب مجھے دیا جاتا ہے وہ نہ بیان کیا جاسکتا ہے نہ تحریر میں لایا جاسکتا ہے۔ لیکن پیر کے دن اور پیر کی رات کو مجھے عذاب نہیں دیا جاتا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیر کی رات کو پیدا ہوئے تھے۔ میری لونڈی نے مجھے مبارک باد دی۔ مبارک ہو تمہارا بھتیجا پیدا ہوا۔ اس پر میں نے خوش ہو کر کنیز کو آزاد کر دیا تھا۔ اس لئے پیر کی رات کو اور پیر کا دن میرے لئے خوشی و مسرت کا ہوتا ہے۔

مکارم اخلاق: ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت حسنؓ و حسینؓ دونوں بھائی پانی کے کنارے سے جا رہے تھے ایک جگہ بوڑھے ضعیف العمر کو پانی کے کنارے بیٹھا دیکھا۔ وہ وضو کرنا چاہتا تھا مگر صحیح طریقہ سے واقف نہ تھا۔ دونوں بھائیوں نے کہا ابھی ہم کم سن بچے ہیں اس بوڑھے آدمی کو کس طرح وضو کرنا سکھلائیں۔ خیر وہ دونوں بھائی اس بوڑھے کے پاس بیٹھ گئے۔ کہنے لگے۔ اگر کہیں غلطی ہو تو آپ ہمیں آگاہ کر دیں۔ جب یہ دونوں بھائی وضو کر چکے تو وہ بوڑھا آدمی ان دونوں کے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادو تمہیں وضو کرنے کا صحیح طریقہ معلوم ہے مجھے معلوم نہ تھا آج تم نے میرے سامنے وضو کر کے مجھے وضو کرنا سکھا دیا۔

ایک خیمہ دوز کا واقعہ: ایک بزرگ کا واقعہ ہے۔ وہ ایام حج میں حطیم میں مشغول دعا تھے کہ ایک فرشتہ نے دوسرے فرشتہ سے دریافت کیا۔ اس سال کتنے آدمی حج کرنے آئے ہیں؟ دوسرے فرشتہ نے جواب دیا دو لاکھ اور کچھ ہزار۔ پہلے فرشتے نے کہا۔ اس سال کتنے آدمیوں کا حج قبول ہوا؟ دوسرے فرشتہ نے جواب دیا کسی کا بھی نہیں، پہلے نے کہا تو ان سب مسلمانوں کی محنت اکارت گئی۔ دوسرے فرشتے نے جواب دیا ہاں بات تو یہی ہے مگر ایک ایسے شخص کے طفیل سے جو خود حج کے لئے نہ آسکا تھا۔ سب لوگوں کا حج قبول ہو گیا اور حج مبرور کا ثواب ان کے نام لکھ دیا۔ پہلے فرشتہ نے پوچھا وہ کون آدمی ہے اس نے کہا وہ آدمی بغداد کا خیمہ دوز ہے۔ عبداللہ اس کا نام ہے۔ وہ بزرگ فرشتوں کی باتیں سن کر عبداللہ خیمہ دوز سے ملاقات کے لئے بغداد روانہ ہو گئے۔ عبداللہ سے ملاقات ہوئی۔ کہا کہ جو بات میں تم سے دریافت کروں۔ اگر تم صحیح صحیح بتاؤ گے تو میں

تمہیں ایک خوش خبری سناؤں گا۔ عبداللہ نے کہا۔ ہاں ہاں مجھے خوشخبری سناؤ۔ جو بات پوچھو گے جواب دوں گا۔ بزرگ موصوف نے عبداللہ سے کہا کہ میں حطیم میں بیٹھا ہوا اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ فرشتوں سے یہ یہ باتیں میرے سامنے آئی ہیں۔ مجھے ان کی باتیں سن کر تم سے ملاقات کا شوق ہوا۔ اچھا یہ بتاؤ تم نے کیا عمل کیا تھا جس کی وجہ سے یہ مرتبہ حاصل ہوا۔

عبداللہ نے کہا۔ بھائی میں تو خدا کا گنہگار بندہ ہوں۔ میں کیا اچھے عمل کرتا۔ اس سال حج بیت اللہ کا ارادہ تھا۔ پوری تیاری کر چکا تھا۔ میری بیوی ہمسایہ کے گھر سے آگ لینے گئی۔ ہمسایہ کے گھر کوئی چیز پکانے کو تیار ہو رہی تھی۔ میری بیوی نے پوچھا۔ ہمسائی کیا پکاؤ گی۔ ہمسائی نے جواب دیا۔ کبوتر پکانے کا ارادہ ہے۔ میری بیوی حاملہ تھی حاملہ کو طرح طرح کی چیزیں کھانے کا شوق ہوتا ہے۔ میری بیوی نے کہا۔ ہمسائی تھوڑا سا ہمارے ہاں بھی بھیجنا۔ شام ہو گئی۔ میری بیوی انتظار میں رہی کہ اب ہمسائی کبوتر کا گوشت بھیجے گی مگر اس نے نہ بھیجا۔ میری بیوی مجھ سے کہنے لگی دیکھو میں اس سے کہہ کر آئی تھی کہ ذرا کبوتر کا سالن ہمارے گھر بھیجنا مگر اس نے نہیں بھیجا۔ میں نے اس بات کا گلہ ہمسایہ سے کیا۔ تو اس نے کہا بھائی صاحب کیا کہوں ہمارے گھر والے تین دن سے بھوکے تھے۔ ایک مرا ہوا کبوتر مل گیا تھا جان بچانے کے لئے پکایا تھا۔ آپ کے لینے کا نہ تھا اس لئے آپ کے ہاں نہیں بھیجا۔ ہمسایہ کی زبان سے یہ حالات سن کر مجھے سخت صدمہ ہوا۔ میں نے کہا حج کو تو اگلے سال بھی ہو آؤں گا اپنے غریب ہمسایہ کی امداد ضروری ہے۔ میں نے سفر حج کے لئے جو روپیہ پیسہ رکھا تھا ہمسایہ کے لئے گھر بھجوا دیا۔ یہ عمل تو البتہ میں نے کیا ہے آگے خدا جانتا ہے۔ وہ بزرگ عبداللہ کی زبان سے حالات سن کر رونے لگے واقعی یہی عمل خدا کو پسند آگیا اور اسی کی بدولت تمام حاجیوں کے حج مقبول ہو گئے۔

خدا کے خاص بندوں کا حال سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا: ایک روز ارشاد فرمایا کہ جس آدمی کا نفس پاک اور دل خدا کی طرف متوجہ ہو چاہے وہ غلام ہو یا بادشاہ ہو۔ سوداگر ہو یا ملازمت پیشہ وہی شخص خدا کا دوست اور خدا کا مقرب بندہ ہے۔ اور اگر دونوں باتیں موجود نہ ہوں تو وہ ہرگز خدا کا دوست اور مقرب نہیں بن سکتا۔ اور کچھ بن جائے تو بن جائے اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک مرتبہ بصرہ میں قحط پڑا، بارش نہ ہوئی۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ، حضرت ثابت بنانیؒ، حضرت مالک بن دینارؒ اور حضرت محمد بن سیرینؒ نے

سات روز تک نماز استسقاء پڑھی۔ نہایت تضرع وزاری سے خدا تعالیٰ سے بارش کی درخواست کی مگر دعا کی قبولیت کے آثار ظاہر نہ ہوئے۔ حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا تھا مصلے خالی تھا۔ ایک شخص نے مصلے پر کھڑا ہو کر دوگانہ ادا کیا اور خدا سے عرض گزار ہوا کہ تیرے حضور میں جو لوگ بارش کی درخواست کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ دین محمدی ﷺ کے بڑے بڑے بزرگ تھے۔ آج ساتواں دن ہے۔ تیرے حضور میں بارش کے لئے ہاتھ پھیلا رہے ہیں اور تُو دعا قبول نہیں کرتا۔ یہ بات اچھی نہیں۔ اب اگر تو نے بارش نہ برسائی تو دین محمدی ﷺ کی توہین ہو گی۔ کفار کہیں گے کہ خدا کی نظر میں ان مسلمانوں کی وقعت وعزت نہیں ورنہ خدا ان کی دعا ضرور قبول کرتا۔ گنہگاروں پر قہر وغضب کیا کرتا ہے۔ یہ لوگ تو تیرے دوست ہیں پھر نزول باران میں کیا تاخیر ہے؟ حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ وہ مرد خدا دعا سے فارغ نہ ہوا تھا کہ چاروں طرف سے بادل گھر آیا اور چھما چھم بارش ہونے لگی۔

ادھر بارش شروع ہوئی ادھر وہ آدمی مسجد سے نکل کر بستی کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں بھی اس کی تعاقب میں چل دیا۔ اس آدمی نے ایک مکان میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ بارش ہو رہی تھی مکان شناخت کر کے واپس آ گیا۔ خوب بارش ہوئی۔ اگلے روز میں اس مرد خدا کی زیارت اور قدم بوسی کے لئے اس مکان میں پر آ گیا معلوم ہوا کہ اس مکان میں کوئی سودگر ٹھہرا ہوا ہے۔ اجازت لے کر مکان میں داخل ہوا۔ دیکھا ایک رئیس آدمی نہایت کروفر سے بیٹھا ہوا ہے سامنے بہت سے غلام دست بستہ مودب کھڑے ہیں مجھ سے دریافت کیا گیا۔ کیسے آنا ہوا؟ میں نے پورا قصہ بیان کیا۔ وہ رئیس کہنے لگا واہ بھی کیا سوال لے کر آئے۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ ان لوگوں میں وہ آدمی ہے نہیں ممکن ہے کہ اس رئیس کے غلاموں میں سے کوئی غلام ہو رئیس نے غلاموں کو آواز کی سارے غلام حاضر ہوئے کہ ایک غلام غیر حاضر ہے۔ رئیس نے کہا ہاں ایک حرام خور غلام ہے کوئی کام نہیں کرتا۔ مفت کی روٹیاں کھاتا ہے۔ میں اس کو خرید کر پچھتا رہا ہوں۔ تمام غلاموں نے ایک زبان ہو کر اس غلام کی برائیاں بیان کیں۔ رئیس نے کہا اگر تم چاہو تو یہ غلام خرید سکتے ہو۔ میں ۱۰۰ دینار دے کر اس غلام کو اپنے ہمراہ لے آیا۔ راستہ میں کہا تم نے بڑی غلطی کی مجھے خرید لیا۔ میں تو بالکل بے کار آدمی ہوں کوئی کام نہیں کر سکتا۔ حضرت مالک بن دینارؒ نے فرمایا کیا تو وہ آدمی نہیں جس نے مسجد میں مصلے پر دو رکعت نماز پڑھ کر بارش کے لئے خدا سے دعا

کی تھی۔ اور اسی وقت بارش شروع ہوگئی تھی۔ غلام نے کہا ہاں میں وہی خدا کا بندہ ہوں۔ اچھا اب میں شکرانہ کے لئے دو رکعت پڑھ لوں۔ اس غلام نے مسجد کے ایک گوشہ میں ۲ رکعت نماز پڑھی اور سجدہ میں سر رکھ کر نعرہ الا اللہ لگا کر جاں بحق ہو گیا۔

اہلبیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن اخلاق: ایک روز ارشاد فرمایا۔ کہ حضرت امام حسینؑ کی کسی لونڈی نے حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں ایک سرسبز ڈالی پیش کی۔ امام عالی مقامؑ نے فرمایا جاؤ میں نے تمہیں خدا کے لئے آزاد کیا۔ لوگوں نے عرض کیا ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ایک سرسبز شاخ کے عوض لونڈی کو آزاد کر دیا۔ امام عالی مقام نے فرمایا خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ اِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِاَحْسَنَ مِنْهَا ۔ اگر تمہاری خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کیا جائے تو اس کے بدلے میں تم اس سے اچھا ہدیہ پیش کرو۔ ظاہر ہے کہ اس لونڈی کے لئے آزادی سے بہتر اور کوئی ہدیہ نہیں ہوسکتا۔

اس طرح ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ اپنے کسی غلام پر خفا ہو گئے غلام نے عرض کیا۔ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ ۔ (ایماندار لوگ خطا معاف کر دیتے ہیں) امام علیہ السلام نے فرمایا اچھا میں نے معاف کیا۔ غلام نے کہا۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) امام علیہ السلام نے فرمایا میں نے تجھے خدا کے واسطے آزاد کیا۔

زمین کے خلیفہ کو جنت میں رہنے کا حکم: ایک روز ارشاد فرمایا کہ جب حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا تو آپ کوہ سراندیپ پر اترے۔ حضرت آدمؑ کا قد اتنا لمبا تھا کہ اُن کا سر آسمان سے لگتا تھا۔ فرشتوں نے حق تعالیٰ سے شکایت کی کہ آدم گنہگار کی بدی کی بدبو سے ہمیں سخت اذیت پہنچ رہی ہے۔ خدا تعالیٰ نے ان کا قد ستر گز لمبا کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد آدمؑ کے پیٹ میں ایک آگ سی محسوس ہوئی۔ آدمؑ نے جبرئیلؑ سے کہا کہ میرے پیٹ میں آگ کیوں لگ رہی ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا تمہیں بھوک لگ رہی ہے۔ پیٹ غذا مانگ رہا ہے۔ جبرئیلؑ جنت سے دانے گیہوں کے لے کر آئے۔ ایک دانہ کا وزن ۹۰۰ درم تھا۔ آدمؑ نے کہا میں تو بھوک سے بے تاب ہوتا جا رہا ہوں یہ دانے کھا لوں۔ جبرئیل نے کہا نہیں۔ ان دانوں کو کاشت کرو۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا مجھے طریقہ معلوم نہیں۔ کس طرح کاشت کروں۔ جبرئیلؑ جنت سے سرخ رنگ کا ایک بیل۔ ایک رسی۔ ایک پھالی اور لکڑی لے کر آئے۔ حضرت جبرئیلؑ نے اس لکڑی میں پھالی لگا کر ہل بنایا اور اس کا جوا بیل کے کندھے پر رکھ کر زمین جوتی اور سات دانے بو دیئے۔ تھوڑی

سی دیر میں وہ دانے زمین سے نکل آئے دانے آ گئے۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا اچھا اب کھالوں؟ جبرئیلؑ نے کہا نہیں۔ ان دانوں کو کاٹ کر پیس کر خمیر کرو۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا وہ کیسے۔ جبرئیل نے دو پتھروں کے درمیان گیہوں کے دانے رکھ کر پیس دیئے۔ آدمؑ نے کہا بھوک سے میرا حال خراب ہوا جا رہا ہے اب کھالوں؟ جبرئیل نے کہا ابھی نہیں۔ اس آٹے کی روٹی پکاؤ۔ آدمؑ نے کہا کس طرح پکاؤں۔ جبرئیلؑ نے کہا ٹھہرو۔ جبرئیلؑ دوزخ سے آگ لے کر آئے۔ آدم علیہ السلام نے وہ آگ ہاتھ میں لے لی۔ دونوں ہاتھ جل گئے آدم نے وہ آگ دریا میں پھینک دی۔ اور دریا میں سات غوطے دینے کے بعد آدم علیہ السلام نے اس پر روٹی پکائی۔ جب روٹی پکا چکے۔ تو آدم علیہ السلام نے کہا۔ اچھا اب کھالوں حضرت جبرئیلؑ نے کہا ہاں اب کھاؤ۔ آدمؑ نے روٹی تناول فرمائی۔ تھوڑی دیر بعد پیاس محسوس ہوئی۔ جبرئیلؑ جنت سے ایک کدال لے کر آئے حضرت جبرئیلؑ نے کہا اس کدال سے زمین کھودو۔ ایک گز کے قریب زمین کھودی تھی پانی نکل آیا حضرت آدم علیہ السلام نے بہ اجازت جبرئیلؑ پانی نوش فرمایا۔ کچھ دیر بعد حضرت آدم علیہ السلام کے پیٹ میں گڑبڑ ہو رہی تھی۔ کیا کروں؟ جبرئیل خدا تعالیٰ کے پاس گئے حال عرض کیا خدا تعالیٰ نے دو فرشتے بھیج دیئے۔ ان فرشتوں نے آدم علیہ السلام کے پیٹ میں دو سوراخ ایک آگے اور ایک پیچھے کر دیا۔ ان دونوں سوراخوں کے ذریعے فضلہ باہر آ گیا اور آدمؑ کو چین آ گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پخانہ کرتے وقت بد بو محسوس کی۔ فرمانے لگے۔ خدا کے معاملات عجیب و غریب ہیں۔ کہاں خلافت ارضی کہاں جنت میں سکونت۔ بھلا ایسا آدمی اس حالت میں جنت میں رہ سکتا ہے۔

فضائل حضرت فاطمہ زہراؓ: ایک روز حضرت خواجہ صاحب نے حضرت فاطمہ زہراؓ کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ فقیہ ابو اللیث نے عرائس میں لکھا ہے کہ جس وقت حضور ﷺ کو بہ مقتضائے بشریت کسی معاملہ کی نسبت الجھن ہوتی تو اپنی ناک مبارک حضرت فاطمہ کے سر کے اوپر رکھ دیتے تھے۔ پریشانی اور الجھن دور ہو جاتی تھی۔ ایک روز حضرت فاطمہ زہراؓ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا۔ بابا جان آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی شب مجھے ایک سیب دیا گیا تھا۔ اس سیب کے کھانے سے میرے دل کو فرحت و مسرت محسوس ہوئی۔ معراج سے واپس آیا تو اسی شب تم رحم مادر میں آ گئیں۔ میں جب تمہارا سر سونگھتا ہوں۔

مجھے اسی سیب کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ میری تنگ دلی دور ہو جاتی ہے۔ اُلجھن ختم ہو جاتی ہے۔

اعمال صالحہ: ایک دن بعد نماز جمعہ اعمال صالحہ اور ان کی برکت و اثرات کا ذکر تھا۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا۔ حدیث میں ہے کہ ایک روز حضور ﷺ صحابہ کرام کی جماعت میں تشریف فرما تھے۔ کسی صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ آج تو کوئی قصہ سنائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین مسافر چلے جا رہے تھے کہ اچانک طوفان باد و باراں آ گیا بارش اور طوفان سے بچنے کے لئے انہوں نے پہاڑ کے ایک غار میں پناہ لی۔ زلزلہ جو آیا تو پتھر کی ایک بہت بڑی چٹان غار کے منہ پر آ کر رک گئی۔ غار کا منہ بند ہو گیا۔ یہ حال دیکھ کر یہ تینوں مسافر اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ اتنی بڑی چٹان کا غار کے منہ سے ہٹانا ان تینوں کی طاقت سے باہر تھا۔ آپس میں کہنے لگے اب آخری تدبیر یہی ہے کہ ہم تینوں اپنے اعمال صالحہ کو شفیع قرار دے کر حق تعالیٰ سے نجات کی درخواست کریں۔

ایک مسافر نے کہنا شروع کیا اے خدا میرے ماں باپ دونوں بوڑھے تھے میں ان دونوں کی بڑی خدمت کیا کرتا تھا۔ پہلے ان کو کھانا کھلاتا تھا تب میرے بچے کھانا کھاتے تھے۔ ایک رات میری والدہ نے مجھ سے پینے کے لئے پانی مانگا۔ میں پانی لینے گیا اتنے میں والدہ کو نیند آ گئی۔ پانی کا گلاس لئے کھڑا رہا نہ معلوم کس وقت آنکھ کھلے اور پانی مانگیں۔ ساری رات گزر گئی سردی بے حد پڑ رہی تھی۔ میرا ہاتھ سردی سے اکڑ کر رہ گیا۔ اے خدا میں نے یہ عمل تیری رضا مندی حاصل کرنے کے لئے کیا تھا۔ الٰہی اس عمل کی برکت سے اس مصیبت سے نجات عطا فرما۔ دعا قبول ہو گئی اس پتھر میں جنبش ہوئی اور وہ کس قدر غار کے منہ سے ہٹ گیا۔ دوسرے نے بیان کرنا شروع کیا کہ ایک روز ہمارے گھر میں بکری بیاہی۔ ہمارے قبیلہ والے گھر میں بکری کا بیاہنا منحوس خیال کرتے ہیں۔ اگر ایسا اتفاق ہوتا ہے تو اس بکری کو فوراً ذبح کر دیتے ہیں اور اگر گھر سے باہر بیاہی ہے تو اسے ذبح کر کے گھر میں لے آتے ہیں۔ میں اپنے قبیلہ کے مروجہ رسم کے مطابق اس بکری کو ذبح کرنا چاہ رہا تھا کہ کسی سائل نے دروازہ پر آواز کی۔ میں نے کہا ذبح کرنے سے بہتر ہے کہ میں یہ بکری فقیر کو دے دوں۔ چنانچہ بکری میں نے فقیر کو دے دی۔ فقیر نے کہا اب تو میں مانگنے جا رہا ہوں گھر واپس جاؤں گا تو لیتا جاؤں گا۔ وہ فقیر چلا گیا اور شام کو بکری لینے نہ آیا۔ ایک مدت گزر گئی۔ اس بکری نے کئی بار بچے دیئے۔ ان بچوں کے بھی بچے ہو گئے ایک اچھا خاصا

ریوڑ ہو گیا اسی طرح کئی سال گزر گئے۔ کئی سال بعد اس فقیر نے مجھ سے آ کر کہا ایک مدت ہوئی میں اس قبیلہ والوں کے پاس سائل بن کر آیا تھا۔ ایک آدمی نے مجھے بکری دے دی تھی میں اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ تم ہی تھے۔ میں اپنی بکری لینے آیا ہوں۔ میں نے کہا ہاں ٹھیک ہے یہ بکریوں کا ریوڑ ہی لے جاؤ۔ فقیر نے کہا بابا میرے ساتھ مذاق کیوں کرتے ہو۔ میں نے کہا نہیں بابا مذاق کی بات نہیں یہ سارا ریوڑ اسی بکری کے بچوں کا ہے۔ میں نے وہ پورا ریوڑ اسی کے حوالے کر دیا۔ یا الٰہی میں نے یہ کام محض تیری رضا اور خوشنودی کے لئے کیا تھا۔ میری کوئی غرض اس میں شامل نہ تھی۔ الٰہی اس عمل کی برکت سے ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرما۔ فوراً ہی اس پتھر کی چٹان میں جنبش ہوئی اور بڑی حد تک اپنی جگہ سے سرک گئی۔

تیسرا مسافر بولا کہ ایک سال سخت قحط پڑا تھا۔ میرے قبیلہ میں کسی کے پاس غلہ نہ تھا جب لوگ مرنے لگے تو کوئی مجھ سے قرض لے گیا کسی نے اپنی عاجزی اور بے کسی ظاہر کر کے غلہ حاصل کیا۔ ہمارے قبیلہ میں ایک نہایت حسین و جمیل عورت تھی۔ میں اس عورت پہ دل و جان سے فریفتہ تھا۔ ملاقات کی کوئی سبیل نہ تھی۔ وہ عورت میرے پاس غلہ مانگنے آئی میں نے کہا اگر تم مجھ سے ملاقات پر رضامند ہو تو غلہ دے سکتا ہوں وہ عورت انکار کر کے چلی گئی۔ دوسرے تیسرے روز آئی مگر انکار کر گئی۔ بھوک کی وجہ سے میاں بیوی کا برا حال تھا اس عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تمہاری امانت میں خیانت کر کے اناج مل سکتا ہے۔ اس عورت کے شوہر نے کہا یہ ہی سہی جس طرح مل سکے لے آ۔ وہ عورت میرے پاس آئی اناج مانگا مگر میں نے وہی بات کہی جو اس سے پہلے تین روز کہہ چکا تھا۔ وہ عورت راضی ہو گئی۔ ہم دونوں فعل بد کے لئے ننگے ہو گئے۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ اس عورت کے جسم کا رواں رواں کانپ رہا تھا۔ اور خوف و ہیبت کی وجہ سے اس کا حال بد سے بدتر ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے دریافت کیا۔ کیا بات ہے کیوں کانپ رہی ہے کسی کی دہشت غالب ہے۔ اس عورت نے جواب دیا کہ میرے بدبخت شوہر نے مجھے فعل بد کی اجازت تو دے دی ہے۔ لیکن مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ نہ معلوم خدا میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ یہ بات سن کر میں نے کہا یہ عورت ہوتے ہوئے خدا سے اس قدر خائف ہے تو مرد ہو کر خدا سے اس قدر نڈر بن گیا ہے۔ میں نے اسی وقت کپڑے پہن لئے اور اس نیک بخت عورت سے معذرت کی اور اس کو بہن بنا کر بڑی مقدار میں غلہ دے دیا۔ اے خدا میں نے یہ کام تجھ سے ڈر کر

لیا تھا۔ الٰہی اس عمل کی برکت سے ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرما۔ حق تبارک وتعالیٰ نے وہ چٹان غار کے منہ پر سے ہٹادی اور وہ تینوں مسافر صحیح وسلامت باہر نکل گئے۔

حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کی توجہ: ایک روز ارشاد فرمایا کہ خواجہ فضیل بن عیاض بڑے پکے ڈاکو تھے۔ راہ زنی ان کا پیشہ تھا وہ ٹاٹ کا کرتا پہنے تسبیح ہاتھ میں لئے بیٹھے رہتے تھے لیکن ان میں یہ خاص خوبی تھی کہ جس شخص یا جماعت کے مال پر ہاتھ ڈالتے اسے گھر تک پہنچنے کا خرچ ضرور دے دیتے تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ قافلہ گزر رہا تھا کہ اس قافلے میں ایک آدمی کے پاس بہت سا مال تھا۔ مشہور تھا کہ اس جنگل میں فضیل ڈاکو کا گروپ لوٹ مار کرتا ہے۔ قافلہ والوں نے خطرہ محسوس کیا سامنے ہی فضیل بن عیاضؒ ٹاٹ کا کرتہ پہنے تسبیح ہاتھ میں لئے نظر آئے۔ قافلہ والوں نے انہیں ایک دین دار آدمی تصور کر کے کہا۔ کہ آپ ہمارا مال امانت رکھ لیں پھر آ کر لے جائیں گے۔ چنانچہ اس آدمی نے اپنا سارا مال فضیل بن عیاضؒ کے سپرد کر دیا آگے چلے تو فضیل بن عیاضؒ کے قافلہ نے لوٹ مار مچائی۔ مال غارتگری کا فضیل بن عیاضؒ کے پاس تقسیم کے واسطے لائے۔ قافلہ کے آدمی بھی ان کے ساتھ تھے۔ ان قافلہ والوں کو حیرانی کی حد نہ رہی جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ یہ صوفی وضع قطع کا آدمی ڈاکوؤں کا سردار ہے۔ گروہ کے آدمیوں نے لوٹ کا مال باہم تقسیم کر لیا۔ فضیل بن عیاض نے اس مال کے متعلق جو ان کے پاس امانت رکھا ہوا تھا۔ اس کے مالک سے کہا یہ تمہارا مال رکھا ہوا ہے لے جاؤ۔

قافلہ والوں نے کہا ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم نے اپنی وضع قطع صوفیوں کی سی بنا رکھی ہے تسبیح پڑھتے رہتے ہو۔ امانت دار اتنے کہ کسی کی امانت کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ پھر یہ کام تمہاری سرکردگی میں کیوں ہوتا ہے کیوں مسافروں پر لوٹ مار مچاتے ہو۔ فضیل بن عیاض نے کہا ہاں میں اگرچہ دوستوں کو خوب ستاتا ہوں۔ مگر ان سے مصالحت کی بھی کوئی نہ کوئی راہ رکھتا ہوں۔

یہ تو تھا حضرت فضیل بن عیاض کا ابتدائی دور مگر راہزانی سے توبہ کرنے کا واقعہ اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب ہے۔ ایک قافلہ جب اس جنگل سے گزرا جس جنگل میں حضرت فضیل بن عیاض کا گروہ رہا کرتا تھا۔ انہوں نے اس خیال سے کہ فضیل بن عیاض خدا پرست آدمی ہے ایک بہت ہی خوش الحان قاری کو سب سے اگلے اونٹ پر بٹھا کر کہا کہ تم قرآن مجید پڑھنا شروع کر دو۔ قاری صاحب نے تلاوت شروع کی جس وقت قاری صاحب نے یہ آیت پڑھی۔

اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ آمنوا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰهِ. (الحدیث۱۶)

اور فضیل بن عیاض کے کانوں میں آواز پہنچی۔ فضیل بن عیاض یہ کہتے ہوئے اے خدا آیا۔ آیا اس کام کو اور اپنے دوستوں کو خیر باد کہہ دیا۔ جس وقت یہ قافلہ اس غار کے پاس پہنچا جس میں فضیل رہا کرتے تھے۔ قافلہ والوں نے کہا یہاں سے جلدی چلو۔ خواجہ فضیل بن عیاض نے بھی کہیں یہ بات سن لی وہ اسی وقت بولے ڈرو اور گھبراؤ مت۔ تم فضیل سے بھاگا کرتے تھے اب فضیل تم سے بھاگا پھرتا ہے۔ جس شخص کا مال مجھ پر واجب ہو آ کر لے جائے۔

توبہ کرنے کے بعد حضرت خواجہ فضیل بن عیاض نے جن جن لوگوں کا مال لوٹا تھا واپس کر دیا۔ ایک یہودی باقی رہ گیا تھا۔ آپ اس کے پاس گئے۔ کہا کہ میں نے تمہارا جتنا مال لوٹا تھا اتنا مجھ سے لے لو یا معاف کر دو۔ مگر وہ رضامند نہ ہوا۔ بہت زیادہ اصرار کرنے پر اس نے کہا میرے باغ میں ایک بڑا پل ہے میں اسے تڑانا چاہتا ہوں۔ اگر تم اس پل کو توڑ دو تو میں رضامند ہو جاؤں گا۔ خواجہ فضیل بن عیاض کو ایک کدال اور ٹوکری دے دی۔ خواجہ موصوف باغ میں گئے۔ کدال اور ٹوکری پل پر رکھ کر نماز میں مشغول ہو گئے۔ کدال نے خود بخود زمین کھودی۔ ٹوکری میں خود بخود مٹی بھر گئی۔ اور خود ہی کہیں دور پھینک آئی۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ پل خود بخود شکستہ ہو کر ہموار زمین ہو گیا۔ وہ یہودی سارا حال معائنہ کر رہا تھا گھر واپس آ کر کہنے لگا دیکھو میرے سرہانے کچھ سونا رکھا ہوا ہے۔ اٹھا لاؤ۔ حضرت فضیل بن عیاض اٹھا لائے۔ یہودی کہنے لگا جب تک مجھے اپنے مذہب کی تعلیم نہ دو گے میں یہ سونا تمہارے ہاتھ سے نہ لوں گا۔ حضرت خواجہ بن عیاض نے اسے کلمہ توحید کی تلقین کی وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ بعد میں اس یہودی نے بتایا کہ میں نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ جو آدمی صدق دل سے توبہ کرتا ہے اگر وہ مٹی پر ہاتھ ڈالتا ہے تو وہ سونا ہو جاتا ہے۔ میرے سرہانے پتھر کے ٹکڑے تھے تم امتحان میں پورے اترے۔ تمہارا ہاتھ لگتے ہی وہ پتھر سونا بن گئے تھے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ تم خدا سے سچی توبہ کر چکے ہو۔ بلاشبہ دین محمدی ﷺ برحق ہے۔

احبار یہود اور حضرت عمر فاروقؓ کا امتحان: عرائس میں ہے کہ ایک روز چار احبار یہود حضرت عمر فاروقؓ کے پاس آئے کہنے لگے تم اپنے پیغمبرؐ کے دوسرے خلیفہ ہو ہم تم سے چند باتوں کا جواب مانگتے ہیں۔ اگر تم نے صحیح جواب دیا تو میں سمجھوں گا کہ تم پکے مسلمان ہو۔ عمر

فاروقؓ نے فرمایاہاں پوچھو۔ان لوگوں نے کہا اچھابتاؤ:

(۱) دوزخ کے دروازے کا قفل کیا ہے اور دوزخ کا دروازہ کھولنے کی چابی کون سی ہے؟

(۲) بتاؤ وہ کون مردہ ہے جو اپنی قبر میں رہتا ہوا سارے عالم کی سیر کر گیا؟

(۳) حضرت آدمؑ کے سوا کون بچہ ہے جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا؟

(۴) گھوڑا جب ہنہناتا ہے تو کیا کہتا ہے؟

حضرت عمر فاروقؓ کچھ دیر تو سوچتے رہے پھر کہنے لگے کہ عمر نے ان یہودیوں کو جواب نہ دیا تو یہ بری سی بات ہوگی مذاق اُڑائیں گے۔فوراً دوڑتے ہوئے حضرت علی کے پاس گئے اور ان سے کہا۔ایسا ایسا معاملہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسی وقت رسول اللہ ﷺ کا جُبہ پہن کر سر پر دستار رکھ کر حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ ہو۔لئے دربار خلافت میں برابر بیٹھ گئے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تمہیں جو کچھ پوچھنا ہے مجھ سے پوچھو۔رسول اللہ ﷺ نے علم کے ہزار دروازے مجھ پر کھول دیئے ہیں۔یہود نے کہا کہ بتایئے کہ دوزخ کے دروازے کا قفل کیا ہے آپ نے فرمایا۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه اوردوزخ کے دروازے کی چابی کیا ہے فرمایا کسی کو خدا کا شریک بنانا۔پھر پوچھا جنت کے دروازے کا قفل کیا ہے؟ فرمایا کسی کو خدا کا شریک قرار دینا۔اس کے بعد سوال کیا وہ کون سا مردہ ہے جو قبر میں رہتا ہوا ساری دنیا میں پھرا؟ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا وہ حضرت یونس پیغمبرؑ تھے۔ان کو مچھلی نے نگل لیا تھا اور وہ مچھلی پانی ہی پانی میں تمام عالم میں پھر گئی۔حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے بقیہ سوالات کے جوابات بھی دیئے۔جن کو سن کر تین یہودی مسلمان ہو گئے چوتھے یہودی نے دقیانوس کے حسب ونسب اور قسم کی باتیں پوچھیں ان سوالات کا جواب شافی سن کر وہ یہودی بھی مشرف بہ سلام ہو گیا۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس بات کے لئے کتابوں کی بڑی چھان بین کی کہ کوئی ایسا مسئلہ معلوم ہو جائے جس کا جواب دینے میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ کو اُلجھن ہو اور وہ خود جواب نہ دے سکے ہوں کسی اور نے جواب دیا ہو مگر کسی کتاب میں مجھے کوئی ایسی بات نہ ملی۔

ڈھول اور دنیا کی مثال: ایک روز چاشت کے وقت حضرت خواجہ صاحب کے ہمسایہ کے گھر ڈھول بج رہا تھا حضرت نے فرمایا دیکھو ڈھول کی کتنی ہیبت ناک آواز ہے۔ ڈھول دور سے دیکھنے میں عجیب ہیبت ناک حیوان معلوم ہوتا ہے مگر قریب آ کر دیکھو تو سوائے لکڑی اور چمڑے کے کچھ نظر نہیں آتا۔ ڈھول کے ٹکڑے کر دو اندر سے خالی ہی خالی نظر آئے گا۔ یہی مثال دنیا کی ہے جو لوگ دنیا کی حقیقت سے آشنا ہیں وہ جانتے ہیں کہ دنیا ڈھول کا پول ہے اور کچھ نہیں۔

توکل ترک اسباب کا نام نہیں: ایک روز ارشاد فرمایا کہ لوگوں نے توکل ترک اسباب کو سمجھ رکھا ہے یہ بات غلط ہے۔ ایک فقیر توکل کا غلط مفہوم سمجھ کر جنگل میں جا بیٹھا دو تین دن گزر گئے مگر کھانے کو کچھ نصیب نہ ہوا وہ فقیر کیونکہ صابر تھا جنگل میں پڑا رہا۔ ضعف و نقاہت سے جب جان لبوں پر آئی تو اس نے خدا سے درخواست کی کہ اگر مجھے مارنا ہے تو مار ڈال ورنہ مجھے کچھ کھانے کو دے۔ اسی وقت غیب سے ندا آئی۔

وَجَلَالِی لَا اَرْزُقُکَ حَتّٰی تَدْخُلَ الْاَمْصَارَ وَتَاکُلَ مِنْ اَیْدِی النَّاسِ

(میری عزت و جلال کی قسم تجھے رزق نہیں دوں گا جب تو شہر میں نہ آئے اور لوگوں کے ہاتھ سے نہ کھائے)

وہ فقیر مجبور ہو کر شہر میں آیا تو کسی نے اسے کھانا کھلایا۔ کسی نے کچھ کسی نے کچھ۔ اسی وقت ندا آئی۔

اَتُرِیْدُ اَنْ تُبْطِلَ حِکْمَتِی بِزُھْدِکَ.

(کیا تو اپنے توکل سے میری حکمت کو باطل کرنا چاہتا ہے)

نیک کام کر کے غرور کرنا اچھا نہیں: ایک روز ارشاد فرمایا کہ نیک کام کرنے والے کو نہ تو غرور کرنا چاہئے اور نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ بداعمال لوگ خدا کی رحمت سے محروم ہیں۔ اس سلسلہ میں خواجہ صاحب نے کسی زاہد کا قصہ بیان کیا کہ اسے خواب میں حق تعالیٰ نے بتایا کہ اس شہر میں بلا بھیجنے والا ہوں اس شہر کا کوئی آدمی اس بلا سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ زاہد نے کہا الٰہی اس شہر میں تیرا عذاب کس شکل میں آئے گا۔ خدا نے فرمایا آگ کا عذاب آئے گا البتہ فلاں فاحشہ عورت کا مکان محفوظ رہے گا۔ اس مکان میں جو آدمی ہو گا وہ اس آگ سے محفوظ رہے گا۔

صبح ہوتے ہی وہ زاہد مصلے کندھے پر ڈال کر اس فاحشہ کے گھر چلا گیا فاحشہ عورت

نے کہا آپ اور یہاں؟ زاہد نے کہا کیا کروں چند دن تمہارے گھر میں رہنا چاہتا ہوں۔ فاحشہ نے کہا تمہیں میرے گھر کا حال معلوم ہے ایک آتا ہے ایک جاتا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے آپ کو معلوم ہے۔ زاہد نے کہا مجھے ایک کونے میں ذرا سی جگہ دے دے تو جانے تیرا کام جانے۔ فاحشہ نے اپنے گھر میں ایک کونہ میں زاہد کو جگہ دے دی۔ زاہد مصلے بچھا کر عبادت میں مشغول ہو گیا چند دن گزرے تھے۔ سارے شہر میں یکایک آگ لگ گئی تمام شہر ویران ہو گیا۔ فاحشہ کا مکان آگ سے محفوظ رہا۔ جب شہر کی آگ بجھ گئی تو زاہد فاحشہ کے مکان سے اپنے گوشہ تنہائی میں آ کر خدا سے عرض کرنے لگا یا الٰہی اس میں کیا راز تھا کہ سارا شہر جل گیا خاک ہو گیا اور اس بدکار عورت کا گھر بچا رہا اور مجھے بھی اس عورت کے طفیل آگ سے محفوظ رکھا۔ جواب آیا۔ ہمارا ایک خارشی کتا بھوکا پیاسا گرمی کا مارا در بدر پھر رہا تھا۔ کسی شخص نے اسے نہ سایہ میں بیٹھنے دیا نہ کسی نے کھانے پینے کو دیا وہ کتا حیران پریشان اس فاحشہ کے مکان پر آیا تو اس نے اسے سایہ میں بٹھا کر ٹھنڈا پانی پلایا اور روٹی کھلائی۔ اس جرم کی پاداش میں ہم نے سارا شہر جلا کر خاک کر دیا۔ اسی کتے کے طفیل وہ فاحشہ عذاب سے محفوظ رہی اور جس شخص نے اس مکان میں پناہ لی وہ بھی محفوظ رہا۔

غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عجب شان ہے اگر چاہے چھوٹے سے چھوٹے عمل کو وہ درجہ قبولیت عطا فرما دے کہ بڑے سے بڑا عمل بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔

اولیاء اللہ کی شان عجیب ہے: ایک روز ارشاد فرمایا کہ پرانی دہلی میں حاجب عطار کے دروازے کے پاس ایک بان بٹا رہا کرتا تھا۔ ایک سال بارش نہ ہوئی قحط پڑ گیا۔ شہر کے آدمی اس کے پاس آ کر کہنے لگے۔ حضرت! بارش نہ ہونے سے مخلوق بہت تنگ آ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا بارش کہاں سے ہو میرے مکان کا چھپر ٹوٹ گیا ہے اگر بارش ہوئی تو میں بھیگ جاؤں گا۔ لوگوں نے اسی وقت چھپر کا سامان جمع کر کے چھپر تیار کر دیا۔ جب تیار ہو گیا تو انہوں نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے خدا تو بارش نہیں برسا رہا تھا تاکہ میں بھیگ نہ جاؤں اب تو ان لوگوں نے چھپر بنا دیا ہے اب بارش برسا دے۔ فوراً ہی بادل گھر آیا اس قدر موسلا دھار بارش ہوئی کہ چھپر ٹپکنے لگا۔ رسی باٹنے کا سامان بھی بہہ گیا۔ پھر خدا سے عرض گزار ہوئے کہ چھوٹی بوندوں کی بارش زراعت کے لئے مفید ہوتی ہے بارش فوراً ہی ہلکی ہو گئی۔

حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ وہ حضرت موئے تاب خدا کے ہم نشین اور مقرب

تھے۔ دُنیاوی پیشے بذات خود کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رہنے کے لئے انہوں نے یہ پیشہ اختیار کرر کھا تھا۔

مردوں کی زُلفیں: ایک روز مردوں کی زلفوں کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ لوگوں نے کہا۔ مردوں کی زلفیں رکھنا اہل اسلام کے طریقہ کے خلاف ہے زلفیں رکھنا ترکوں کی رسم ہے۔ دلی پر جب ترکوں کا قبضہ ہوا تب سے لوگوں نے زلفیں رکھنی شروع کر دیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے یہ حدیث پڑھ کر سنائی۔

مَنْ اِستَرْ سَلَ شَعْرَہ' فِی قفَاہ حُشِرَ لَہ یَومَ القِیَامَۃ مَعَ المُحسِنِینَ.

''جو آدمی اپنے سر کے بال جانب پشت ڈالے گا قیامت کے دِم محسنوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔''

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس حدیث کو شائع کروائیں میں اس حدیث کی صحت کا ضامن ہوں۔ میں نے یہ حدیث بلا کسی واسطہ کے حضورﷺ کی زبان مبارک سے سنی ہے۔

کسی غیر مسلم سے بدتمیزی سے نہ بولنا چاہیئے: ایک روز ارشاد فرمایا کہ ایک مجلس میں مولانا جلالُ الدین علاؤالدین۔ مولانا صدرالدین اور میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک ہندو مسمی بہنو مولانا جمالُ الدین کے پاس آیا۔ بات چیت ہو رہی تھی مولانا صدرالدین نے اس ہندو کو اے بہنو کہہ کر پکارا۔ مولانا جمال الدین نے کہا مولانا صاحب اے کیا چیز ہے۔ کس کو کہا ہے۔ مولانا صدر الدین نے کہا ہندو ہے۔ اگر اسے اے کہہ دیا تو کیا ہوا۔ مولانا جمال نے کہا وہ اگر ہندو ہے تب بھی تمہیں ایسی بات نہیں کہنی چاہیئے۔ اگر تم بھائی بہنو کہہ کر پکارتے تو کیا تمہاری شان میں فرق آجاتا؟

تسخیر آفتاب: ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا فخر الدین رازیؒ نے آفتاب کو مسخر کرر کھا تھا۔ امام صاحب موصوف نے تسخیرات کے سلسلہ میں ایک کتاب سرمکتوم تحریر فرمائی ہے۔ عطارد سے بھی ان کا یارانہ تھا۔ آپ نے فرمایا تسخیر اچھا عمل نہیں اس سے باطن قدر اور اندھیارا ہو جاتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ حق تعالےٰ جس کسی شخص کو ولایت عطا فرماتا ہے سبعہ سیارہ کے اثرات بھی ان کو عطا فرما دیتا ہے۔ ہر ولی کے سر پر ماہتاب سامنے آفتاب سر پر عطارد

پس پشت۔ زہرہ بائیں ہاتھ مشتری اور داہنے ہاتھ زحل اور پاؤں کے نیچے مریخ رہتا ہے۔ یہ سب انتظام اس لئے ہوتا ہے کہ اگر کوئی دشمن ولی کے مقابلہ پر آئے تو وہ خود ہی اپنے منہ کی کھا کر رہ جائے۔

ہاروت ماروت: ایک روز ہاروت ماروت کا ذکر تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ان دونوں فرشتوں سے جو حرکت ظہور میں آئی تھی اس کی پاداش میں انہوں نے عذاب آخرت پر دنیاوی عذاب کو ترجیح دی۔ دنیا کا عذاب تو ایک مدت محدود کے بعد ختم ہو جائے گا۔ عذاب آخرت کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ دونوں فرشتے چاہ بابل میں الٹے لٹکا دیئے گئے اور ان کے نیچے آگ جلا دی گئی۔ جو لوگ ہاروت ماروت کو دیکھنے جاتے ہیں دھواں مشاہدہ کرتے ہیں۔ لوگ چاہ بابل پر سحر وافسوں سیکھنے جاتے ہیں۔ ان کے دل سے ایمان کیوں رخصت ہو جاتا ہے۔ فرمایا۔ یہ دونوں فرشتے اسم اعظم جانتے ہیں۔ اسم اعظم میں بڑے بڑے خواص ہیں۔ مخصوص ترکیب اور حروف مخصوص سے بڑی بڑی باتیں ظہور میں آتی ہیں۔

تقدیر کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا: ایک روز ارشاد فرمایا کہ تقدیر کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ دیکھو بہادر آدمی جنگ میں قدم رکھتا ہے۔ اس کے وہم وگماں میں بھی یہ بات نہیں ہوتی کہ وہ اس لڑائی میں مارا جائے گا۔ اگر یہ خیال جاگزیں ہو جائے تو وہ کبھی بھی میدان جنگ میں جانے کا نام نہ لے۔ جب تک تقدیر میں میدان جنگ میں مرنا نہ لکھا ہو۔ ہزار ہا زخم کھانے کے بعد بھی موت نہیں آتی۔ اور اگر موت کے متعلق تقدیر ہو چکی ہو تو معمولی سا زخم بھی مہلک ہو سکتا ہے۔ دیکھو حضرت خالد بن ولیدؓ فاتح اسلام بیسیوں لڑائیاں فتح کرنے اور زخمی ہونے کے باوجود اپنی طبعی موت میں وفات پائی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے مرنے سے پہلے صحابہ کرام کو کپڑے اتار کر اپنا جسم دکھاتے ہوئے فرمایا تھا۔ دیکھو میرے جسم پر انگلی بھر جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں زخم نہ لگا ہو لیکن اس کے باوجود شہادت مقدر میں نہ تھی۔ شہادت نصیب نہ ہوئی۔ آج میں چارپائی پر لیٹا ہوں اس طرح مر رہا ہوں جس طرح گورخر زمین پر جان دیا کرتا ہے۔ تم لوگ جنگ سے نہ کتراؤ۔ موت کا خوف نہ کرو۔ اگر مقدر میں موت نہ لکھی ہوگی موت نہ آئے گی اور اگر موت مقدر ہے تو ذرا سا بہانہ ہی اس کے لئے کافی ہے۔

غلام کی دانشمندی: ایک روز ارشاد فرمایا کہ ایک بادشاہ نے محفل شراب منعقد کی۔ شراب ارغوانی

کا دور چلا۔ اسی مجلس میں بادشاہ کا ایک غلام دست بستہ جوتیاں اتارنے کی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ بادشاہ کی نظر غلام پر پڑی بادشاہ نے ساقی کو حکم دیا کہ ایک جام اُس غلام کو دے کر آؤ۔ ساقی جام لے کر اس کے پاس گیا۔ کہنے لگا بادشاہ نے یہ جام تیرے لئے بھیجا ہے۔ بادشاہ کا شکریہ ادا کر۔ زمین پر پیشانی رکھ۔ غلام نے کہا میں تو نہیں لیتا۔ ساقی نے اصرار کیا مگر غلام نے جام کو ہاتھ نہ لگایا۔ ساقی جام بکف بادشاہ کے پاس آیا۔ بادشاہ نے پوچھا کیوں واپس لے آیا۔ ساقی نے کہا وہ غلام نہیں لیتا۔ بادشاہ کہنے لگا۔ غلام مزید الطاف شاہی کا خواستگار ہے۔ دوبارہ میر مجلس کو بھیجا مگر غلام نے اس بار بھی جام کو ہاتھ نہ لگایا۔ میر مجلس بھی واپس آ گیا۔ تیسری بار بادشاہ نے وزیر کو بھیجا مگر وزیر کے ہاتھ سے بھی اس نے جام نہ لیا وزیر بھی واپس آ گیا۔ اب بادشاہ جام لے کر خود پہنچا۔ بادشاہ نے کہا میں نے ساقی کو بھیجا اس کو بھی انکار کر دیا۔ میر مجلس کو بھی بھیجا وہ بھی ناکام واپس آیا۔ وزیر کو بھی بھیجا اس کے ہاتھ سے بھی تو نے جام نہ لیا اب میں خود آیا ہوں۔ غلام نے بادشاہ کا شکریہ ادا کر کے جام لے لیا اور از راہِ تعظیم اپنا سر زمین پر رکھا۔ غلام نے کہا اجازت ہو تو کچھ عرض کروں۔ بادشاہ نے کہا ہاں ہاں اجازت ہے کیا کہنا چاہتے ہو؟ غلام نے کہا کہ اگر میں ساقی کے ہاتھ سے جام لے لیتا تو میرے پاس میر مجلس نہ آتا۔ اور اگر میں میر مجلس کے ہاتھ سے نہ لیتا تو وزیر نہ آتا۔ وزیر کے ہاتھ سے لے لیتا تو آپ تشریف نہ لاتے۔ آپ کی تشریف آوری سے مجھے جو اعزاز حاصل ہوا اس کا شکریہ کسی حالت میں ادا نہیں کر سکتا۔ اب اگر میں آپ کے ہاتھ سے جام نہ پیئوں تو میری سخت بے عزتی ہو گی لایئے تعمیل حکم کروں۔ بادشاہ یہ بات سن کر بہت خوش ہوا۔ بادشاہ نے کہا خوش رہو۔ عزت سے رہو۔

<u>عشق کی آگ:</u> ایک روز ارشاد فرمایا کہ لیلےٰ کے مکان کے جھرو کے نیچے ایک پتھر پڑا ہوا تھا مجنوں اس پتھر پر بیٹھ کر جھروکہ پر نظریں جما کر بیٹھ جاتا۔ مجنوں کے رقیب کہنے لگے یہ مجنوں روزانہ اس پتھر پر بیٹھ کر جھروکہ پر ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہتا ہے کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہئے کہ مجنوں اس پتھر پر بیٹھنا چھوڑ دے۔ چنانچہ ایک دن رقیبوں نے پتھر پر خوب آگ روشن کی۔ مجنوں وقت مقررہ پر پتھر پر آ کر بیٹھ گیا۔ مجنوں کا بدن جل گیا دھواں اٹھنے لگا۔ مجنوں کی یہ حالت دیکھ کر رقیبوں کو رحم آیا کہنے لگے۔ اے پاگل تُو تو بالکل جل گیا۔ یہ تُو نے کیا کیا۔ مجنوں نے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ پہلے ہی جل گیا ہے جسم جل گیا تو کیا ہوا۔

یہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ عاشق کے دل میں جو عشق کی آگ روشن ہوتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں دوزخ کی آگ بھی سرد ہوتی ہے۔

سلطان ابراہیم اَدھمؒ کا واقعہ: ایک روز ارشاد فرمایا کہ شب حضرت سلطان ابراہیم ادھمؒ پر شوق کا غلبہ ہوا مسجد کی طرف چل دیئے پولیس والوں نے پکڑ لیا۔ یہ سمجھ کر کہ شاید آپ چور ہیں۔ رات بھر حراست میں رکھا۔ صبح کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا بادشاہ کہنے لگا آج تو ایک چور صوفیوں کے لباس میں گرفتار ہو کر آیا ہے۔ بادشاہ نے کہا اے فقیر تو چور ہے؟ حضرت خواجہ ابراہیم ادھمؒ نے فرمایا ہاں ہوں تو چور لیکن دنیا کی نہیں دین کا چور ہوں۔ بادشاہ نے کہا دین کا چور کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا حضورﷺ کا ارشاد ہے۔ اَسوَءُ السَّراقِ مَنْ سَرَقَ فِی صَلٰوتِہٖ شَیْئاً (سب سے برا وہ چور ہے جو اپنی نماز میں چوری کیا کرتا ہے) یعنی ادائے ارکان میں غفلت برتتا ہے۔ حضوری کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا۔ اس بات کا بادشاہ کے دل میں بڑا اثر ہوا۔ کوتوال کو بلا کر کہا تجھے دکھائی نہیں دیتا تھا کہ یہ فقیر ہے چور نہیں ہے۔ انہیں کیوں پکڑ کر لایا۔ اس کے بعد بادشاہ نے حضرت خواجہ کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا ناشتہ لایا گیا ایک پلیٹ خواجہ صاحب کے سامنے رکھی گئی ایک پلیٹ بادشاہ کے سامنے۔ پلیٹ میں فالودہ رکھا ہوا تھا۔ خواجہ صاحب فالودہ دیکھ کر مسکرانے لگے۔ بادشاہ نے پوچھا کیا بات ہے۔ کیوں نہیں کھاتے یہ تو حلوہ ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا مجھے فالودہ دیکھ کر قیامت کا دن یاد آ گیا۔ قیامت کے دن لوگوں کو دو ہی حالتیں ہوں گی۔ بعض لوگ قیامت کے دن آلودہ ہوں گے اور بعض لوگ پالودہ ہوں گے۔ بادشاہ نے یہ بات سنی تو رو پڑا۔ بادشاہ نے کہا خواجہ صاحب کچھ روز میرے پاس رہو۔ آپ کی صحبت سے مجھے ہدایت حاصل ہو گی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے جواب دیا ہاں ہاں ضرور! خواجہ نے فرمایا کہ اگر آپ شکار پر گئے ہوں اور واپسی پر مجھے اپنی ملکہ کے پاس دیکھیں تو آپ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ بادشاہ یہ بات سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔

خواجہ صاحب نے فرمایا یہ بات میں نے ایک خاص مطلب سے کہی تھی وہ یہ کہ میں نے آپ سے ایک بات کہی تھی۔ گناہ کا مرتکب نہیں ہوا تھا۔ تو آپ نے مجھ پر اتنا غصہ کیا اور کہیں گناہ کر بیٹھا تو خدا جانے آپ میرے ساتھ کیا سلوک کرتے۔ مجھے ایسے حلیم و رحیم کی صحبت حاصل ہے کہ اگر ہزار قسم کے گناہ کروں تو ایک دفعہ توبہ استغفار کرنے سے محو کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے

فرمایا۔ اَنَا جَلیسَ من ذکَرَنِی (جو شخص مجھے یاد کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوں) مجھے ایسے خدا کی ہم نشینی پسند ہے جو ایک مرتبہ توبہ واستغفار سے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

یہ کہہ کر خواجہ صاحب اپنے خرقہ کا دامن جھاڑ کر اُٹھ کر چل دیئے بادشاہ حسرت سے ان کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

زبان خلق یا نقارہ خُدا: ایک روز ارشاد فرمایا کہ جو کہاوت مشہور ہے کہ زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھ یہ بات غلط ہے۔ عوام کی باتوں کا اعتبار نہیں وہ بلا سوچے سمجھے ہر بات کو تسلیم کر لیتے ہیں اور جس بات کو چاہے رد کر دیتے ہیں۔ عوام خواص کی باتوں کو در خوار اعتنا نہیں سمجھتے۔ اس کے بعد خواجہ صاحب نے ایک قصہ بیان کیا کہ چار مسافر کہیں جا رہے تھے ان کے پاس ایک کتا بھی تھا۔ وہ کتا ایک ندی کے کنارے پہنچ کر مر گیا۔ ان لوگوں نے کہا یہ کتا ہمارا رفیق سفر تھا۔ اس کتے کو اسی ندی کے کنارے داب کر ایک نشانی یادگار کے لئے قائم کر دیں چنانچہ اس کتے کو زمین میں دفن کر کے ایک قبر بنا دی اور اس کے سرہانے ایک درخت بو دیا۔ یہ لوگ یہ کام کر کے چل دیئے۔ کچھ دنوں بعد یہ قافلہ ادھر سے گزرا۔ ندی کے کنارے درخت اور قبر دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ کسی بزرگ کا مزار ہے۔ قافلہ والوں نے منت مانی کہ ہم خیریت وسلامت کے ساتھ گھر پہنچ گئے تو قافلہ کے ہر فرد کی طرف سے اپنے مال کا کچھ حصہ بزرگ موصوف کی نذر کیا جائے گا۔ یہ قافلہ خیر وعافیت سے اپنے وطن پہنچ گیا۔ کچھ دنوں بعد ان قافلہ والوں نے اس قبر کے اوپر شاندار گنبد اور خانقاہ تعمیر کرادی۔ دور دور تک اس مزار کی شہرت ہو گئی۔ مزار کے قریب ایک شہر آباد ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد وہ چاروں مسافر اس طرف سے گزرے تو ندی کے کنارے نیا شہر آباد دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے کہنے لگے یہ تو غیر آباد اور ویران جگہ تھی۔ لوگوں سے سارا قصہ دریافت کرنے پر یہ معلوم ہوا کہ یہ شہر فلاں بزرگ کی کرامت سے آباد ہوا ہے جن کا مزار ندی کے کنارے ہے۔ ان چاروں مسافروں نے وہ مزار جا کر دیکھا تو وہ وہی جگہ تھی جہاں انہوں نے اپنے کتے کو دفن کیا تھا۔ ان چاروں مسافروں نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر کہا کہ یہ مزار کسی بزرگ کا نہیں۔ اس مزار میں کوئی بزرگ مدفون نہیں۔ ہمارا ایک کتا مر گیا تھا ہم نے اسے اس جگہ دفنا دیا تھا۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ بعض سمجھدار لوگوں نے رائے دی کہ قبر کھود کر دیکھو معلوم ہو جائے گا کہ یہاں کسی بزرگ کا مزار ہے یا یہاں کوئی کتا مدفون ہے۔ قبر کھودی گئی تو یہاں سے کتے کا ایک پنجر برآمد ہوا۔ لوگ

حیرت میں تھے کہ ہم کس بے عقلی میں مبتلا تھے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا جب عوام کے اعتقاد کا یہ عالم ہے ان کی معتقدات کہاں تک قابل تسلیم ہیں۔

علم حجاب اکبر ہے: ایک روز ارشاد فرمایا کہ العِلمُ حجَاب" الاا کبَر (علم حجاب اکبر ہے) جس وقت یہ حجاب اٹھ جاتا ہے شیخ کی بشریت نظر سے پنہاں ہو جاتی ہے اور شیخ ہی رسول بلکہ خدا نظر آنے لگتا ہے۔ اسی وقت سالک کو حجاب اکبر سے نجات ملتی ہے۔ لطائف اشرفی میں مریدوں کے آداب کی دفعہ ۷ میں مذکور ہے کہ مرید کو سوائے اپنے شیخ کے اور کوئی چیز مطلوب و محبوب نہ ہونی چاہئے۔

پیر کا ادب: ایک روز ارشاد فرمایا کہ بزرگان دین اور عارفان محققین کے نزدیک پیر کی خدمت اور پیر کا ادب واجب ہے۔ [illegible]مت کرنے سے ہی نعمت ملتی ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے دلیل العارفین میں لکھا ہے کہ میرے پیرو مرشد حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے بیعت ہونے کے بعد بیس سال تک اپنے شیخ کی خدمت میں رہا۔ چوبیس گھنٹے شیخ کی خدمت کے لئے کمربستہ رہتا تھا۔ نہ دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات۔ میں اپنے شیخ کے ساتھ سفر میں بھی ساتھ رہتا تھا۔ اپنے شیخ کا سامان واسباب اپنے سر پر اٹھائے رکھتا تھا۔ میرے شیخ نے مجھے جو نعمت عطا فرمائی وہ اسی کا ثمرہ تھا۔

نماز کی فضیلت واہمیت: ایک روز ارشاد فرمایا کہ نماز کو بہت ہی عمدہ طریقہ سے ادا کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کے بعد نماز سے کوئی پیاری شے فرض نہیں کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے جس نے قصداً نماز ترک کی وہ کافر ہو گیا یعنی کفر کے قریب پہنچ گیا۔ شہر کے قریب آجانے والے کو بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ وہ شہر میں آگیا۔

نماز کا حق یہ ہے کہ ظاہر بدن کو نجاست حقیقی و حکمی سے پاک رکھو۔ اعضائے جسم کو گناہوں سے پاک رکھو۔ قلب کو اخلاق ذمیمہ سے پاک صاف اور ظاہر و باطن کو اطاعت خداوندی سے منور کرو۔ حدیث شریف ہے الطھورُ شَطرُ الایمان (پاکی آدھا ایمان ہے) ظاہری پاکی کے ساتھ باطن کی پاکی ہی اصلی طہارت ہے۔ صحابہ کرام طہارت باطنی میں مبالغہ کرتے تھے چونکہ عالم باطن کا عالم ظاہر سے ارتباط ہے۔ اس لئے ظاہری صفائی وستھرائی کو بھی باطن کے منور بنانے میں دخل ضرور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو آدمی سچ بولنے کا عادی ہوتا ہے اس کی

خواب سچی ہوتی ہے۔

نماز پورے ارکان۔ سنن۔ مستحبات اور آداب کے ساتھ ادا کرنی چاہئے۔ حدیث میں ان جملہ امور کے فضائل مذکور ہیں۔ لیکن ایسی حالت میں نماز نہ پڑھنی چاہئے جب بول و براز کا تقاضا ہو۔ بھوک لگ رہی ہو یا غصہ آ رہا ہو۔ یا ایسی حالت ہو جس میں قلب حاضر اور متوجہ نہ ہو۔

نماز پڑھتے وقت دل میں اس بات کا دھیان رکھنا چاہئے کہ نماز حق تعالیٰ سے مناجات اور ہم کلامی کا مقام اشرف اور بزرگ محل ہے اور جہاں تک ہو سکے خطرات کو دفع کرے۔ حضرت صحابہ کرامؓ اس کی اتنی کوشش کیا کرتے تھے کہ اگر نماز میں مال کا دھیان آ جاتا تو اس کے کفارہ میں وہ سارا مال راہِ خدا میں خیرات کر دیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نماز سے اصل مقصود عمل باطن اور حضور قلب ہی ہے۔

آداب تلاوت قرآن: قرآن شریف وضو کر کے خوشبو لگا کر نہایت ادب کے ساتھ تلاوت کرنا چاہئے۔ قرآن میں دیکھ کر تلاوت کرنے کا ثواب دو چند ہے۔ دیکھ کر قرآن شریف تلاوت کرنے سے آنکھ بھی عبادت میں شریک ہوتی ہے جس کی وجہ سے ثواب دو چند ملتا ہے۔ اصلاح قلب کے لئے جہر کے ساتھ تلاوت کرنا زیادہ موثر ہے۔ قرآن شریف تلاوت کرتے وقت یہ تصور رکھنا چاہئے کہ میں گویا حق سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے پڑھ رہا ہوں اور اگر یہ تصور قائم نہ ہو تو کم ازکم یہ تصور ضرور ہونا چاہئے کہ گویا حق تعالیٰ ہم سے خطاب فرما رہے ہیں۔ تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنے کو گنہگار اور اہل تقصیر کے زمرہ میں شامل سمجھے۔

رات کو کیونکر سونا چاہئے: ایک روز ارشاد فرمایا کہ رات کو باوضو سونا چاہئے۔ سچی خواب نظر آئے گی۔ تنہا مکان میں سونا اچھا نہیں۔ جس چھت کا احاطہ نہ ہو یا جس مکان کا دروازہ نہ ہو ایسے مکان میں سونے کی ممانعت ہے۔ طلوع صبح صادق کے وقت سونے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ زمین حق تعالیٰ سے شکایت کرتی ہے۔ عصر کے بعد سونا بھی اچھا نہیں۔

مفتی صاحبان کے لئے ایک لمحہ فکریہ: ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ تقی الدین سبکیؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص خدا پاک سے ڈرتا ہے وہ کلمہ گو مسلمان کو کافر کہنے سے سخت اجتناب کرے گا اور اسی کو ایک بہت بڑی بات سمجھے گا۔ آپ نے فرمایا کہ کسی مسلمان پر کفر کا فتویٰ لگانا ایک نہایت خطرناک فتویٰ ہے کیونکہ جو شخص کسی پر کفر کے فتوے لگاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب

یہ ہے کہ فلاں شخص آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور دنیا میں اس کا خون اور
مسلمانوں کے لئے حلال ہوگا۔ اور یہ کہ وہ آدمی کسی مسلمان عورت سے نکاح کرنے کا مجاز نہیں
اور اس پر کسی حالت میں خواہ وہ مردہ ہو یا زندہ اسلام کے احکام جاری نہیں ہوسکتے۔

اسلام ایک بہت بڑی نعمت اور دولت ہے: ایک روز ارشاد فرمایا کہ اسلام ایک بہت بڑی
نعمت اور دولت ہے۔ غیر مسلم اگر تمام انسانوں اور جنوں کے مطابق بھی عبادت کریں تب بھی
اللہ سے دور ہے اور غضب خداوندی کا مستحق ہے۔ اس لئے کہ غیر مسلم خدا کا باغی ہے۔ باغی
تمام کمالات وفضائل بغاوت سے مٹ جاتے ہیں۔ مسلمان بندہ خواہ کتنا ہی گنہگار سہی پھر بھی اللہ
کے دربار سے ایک حصہ بندگی حاصل ہے۔ گنہگار بادشاہ کی وفادار رعایا ہے۔ یہ بات دوسری
کہ اس سے کسی جرم کا ارتکاب ہوگیا۔ اس کا جرم خواہ کتنا ہی سنگین کیوں نہ ہو بغاوت کے جرم
خودتر ہے۔ بادشاہ سے تعلق اس کا باقی ہے اس کے مراحم خسرانہ کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ہے۔ قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ
یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا۔ (اے رسول کہہ دواے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں کو فضول
اور بیہودہ کاموں میں خرچ کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف
دیتا ہے) مزید ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ (اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں
کرتا)

مدرسہ یا بربادی کا زمانہ: ایک روز ارشاد فرمایا کہ امام غزالی تصنیف وتدریس اور افتا کو چھوڑ کر
صوفیا کا طریقہ اختیار کر کے جنگلوں میں پھرا کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں کسی شخص نے امام موصوف
سے کوئی مسئلہ کے متعلق فتوے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا جا دور ہو تم نے مجھے "ایام البطالۃ" کی
یاد دلا دی۔ اگر تو میرے پاس اس زمانہ میں آتا جب میں تدریس وافتا کا کام کیا کرتا تھا تو میں
تجھے فتویٰ دیتا۔

صوفیا کے طریقے میں منسلک ہونے کے بعد امام عالیمقام کو اب درس ومدرسہ وسوسہ
نظر آنے لگا اور آپ نے اس زمانہ کو باطل و بربادی کا وقت قرار دیا۔ (کیونکہ وہ اللہ کی محبت
آشنائی اور اس کی معرفت سے دوری کا زمانہ تھا)

اولیاء اللہ عوام کی نظروں سے کیوں پوشیدہ ہیں: ایک روز ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے

فرمایا ہے۔ کہ اولیائی تحت قبائی (میرے اولیا میرے قبا کے نیچے ہیں) حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس میں بھی ایک مصلحت ہے وہ یہ کہ اولیاء صفاتِ الٰہی کے مستحق قرار پاتے۔ ان کی مخالفت گویا حق کی مخالفت اور ان کی اطاعت گویا حق کی اطاعت ہے۔

مریدوں کی اقسام: ایک روز ارشاد فرمایا کہ مونس العاشقین میں مذکور ہے کہ مرید دو قسم کے ہوتے ہیں ایک رسمی اور دوسرا حقیقی۔ رسمی مرید وہ ہیں کہ پیر مرید کو اس طرح تلقین کرے دیکھی ہوئی چیز کو دیکھی ہوئی اور سنی ہوئی کو نہ سنی ہوئی معلوم کرے اور مذہب اہل سنت والجماعت پر قائم رہے۔ اور مرید حقیقی وہ ہے کہ پیر مرید کو تلقین کر کے کہے تو میرے ساتھ سفر اور حضر میں ساتھ راہ اور میں تیرے ساتھ رہوں۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مرید حقیقی کے واسطے ایک شرط اور ہے وہ یہ کہ تین کام اپنے اوپر لازم سمجھے:

(۱) غسل شریعت: یعنی اپنے آپ کو ناپاکی (جنابت) سے پاک رکھے۔

(۲) غسل طریقت: یعنی گوشہ تنہائی اختیار کرے۔

(۳) غسل حقیقت: یعنی دل سے توبہ کرے۔

حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مرید حقیقی کے لئے ایک شرط اور بھی ہے وہ یہ کہ جو کچھ پیر کہے مرید اس پر بے چون و چرا ایمان لائے اور کسی قسم کا اس میں شک وشبہ نہ کرے۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت شیخ شبلیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی حضرت شیخ نے فرمایا کہ اگر تم میرے کہنے پر عمل کرو تو بیعت کر سکتا ہوں۔ اس نے عرض کیا جو کچھ حضور فرمائیں گے بسر و چشم منظور ہے فرمایا کلمہ سناؤ۔ مرید نے پڑھا۔ لَاالٰہَ اَلّا اللّٰہُ مُحمّدُ رَسُولُ اللّٰہ حضرت شیخ شبلیؒ نے فرمایا کہ اس طرح نہیں اس طرح پڑھو۔ لَاالٰہَ اَلّا اللّٰہُ شبلی رَسُولُ اللّٰہ اس آدمی کا چونکہ اعتقاد پختہ تھا اس نے اسی طرح کلمہ پڑھا حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں تو حضور سرور عالم ﷺ ادنی ترمن غلام ہوں۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ خاتم النبین اور رسول خدا ہیں۔ میں نے تو تیرے اعتقاد کا امتحان کیا تھا سو تو اپنے اعتقاد میں پکا ہے۔ اسی وقت مرید کر لیا۔

سجدۂ تعظیمی: ایک روز ارشاد فرمایا کہ میں اپنے شیخ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کی مجلس میں حاضر تھا۔ سجدہ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی حضرت شیخ نے فرمایا کہ سجدہ عبادت کے

سوائے حق سبحانہ وتعالیٰ کے کسی اور کے لئے درست نہیں لیکن سجدۂ تعظیمی پہلے نبیوں کی امت کو مستحب تھا وہ اپنے ماں باپ۔ پیر اور سلاطین کو سجدۂ تعظیم کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں استحباب سجدۂ تعظیم کا موقوف ہو گیا لیکن اباحت اس کی باقی رہ گئی۔ اس لئے سجدۂ تعظیمی کرنے سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔

حقیقت توبہ: ایک روز ارشاد فرمایا کہ توبہ سب سے بہتر وہ ہے کہ جب توبہ کرلے تو پھر گناہ کے پاس نہ جائے۔ شریعت کے نزدیک اگر اس طرح توبہ نہ کی جائے تو توبہ درست نہ ہو گی۔ راہ سلوک میں توبہ اس کو کہتے ہیں کہ جب توبہ کرنے والا توبہ کرے تو اگر مٹی کو ہاتھ میں اٹھائے تو مٹی فوراً سونا ہو جائے اور یہی توبہ قبول ہونے کی علامت ہے۔ دیکھو حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ نے راہ زنی سے توبہ کی۔ انہوں نے لوٹ کا مال ان کے مالکوں کو واپس کر دیا۔ انہی لوگوں میں ایک یہودی بھی تھا۔ جو کوئی چیز لینے سے خوش نہ ہوتا تھا۔ خواجہ صاحب نے ہر چند اس کی چیز اسے دی چاہی مگر اس یہودی نے قبول نہ کی۔ آخر یہودی نے پاس آکر عرض کیا۔ کہ اگر حضور اپنے پاؤں کے نیچے سے ایک مٹھی خاک مرحمت فرمائیں تو میں آپ سے خوش ہو جاؤں گا۔ خواجہ صاحب نے اپنے پاؤں کے نیچے سے ایک مٹھی اٹھا کر یہودی کو دی وہ مٹی سونا بن گئی۔ یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ یہودی نے بیان کیا کہ میں نے توریت میں لکھا ہوا دیکھا کہ جو کوئی خلوص دل سے توبہ کرتا ہے تو اگر توبہ کرنے والا مٹی ہاتھ میں لے تو وہ سونا بن جاتی ہے۔

مقام قرب الٰہی تک پہنچنے کا راستہ: ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ آدمی کا ہر عضو شہوت اور خواہش سے مرکب ہے عبادت کے وقت یہ شہوت حجاب بن جاتی ہے۔ سو جب تک آدمی شہوت اور خواہشات سے توبہ نہ کرے اور نجاست ظاہری و باطنی سے اعضاء کو پاک نہ کرے حاشا وکلا مقام قرب الٰہی تک نہیں پہنچ سکتا۔

طالب کو رات دن حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہنا چاہئے: ایک روز ارشاد فرمایا کہ طالب حق کو چاہئے کہ رات دن حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہے اور کسی حال میں غافل نہ رہے کیونکہ زندگی کی سانسوں کی تعداد انسان کے جسم فانی میں محدود ہے۔

غافل از احتیاط نفس یک نفس مباش
شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود

مشغولی اِلیٰ اللہ کے اوقات: ایک روز ارشاد فرمایا کہ خدا کے ساتھ مشغولیت کے ساتھ اوقات ہیں۔ تین وقت دن میں اور چار وقت رات میں۔ دن کے اوقات یہ ہیں۔

(۱) صبح سے اشراق تک

(۲) اشراق سے چاشت تک

(۳) نماز عصر سے مغرب تک۔

اور رات کے اوقات یہ ہیں۔

(۱) مغرب سے عشاء تک

(۲) عشاء سے تہجد تک

(۳) تہجد سے صبح کاذب تک

(۴) صبح کاذب سے صبح صادق تک۔

دل کی صفائی کن باتوں سے حاصل ہوتی ہے: ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ ان پانچ باتوں کے التزام سے دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے۔

(۱) مسواک کرنا۔

(۲) تلاوت کلام پاک۔ اور اگر قرآن نہ پڑھ سکے تو جس قدر ممکن ہو روزانہ سورۃ اخلاص پڑھا کرے۔

(۳) صوم دوام۔ اور اگر ہمیشہ روزے نہ رکھ سکے تو ایام بیض کے روزے قضا نہ ہوں۔

(۴) قبلہ رو بیٹھنا۔

(۵) ہر وقت باوضو رہنا۔

ذکر جلی و خفی: ایک روز ارشاد فرمایا کہ سالک کو چاہئے زبانی ذکر کیا کرے تاکہ ذکر جلی کی سے ذکر خفی حاصل ہو جائے کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ شروع میں پہلے تین دفعہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ کر چوتھی مرتبہ مُحَمَّد رَسُوْلُ اللّٰہ کہیں پھر پانچویں، چھٹی اور ساتویں بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ کر مُحَمَّد رَسُوْلُ اللّٰہ کہیں اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ذکر کرتے وقت

سالک کو چاہئے کہ دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ کر لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کہے اور کہتے وقت سر کو اس طرح حرکت دے کہ دائیں طرف سے بائیں طرف لے جائے اور سالک اپنے ذہن میں تصور کرے کہ جو چیز سوائے اللہ تعالیٰ کے ہے اس کو میں نے اپنے دل سے دور کر دیا۔ اس کے بعد سر دائیں طرف سے بائیں جانب لے جا کر لَا اِلٰہ کہے اور اِلَّا اللّٰہ کہتے وقت یہ تصور ہو سوائے حق جل وعلا کے کوئی نہیں اس کے ذکر اسم ذات (اللہ) میں مشغول ہو جائے اور اسم ذات کا ذکر اس حد تک کرے کہ اللہ اللہ کی آواز دل کے کانوں سے سنائی دینے لگے۔

ذکر خفی ارشاد فرمایا کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ سانس روک کر اللہ اللہ کا ذکر کریں جس وقت دم گھٹنے لگے سانس لے کر پھر مشغول ہو جائیں اس طرح شغل کرنے سے دل روشن ہو جاتا ہے اور جو کدورت دل کے اردگرد ہوتی ہے جس نفس کی آگ سے سوخت ہو کر دل پاک صاف ہو جاتا ہے۔

نیکی اور بدی کا فلسفہ: ایک روز ارشاد فرمایا کہ میرے پیر و مرشد نے فرمایا کہ میں نے ایک کتاب میں لکھا دیکھا ہے کہ تمام بُرائیاں ایک گھر میں جمع ہیں اس کی کنجی دنیا کی دوستی ہے۔ اور تمام نیکیاں ایک مکان میں جمع ہیں اور اس کی کنجی دنیا کی دشمنی ہے۔

دنیادار کے گھر میں راحت نہیں ہوتی: ایک روز ارشاد فرمایا کہ میرے حضرت شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ دنیادار کے گھر میں راحت نہیں ہوتی۔ راحت فقیر کے گھر میں ہوتی ہے۔ اس لئے کہ دنیا پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔

ایام بیض کے روزے: ایک روز ارشاد فرمایا کہ جب حضرت آدمؑ جنت سے زمین پر اتارے گئے تو ان کا سارا بدن سیاہ ہو گیا تھا جس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی حکم ہوا کہ مہینہ کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو روزے رکھا کرو۔ حضرت آدمؑ نے تیرھویں تاریخ کو روزہ رکھا تو ان کا تہائی بدن سفید ہو گیا۔ دوسرے دن ایک حصہ اور سفید ہو گیا۔ تیسرے دن تمام بدن اصلی حالت میں آ گیا۔

خدمت خلق ہی طریقت ہے: ایک روز ارشاد فرمایا کہ غریبوں اور بھوکوں کو کھانا کھلانا ہر مذہب میں پسندیدہ عمل ہے۔ بھوکوں کا پیٹ بھرنے اور اُن کو آرام پہنچانے اور ان کا دل ہاتھ میں لینے سے کوئی بہتر عمل نہیں ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک درویش نے حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ سے دریافت کیا کہ خُدا تک پہنچنے کے کتنے راستے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ موجودات

کے ذرات کے برابر خدا تک پہنچنے کے راستے ہیں مگر لوگوں کے دلوں کو آرام پہنچانے سے زیادہ کوئی نزدیکی راستہ نہیں۔

دردمند دلوں کی دوا: ایک روز ارشاد فرمایا کہ اصفہان میں ایک بادشاہ تھا۔ اس کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تھی وہ بادشاہ ہمیشہ خدا سے مانگا کرتا تھا۔ آخر دعا قبول ہوئی اور حق تعالیٰ نے اس کو ایک نہایت جمیل فرزند عطا فرمایا۔ بادشاہ کو اپنے بیٹے سے اتنی محبت تھی کہ وہ ایک لمحہ کو بھی اپنے بیٹے کو آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتا تھا۔ ایک روز کا واقعہ ہے بادشاہ محل میں گیا تھا۔ شہزادہ تفریح طبع کے لئے شکار کو چل دیا۔ راستے میں گانا ہو رہا تھا۔ گانے کی آواز جونہی شہزادے کے کانوں میں پڑی بیہوش ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ خدمت گار ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر محل سرائے میں لے آئے۔ شہزادہ بیمار ہو گیا۔ بادشاہ نے اطراف و جوانب کے طبیبوں کو بلا کر دکھایا۔ مگر کسی کو سمجھ میں نہ آیا کہ شہزادے کو کیا بیماری ہے۔ شہزادے کی یہ حالت ہو گئی کہ اس نے کھانا پینا ترک کر دیا۔ ہر وقت بیہوش پڑا رہتا تھا جب ہوش آتا تھا یہی کہتا تھا میرا دل جل رہا ہے۔ یہ کہہ کر پھر بیہوش ہو جاتا۔ آخر اسی حالت میں شہزادہ مر گیا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کا شکم چاک کر کے دیکھو کہ اسے کیا بیماری تھی۔ فرمان شاہی کے مطابق شہزادے کا شکم چاک کیا گیا تو اس کے پیٹ میں سے ایک سرخ رنگ کا پتھر نکلا۔ طبیب حیران تھے کہ یہ پتھر کیسا ہے؟ بادشاہ کو چونکہ شہزادے سے بے حد محبت تھی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس پتھر کے دو نگینے یادگار کے لئے بنائے جائیں۔ نگینے تیار ہو گئے ایک خزانہ میں رکھوا دیا اور ایک انگوٹھی میں جڑوا کر اُنگلی میں پہن لیا۔

بادشاہ شہزادے کے غم و سوگ سے فارغ ہو گیا۔ ایک روز بادشاہ کے سامنے گانا گایا جا رہا تھا۔ بادشاہ کی نظر جو انگوٹھی پر پڑی تو وہ نگینہ خون ہو کر بہہ گیا تھا۔ بادشاہ حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ حکماء کو بلا کر دریافت کیا کہ نگینہ کے خون ہو جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ شہزادہ حضور ﷺ کا عاشق تھا۔ اگر ہمیں اس کی زندگی میں یہ بات معلوم ہو جاتی تو اس کے سامنے معرفت کی غزلیں گائی جاتیں۔ ان کے ذریعے پتھر اندر ہی پگھل جاتا اور شہزادہ کو صحت کلی ہو جاتی۔ اس کے بعد بادشاہ نے خزانہ سے دوسرا نگینہ منگوا کر گانا شروع کیا تو وہ بھی خون بن کر بہہ گیا۔

یہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد خواجہ صاحب نے فرمایا کہ گانا دردمندوں کے واسطے دوا ہے

جو شخص صاحب ذوق ہوتا ہے۔ حقانی شعر سن کر اسے ذوق پیدا ہوتا ہے اور اگر صاحب ذوق ہو تو سماع اس کے لئے بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف ہے۔

سماع اور اس کی حلت و حرمت: ایک روز ارشاد فرمایا کہ میرے پیر و مرشد کی مجلس میں سماع تذکرہ تھا حضرت شیخ نے زبان مبارک سے فرمایا کہیں نے حضرت سلطان المشائخ نظام الملۃ والدین حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ سماع کی چار قسمیں ہیں (۱) حلال (۲) حرام (۳) مکروہ (۴) مباح اس کی تفصیل یہ ہے کہ:

(۱) اگر صاحب وجد کا دل زیادہ تر حق سبحانہ کی طرف ہے تو اس کے لئے سماع مباح ہے۔

(۲) اور اگر دل مجاز کی طرف ہے تو یہ سماع مکروہ ہے۔

(۳) اور اگر بالکل حق سبحانہ کی طرف ہے تو سماع حلال ہے۔

(۴) اور اگر بالکل مجاز کی طرف ہے تو اس کے لئے سماع حرام ہے۔

چہار عالم: ایک روز ارشاد فرمایا کہ جو شخص چار عالم کو نہیں جانتا وہ درویش نہیں اور اس کو لباس فقیری پہننا زیب نہیں دیتا۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے اوراد میں لکھا ہے کہ چار عالم سے ایک عالم ناسوت دوسرا ملکوت تیسرا جبروت چوتھا لاہوت ہے۔

عالم ناسوت حیوانات کا مقام ہے اس کے فعل حواس خمسہ کے ہیں جیسے کھانا۔ پینا سونگھنا۔ سننا۔ جب سالک اس عالم سے ریاضات و مجاہدات کے بعد گزرتا ہے تو ان تمام صفات سے گزر کر دوسرے عالم کا نام عالم ملکوت ہے۔

عالم ملکوت فرشتوں کا مقام ہے جن کا فعل تسبیح و تہلیل و قیام رکوع اور سجود ہے۔ سالک اس مقام سے گزر کر پھر تیسرے عالم میں آتا ہے۔ اس عالم کا نام جبروت ہے۔

عالم جبروت عالم روح کا مقام ہے۔ روح کا فعل صفات حمیدہ ہے مثلاً ذوق۔ محبت اشتیاق۔ طلب۔ وجد۔ شکر۔ صحو اور محو۔ پھر سالک ان صفات سے گزر کر چوتھے مقام میں جاتا ہے اس کو عالم لاہوت کہتے ہیں۔ جب طالب اس مقام میں پہنچتا ہے تو اپنی خودی سے جدا ہو جاتا ہے اس مقام کو لامکان بھی کہتے ہیں۔ اس عالم کے بارے میں گفتگو اور جستجو کا کام نہیں۔

حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ عالم ناسوت نفس کی صفت ہے۔ عالم ملکوت دل

صفت ہے۔ عالم جبروت روح کی صفت ہے۔ اور عالم لاہوت نظر رحمٰن کی صفت ہے۔

محبت الٰہی کا معیار: ایک روز ارشاد فرمایا کہ ایک مجلس میں میرے پیر و مرشد حضرت خواجہ نصیر الدین دہلیؒ نے فرمایا کہ محبت اس کو کہتے ہیں کہ جو چیز تم کو سب سے زیادہ محبوب ہو وہ اپنے محبوب پر قربان کر دو۔ حضرت ابراہیمؑ نے حق تعالیٰ کی محبت میں اپنے محبوب بیٹے اسمٰعیل کو قربان کر دیا۔ حکم ہوا۔ ابراہیم تو ہماری دوستی میں ثابت قدم نکلا اپنے بیٹے کو قربان نہ کر۔ میں نے اس کے اوپر فدا کرنے کے لئے بہشت سے ایک دنبہ بھیجا ہے اس کی قربانی کر اور اپنے بیٹے اسمٰعیل کو چھوڑ دے۔ اس کے بعد حضرت پیر و مرشد چشم پُر آب ہوئے۔ ہائے ہائے کر کے رونے لگے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا سچا وہی آدمی ہے کہ اگر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا آگ میں جلا دیا جائے تو وہ اس وقت بھی ثابت قدم رہے۔ جو آدمی ایسا نہ ہوگا وہ محبت میں ثابت قدم نہ ہو گا۔ اس کے بعد فرمایا دلیل العاشقین میں ہے کہ جب حضرت خواجہ منصور حلاج ؒ کو سولی پر چڑھانے کا حکم دیا تو آپ رقص کرنے لگے سولی کے سر پر آ کر مخلوق کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے کہ محبت اور عشق کی دو رکعت نماز کے لئے وضو اپنے ہی خون سے کرنا پڑتا ہے۔ جو دار پر چڑھنے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ حضرت شیخ شبلیؒ نے سوال کیا کہ محبت میں کامل کس کو کہتے ہیں حضرت خواجہ منصورؒ نے جواب دیا کہ محبت میں کامل وہی آدمی ہے کہ اگر اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا جائے تو وہ محبوب کے لئے اپنا خون بہا دے۔ پہلے دن اس کو قتل کریں اور وہ دم نہ مارے۔ دوسرے دن جلا کر خاک کر دیا جائے تو سانس نہ مارے۔ تیسرے روز اس کی خاک کو دریا میں بہا دیا جائے تو چوں نہ کرے۔ محبت میں اس قدر ثابت قدم اور سچا رہے گا وہی شخص مقام محبت کے قابل ہے۔

حضرت بختیار کاکیؒ کی فضیلت: ایک روز ارشاد فرمایا کہ سبع سنابل میں حضرت خواجہ حمید الدین ناگوریؒ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ میں بوقت تدفین حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ مزار پر موجود تھا مجھے بطور کشف کے نظر آیا کہ منکر نکیر حضرت قطب الاقطاب کے سامنے آ کر مودب بیٹھ گئے۔ اسی اثنا میں دو فرشتے اور آئے۔ حق تعالیٰ کا سلام خواجہ صاحب کو پہنچایا اور ایک کاغذ سبز روشنائی کا لکھا ہوا نکال کر خواجہ صاحب کے ہاتھ میں دیا۔ اس کاغذ میں لکھا ہوا تھا۔ اے قطب الدین میں تم سے خوش ہوں اور میں نے تمہاری برکت سے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے سب گنہگاروں کی قبروں سے عذاب اٹھالیا اس لئے کہ جب زندوں نے تم سے نفع حاصل کیا تو مردے بھی تم سے نفع حاصل کریں۔ اس کے فوراً بعد دو فرشتے اور آئے۔ حضرت خواجہ صاحب کو حق تعالیٰ کا سلام پہنچایا اور منکر نکیر سے کہا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ہمارے قطب سے سوال نہ کرو۔ میں نے اپنے قطب سے خود سوال کر لیا ہے اور وہ سوال کا جواب ہم کو دے چکے ہیں۔ تم واپس آ جاؤ۔

امام بخاری کے شیخ کا سماع سننا: ایک روز ارشاد فرمایا کہ امام ابراہیم بن سعد بہت بڑے عالم حدیث ہیں وہ حضرت امام شافعی اور امام بخاری کے استاد تھے وہ اپنے شاگرد طالب علموں کو حدیث سنانے سے پہلے ان کو محظوظ کرنے کے لئے سماع سنایا کرتے تھے اور ان کے لئے دف سجائی جاتی تھی۔

خدا تک پہنچنے کی راہ: وہ تمام ؑا جن میں غیر خدا گھسا ہوا ہو اللہ سے جدا ہونے کی علامات ہیں جیسے ایک شہر سے دوسرے شہر تک جانے کا راستہ ہوتا ہے اس میں بلندی بھی ہوتی ہے نشیب بھی صحرا بھی ہوتا ہے۔ اس میں بلندی بھی ہوتی ہے اور سرسبز وادی بھی۔ منزل مقصود اس سے آگے ہوتی ہے۔ جو شخص بلندی کی لذت میں پھنس کر رہ جاتا ہے یا اتار کی مشقت سے گھبرا جاتا ہے یا چٹیل میدان اور پیاس کی سوزش سے گھبرا جاتا ہے یا چشموں کی تروتازگی اور سبزے سے دل لگا بیٹھتا ہے وہ منزلِ مقصود تک پہنچنے سے رہ جاتا ہے۔ اور جو شخص راہ کی لذتوں یا کلفتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے منزل مقصود کی دُھن میں برابر چلتا رہتا ہے۔ وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں چلنے کو اگر درمیانی حالات کی دشواریوں نے ان کے حالات کے بدلنے والے خدا سے پھیر دیا تو اس کی غرض فوت ہو جائے گی۔ اس کا رشتہ خدا سے ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر راہ کی تمام گھاٹیوں کو خواہ وہ مزیدار ہوں یا تلخ پس پشت ڈال کر آگے بڑھتا رہا تو اعلیٰ درجہ پر کامیاب ہوگا۔

کلیم اور حبیب میں کیا فرق ہے؟: ایک روز ارشاد فرمایا کہ ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے مناجات کی تو نے مجھے اپنا کلیم بنایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حبیب بنایا۔ الٰہی کلیم اور حبیب میں کیا فرق ہے؟ ارشاد ہوا اے موسیٰ کلیم وہ ہے کہ وہ مجھے دوست رکھے اور حبیب وہ ہے کہ میں اسے دوست رکھوں۔ اے موسیٰ کلیم وہ ہے کہ دنوں کو روزے رکھے اور راتوں کو عبادت

میں بسر کرے۔ اور چالیس روز اسی طریقہ پر گزارے تب اس کے بعد طور سینا پر آئے تب ہمارے ساتھ کلام کر سکے اور حبیب وہ ہے کہ اپنے فرش پر خواب استراحت میں آرام فرمائے میں جبرئیل امین کو اس کی طلب کو بھیجوں پھر اسے پلک جھپکانے سے پہلے اپنی جناب قدس میں بلاؤں اور اسے ایسے مرتبہ پر پہنچاؤں جس کا فہم کسی مخلوق کا ادراک نہ کر سکے۔

مرشد کی محبت: ایک روز ارشاد فرمایا کہ مرشد کی محبت عین اللہ و رسول کی محبت کی علامت ہے۔ مرشد رسول اللہ ﷺ کا سچا نائب ہوتا ہے۔ عاقل کو چاہئے کہ کام کے انجام پر نظر رکھے۔ اور دشمنان ظاہری کے لئے دعائے ہدایت کرے۔ فقیر کو چاہئے کہ گوشہ خاموشی میں بیٹھ کر اپنے کام میں مشغول رہے۔

پیر پرستی، در حقیقت، خدا پرستی ہے: ایک روز ارشاد فرمایا کہ پیر پرستی ہی در حقیقت خدا پرستی ہے۔ ایک روز حضور ﷺ نے حضرت عمر فاروق ؓ سے دریافت کیا اے عمر تم مجھے دوست محبوب سمجھتے ہو؟ حضرت فاروق ؓ نے کہا ہاں یا رسول اللہ! حضور ﷺ نے فرمایا کیا اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب و عزیز سمجھتے ہو۔ حضرت فاروق ؓ نے فرمایا حضور ﷺ! جان سے تو زیادہ محبوب نہیں سمجھتا۔ انسان کے لئے اپنی جان سے زیادہ اور کوئی چیز عزیز نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب تک تم مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز نہیں سمجھو گے تم ایمان دار نہیں بن سکو گے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ایمان کے ساتھ خود پرستی جمع نہیں ہو سکتی اور خدا پرستی بغیر پیر پرستی کے نصیب نہ ہو گی۔ پیر پرستی ہی در حقیقت خدا پرستی ہے۔ اگر کوئی شخص دو سو برس تک لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ کہتا ہے اور مُحَمَّد رَّسُوْلُ اللّٰہ کا قائل نہ ہو۔ وہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمر فاروق ؓ حضور ﷺ کے سچے عاشق تھے۔ فوراً ہی کھڑے ہو کر عرض کیا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھتا ہوں ایک جان کیا سو جان آپ پر فدا ہیں۔

فقر، زہد اور قناعت کی تعریف: ایک روز ارشاد فرمایا کہ فقر کی تعریف یہ ہے کہ ضرورت کے قابل بھی نصیب نہ ہو۔ جو شخص اس ناداری پر مسرور ہو اور ضرورت سے زیادہ کو ناپسند سمجھتا ہو۔ وہ اصطلاح طریقت میں زاہد کہلاتا ہے۔ اور اگر زائد سے نہ کراہت ہو نہ رغبت تو اس کا نام رضا ہے اور اگر زائد کی طلب نہ ہو مگر محبوب یہی ہو کہ زائد ملے تو اس کو قانع کہتے ہیں۔ اور زیادہ کی رغبت ہو مگر اس کی حصول کی کوشش طلب عاجز ہونے کی وجہ سے چھوڑ دی ہو تو اس کا نام حریص ہے اور

اگر ضروریات کا محتاج ہو اور میسر نہ آئے تو اس کا نام مضطر ہے۔

ان سب میں سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ مال کا وجود عدم برابر ہو جائے اصطلاح طریقت میں اس کا نام استغنا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جن روایات میں فقر کی فضیلت آئی ہے وہاں یہی درجہ استغنا مراد ہے۔

انبیا علیھم السلام کے سچے جانشین کون ہیں؟: ایک روز ارشاد فرمایا کہ تفسیر بحر مواج کے مصنف شیخ شہاب الدین دولت آبادی نے حضرت شیخ بدیع الدین شاہ مدارؒ کی خدمت میں لکھا کہ حدیث العلماء ورثۃ الانبیاء (یعنی عالم لوگ انبیاء کے وارث ہیں) اس سے علمائے ظاہر مراد ہیں تا کہ علمائے طریقت؟ حضرت شاہ مدارؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ علمائے ظاہر کا علم اکسابی ہے۔ یہ لوگ کسب اور کوشش سے علم حاصل کرتے ہیں۔ جو چیز کسب اور کوشش سے حاصل ہوتی ہے وہ میراث نہیں ہوتی۔ فقراء کا علم وہبی یعنی خدا کی بخشش ہے۔ خود بخود دل میں القا ہوتا ہے۔ فقراء تمام انسانوں کے سردار اور تمام مخلوق سے اشرف ہیں اس لئے انبیاء علیھم السلام کے واقعی جانشین اولیائے کرام ہیں علمائے ظاہر نہیں۔

شیطان کا تکبر: ایک روز ارشاد فرمایا کہ شیطان زہد و ریاضت کے سبب پہلے آسمان سے دوسرے پر اور دوسرے سے تیسرے پر سماوات سے گزر کر ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کا بادشاہ اور افسر اعلیٰ بن گیا۔ سب فرشتے اس کے تابع فرمان تھے۔ ہزارہا برس تک فرشتوں کو سبق پڑھاتا رہا۔ تمام فرشتے ادنےٰ اعلیٰ اس سے تعلیم پاتے تھے۔ خدا تعالیٰ کے قریب اور نزدیکی میں فرشتے اس سے مدد و اعانت حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت میکائیلؑ نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ اگر ہم سے اتفاقاً کوئی خطا قصور سرزد ہو جائے تو اس کو کس طرح بخشوائیں۔ کس کو شفیع بنائیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ ہم عزازیل کو شفیع بنائیں گے۔ اس کی سفارش کی برکت خدا تعالیٰ ہمارا گناہ معاف فرمادے گا۔ یہ تھا عزازیل کا اعزاز مگر جس وقت خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سب آدم کو سجدہ کرو تو شیطان نے حسد کے مارے سجدہ نہ کیا اور مغرور شان میں کہنے لگا کہ میں تو اس مٹی کے پتلے کو سجدہ نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے غضب ناک ہو کر ستر ہزار من کا طوق لعنت اس کی گردن میں ڈال کر فرشتوں کی صف سے باہر نکال دیا۔

حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیطان نے ۶ لاکھ برس خدا کی اطاعت کی تھی۔ تمام

روئے زمین پر کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہی تھی جہاں اس نے سجدہ نہ کیا ہو۔ شیطان نے عجب اور تکبر کی وجہ سے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا راندہ درگاہ ہو گیا۔ جو لوگ خدا کی اطاعت نہیں کرتے نماز نہیں پڑھتے ان کے لئے یہ واقعہ جائے عبرت ہے۔

فرمان مرشد فرمان خدا سمجھو: ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ پیر نے جو بات جس طرح فرمائی ہو۔ مرید اس کے من جانب خدا تصور کرے اور کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اپنے فہم کا قصور جانے صفائی اور تزکیہ حاصل کرنے کے بعد اس بات کا اسی طرح محل صواب میں ہونا ظاہر ہو جائے گا۔ دیکھو سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کو ان کے پیر و مرشد حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے ایک دعا تعلیم فرمائی تھی حضرت سلطان المشائخ وہ دعا ہمیشہ بطور ورد پڑھا کرتے تھے اس دعا میں بعض اعراب بظاہر (حسب قواعد صرف ونحو) غلط معلوم ہوتے تھے۔ بعض علمائے ظاہران کی تصحیح بھی کیا کرتے تھے۔ مگر حضرت محبوب الٰہی وہ دعا اسی طرح پڑھتے رہے اور انہوں نے قواعد صرف ونحو کا کوئی خیال نہ کیا۔ حتیٰ کہ ایک روز آپ نے اپنے کسی مُرید کو دعا فرمائی اس مُرید نے عرض کیا حضرت یہ اعراب غلط ہے۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اگر میں یہ اعراب غلط تصور کروں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ میرے پیر و مرشد نے غلطی کی یہ بات محال ہے۔ بالآخر علماء نحو کی چھان بین کی تو معلوم ہوا کہ حضرت سلطان المشائخ جو اعراب پڑھا کرتے تھے وہی اعراب حسب قواعد نحو صحیح تھا۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ سالک کی راہ خدا کی ایسی باتوں کے درپے نہ ہونا چاہئے۔ جن سے پیر و مرشد کی غلطی یا تنقیص ظاہر ہوتی ہو۔ شیخ کے کلام کو خدا کا کلام تصور کرنا چاہئے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

آجکل دل مسخ ہو جاتے ہیں: ایک روز ارشاد فرمایا کہ لطائف قشیری میں مذکور ہے کہ گزشتہ انبیاء کی امتوں کے جسم اور چہرے اور قلب مسخ ہو جایا کرتے تھے۔ لیکن ہمارے نبی کی دُعا کی برکت سے اب جسم اور چہرے مسخ نہیں ہوتے لیکن قلب مسخ ہو جاتا ہے۔ قلب کا مسخ ہو جانا بھی ایک بہت بڑی مصیبت ہے۔

جنات کی شرارت: ایک روز ارشاد فرمایا کہ میں اور مولانا برہان الدین ساویؒ غیاث پور سے

لوٹ کر آرہے تھے۔ مولانا موصوف نے مجھ سے قصہ بیان کیا کہ ہمارے اصطبل میں ایک نہایت ہٹا کٹا نوجوان رہا کرتا تھا۔ اس کی شادی بھی ہوگئی تھی مگر وہ اپنی بیوی کے پاس نہ جا سکتا تھا۔ لوگ حیران تھے کہ یہ جوان اپنی بیوی سے ہمبستر نہیں ہوتا اس کی صحت روز بروز کیوں خراب ہوتی جا رہی ہے؟ لوگوں نے اس سے دریافت کیا مگر اس نے بتانے سے انکار کر دیا۔ بالآخر دوستوں کے مجبور کرنے پر اس نے بتایا کہ روزانہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی آدمی مجھے پکڑ کر میرے دونوں ہاتھ کمر کے پیچھے باندھ دیتا ہے۔ اور میری بیوی کے ساتھ جو طبیعت میں آتا ہے کرتا ہے۔ مجامعت سے فارغ ہو کر میرے ہاتھ کھول کر رخصت ہو جاتا ہے۔ اس آدمی کی غیر موجودگی میں اگر اگر کبھی بیوی کو ہاتھ لگانا چاہتا ہوں تو غیب سے ایک ہاتھ ظاہر ہو کر اتنے زور سے ایک چانٹا رسید کرتا ہے کہ کئی کئی روز تک میرے سر میں درد رہتا ہے۔ جس اصطبل خانہ میں یہ واقعہ رونما ہوتا تھا وہ ہمارے شیخ کی خانقاہ کے متصل تھا۔ ہم لوگوں نے یہ واقعہ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کسی ایسے آدمی کا انتظام کرو جو رات کو کشمیری دروازے کے باہر جا کر سوئے۔ اس نوجوان نے عرض کیا حضرت میں سو جاؤں گا۔ حضرت شیخ نے کاغذ پر کچھ لکھ کر اسے دیتے ہوئے فرمایا کہ فلاں رات کو کشمیری دروازے کے باہر رہنا۔ اول تجھے ہولناک آواز سنائی دے گی پھر کچھ صورتیں ہاتھیوں۔ بندروں اور شیر وغیرہ کی نظر آئیں گی۔ مگر ان سے ذرا بھی خوف نہ کھانا۔ آخر میں ایک مرد سفید پوش گھوڑے پر سوار آئے گا۔ اس کے پیچھے کچھ سفید پوش اور بھی سوار ہوں گے۔ تو یہ کاغذ سفید پوش کو دکھانا۔

یہ نوجوان حضرت پیر و مرشد کا مکتوب ہاتھ میں لے کر کھڑا ہو گیا۔ آخر میں جب سفید پوش سوار آیا اور اس کی نظر اس مکتوب پر پڑی تو وہ فوراً گھوڑے سے اتر کر غیاث پور کی سمت سجدہ ریز ہوا۔ اور اس نوجوان سے کہنے لگا کہ ابھی تمہارا مجرم پکڑوا دیتا ہوں۔ سفید پوش سوار نے وہ سب جو مختلف صورتوں شکلوں میں اس کے آگے سے گزرے تھے واپس بلائے اور کہا کہ ان میں اپنا مجرم پہچان لے۔ نوجوان نے کہا ان میں نہیں ہے۔ سوار نے حکم دیا کہ ہمارا کوئی شخص رہ تو نہیں گیا۔ تلاش کرنے پر پتہ چلا کہ ہاں ایک پوشیدہ ہے۔ چنانچہ اس کو حاضر کیا گیا۔ اس کے منہ پر کپڑا لپیٹا ہوا تھا تاکہ اس کو شناخت نہ کیا جا سکے۔ اس نوجوان نے پہچان کر کہا ہاں یہی میرا مجرم ہے۔ سفید پوش سوار نے کہا دیکھ یہ گھر حضرت نظام الدین اولیاء کے خدام کا ہے۔ تو اس حرکت

سے باز آجا۔ اس جن نے جواب دیا۔ میں اس عورت پر عاشق ہوں میں ہرگز باز نہ آؤں گا۔ سفید پوش نے اسی وقت جلاد کو بلا کر اس بدکار کا سر قلم کرا دیا نوجوان سے کہا کہ اپنے شیخ سے ہمارا اسلام عرض کر کے کہنا کہ آپ کے حکم کی تعمیل کر دی گئی اس بدکار کو قتل کر دیا گیا۔

مصیبت کی شکایت نہ کرنی چاہیئے: ایک روز ارشاد فرمایا کہ انسان کی بھی عجیب حالت ہے جب اس پر کوئی افتاد پڑتی ہے تو اس پر ہائے واویلا کر کے لوگوں سے شکوہ کرتا ہے وہ نہیں سمجھتا کہ مخلوق نہ تیری دوست بن کر فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ دشمن بن کر ضرر۔ لوگوں سے شکوہ شکایت کرنے کے تو یہ معنی ہیں کہ اس آدمی نے مخلوق پر اعتماد کیا اور ان کو تصرفات الٰہی میں شریک ٹھہرایا ظاہر ہے کہ اس شرک کا وبال پڑے گا اور وہ ان باتوں سے اللہ سے اور دور ہو جائے گا۔

جب تقویٰ نہیں تو کوئی عزت نہیں: ایک روز ارشاد فرمایا کہ ابن آدم کی ہستی کیا ہے۔ وہ ایک ذلیل پانی (قطرہ منی) سے پیدا ہوا ہے۔ اسے اپنی حقیقت پر غور کرنا چاہیئے اور خدا کے سامنے اظہار عجز و ذلت کر کے اس کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اگر تقویٰ نہیں تو نہ خدا کی نظر میں اس کی کوئی عزت ہے نہ اس کے نیک بندوں کی نظر میں۔ توبہ کرو۔ تقویٰ تمام امراض کی رُوحانی دوا ہے۔

ریاکاری شرک ہے: ایک روز ارشاد فرمایا کہ موجودہ زمانے میں علم کی برکت جاتی رہی۔ خال خال ہی باقی رہ گیا۔ جو شخص عبادت کا دعویٰ کرتا ہے مگر اس کا قلب مخلوق کی پرستش میں مشغول ہے ایسا آدمی مشرک منافق ہے۔ کیونکہ وہ آدمی ریاکاری اس علیم و خبیر خدا کے سامنے پیش کر رہا ہے جو سینوں کے مخفی خیالات سے واقف ہے۔ افسوس صد افسوس نماز میں کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہتا ہے (اللہ سب سے برتر ہے) لیکن وہ عملاً جھوٹا ہے اس کے قلب میں مخلوق خدا سے برتر ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اللہ سے توبہ کرے کوئی عمل مخلوق کی حمد و ثنا کے لئے کرے نہ عطا و منع کے لئے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ جتنا رزق مقدر ہو چکا ہے اس میں نہ کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی۔

مسلمانو! آنیوالے ہولناک وقت سے ڈرو: ایک روز ارشاد فرمایا کہ موجودہ زمانہ میں شریعت پر عمل کوئی بات نہیں رہی۔ مسلمانوں نے شریعت کے ظاہر و باطن کو یک لخت چھوڑ دیا۔ خواہشات کے پیچھے پڑ گئے۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے دھوکہ کھا گئے۔ دن پر دن گزر جاتے ہیں۔ معصیت پر معصیت کرتے رہتے ہیں خوشحالی میں کمی آتی ہے نہ جسمانی تکلیف پیش آتی ہے اس

سے سمجھ بیٹھے کہ معصیت کوئی چیز نہیں۔ یاد رکھو حلیم کو جب غصہ آتا ہے تو سنبھالے نہیں سنبھالا جاتا۔ خدا نے تمہیں دنیا میں نہیں پکڑا تو آخرت میں ایسا پکڑے گا کہ پیچھا نہ چھوٹ سکے گا۔ مسلمانو آنے والے خوفناک وقت سے ڈرو۔ خدا سے ڈرو۔ بداعمالی چھوڑ دو۔

اللہ تعالیٰ مظلوم کی مدد کرتا ہے: ایک روز ارشاد فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی ایسے شخص پر ظلم ہوتا ہے جس کا کوئی یار و مددگار نہیں ہوتا تو خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ میں اس کی ضرور مدد کروں گا خواہ کچھ مدت بعد سہی۔ معلوم ہوا کہ معصیت اور ظلم پر صبر کرنا خدا تعالےٰ کی مدد عزت اور رفعت کا سبب ہے۔

دنیا مصیبتوں کا گھر ہے: ایک روز ارشاد فرمایا کہ دنیا مجسمہ آفات و مصائب ہے۔ بادشاہ ہو یا فقیر جو بھی دنیا میں آیا ہے وہ ان مصیبتوں سے بچ نہیں سکتا۔ ان مصیبتوں سے بچنے اور ان مصیبتوں کو ہلکا کرنے کی تدبیر یہی ہے کہ صبر سے کام کیا جائے انسان کی معیشت اور حیات کا مدار چونکہ دنیا پر ہے۔ اس لئے دنیا میں کماؤ مگر حلال طریقے سے اپنے اپنے مقسوم کی چیزیں کھاؤ۔ مگر شریعت کے ہاتھ سے کیونکہ دنیا سے لی ہوئی چیزوں کے کھانے کی دوا یہی ہے۔ خلاف شرع غذا کا استعمال حرام ہے۔ خلاف شرع چیزیں کھانے سے روحانی اور جسمانی دونوں قسم کے امراض پیدا ہو جائیں گے۔

دنیا کی مصیبتوں سے نہ گھبراؤ: ایک روز ارشاد فرمایا کہ مصیبتوں سے گھبرانا نہ چاہئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اپنے محبوب کو عذاب نہیں دیا کرتا۔ ہاں کبھی کبھی آزمائش کرتا ہے۔ سو جس طرح حضور ﷺ خدا کے محبوب ہیں اسی طرح حضور ﷺ کی امت بھی محبوب ہے۔ خدا تعالیٰ ایمان اور محبت خدا اور رسول کے دعوے کا امتحان لینے کے لئے کبھی کبھی مومن کو مرض یا تنگ دستی میں مبتلا کر دیتا ہے یہ جانچنے کے لئے کہ وہ سچا اور پکا ہے یا نہیں۔ سچا مومن اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو ضرور کسی مصلحت کے پیش نظر مصیبت میں مبتلا فرمایا ہے اس لئے وہ ہر مصیبت پر راضی اور صابر رہتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو ظالم قرار نہیں دیتا اسے اس تکلیف کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

مقام قرب: ایک روز ارشاد فرمایا کہ مومن سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتا۔ اس کے قلب اور باطن کو ایک خاص قسم کی قوت عطا کی جاتی ہے جو اس کو تمام عالم سے مستغنی اور بے نیاز بنا دیتی ہے

اللہ تعالیٰ ان کو چپکے چپکے اپنی طرف بلا کر اپنی ذات میں واصل کر دیتا ہے۔ وہ بظاہر دنیا میں مشغول نظر آتے ہیں مگر ان کے قلوب ہر وقت خدا کے پاس رہتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان کو اپنے بندوں میں سے منتخب کرتا ہے۔ ان کی قلبی کیفیات سب سے جدا اور ان کے بدن سراپا نور ہو جاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ دنیا کو ترک کر دیتے ہیں جملہ مرغوب سے بے رغبت بن جاتے ہیں۔ وہ روحانی مدارج طے کرتے چلے جاتے ہیں۔ تنہائی سے مانوس ہو جاتے ہیں گھاس پات کھا کر گزارا کرتے ہیں۔ اگر ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین کے زمانہ کی کنجیاں اور دین و دنیا کا جو کچھ بھی مال و اولاد اور عیش لے لو تو وہ رو رو کر عرض کرتے ہیں۔

آنکس کہ ترا شناخت جان راچہ کند
فرزند و عیال خانماں راچہ کند

اس مقام پر پہنچ کر حق تعالےٰ ان کے دلوں کو اپنا قرب عطا فرماتا ہے اور ان کے اجسام پیغمبروں، صدیقوں اور شہیدوں کے اجسام کے ساتھ رکھے جاتے ہیں۔

زندگی کو غنیمت سمجھو: ایک روز ارشاد فرمایا کہ اپنی زندگی کو غنیمت سمجھو۔ نہ معلوم پیغام آن آ جائے۔ مرنے کے بعد کی زندگی کی قدرت سمجھو جو توڑ چکے ہو بنا لو جس کو نجس کر چکے ہو دھو ڈالو جس کو بگاڑ چکے ہو سنوار لو۔ اپنی شرارت سے تائب ہو کر اللہ کی طرف آؤ۔ اور اس کے اطاعت شعار بندے بن جاؤ۔

تخلیق انسانی کا مقصد: ایک روز ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو نہ حرص و ہوا کے لئے پیدا کیا ہے۔ نہ کھیل کود کے لئے۔ نہ کھانے پینے سونے اور نکاح کرنے کے لئے۔ اس کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ خدائے وحدہ کی عبادت کرے۔ مسلمان کو چاہئے کہ اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرے۔ افسوس مسلمان آخرت سے غافل ہو گئے گویا ان کو مرنا ہی نہیں۔ ان کو قیامت کے دن محشر میں آنا ہی نہیں۔ خدا تعالیٰ کو حساب کتاب دینا ہی نہیں۔ پل صراط سے گزرنا ہی نہیں۔ ان حالتوں میں ایمان و سلام کا دعویٰ کہاں تک حق بجانب ہے۔

خدا کے نزدیک ظاہر کا کوئی اعتبار نہیں: ایک روز ارشاد فرمایا کہ آج کل لوگ خدا کو محض عادت کی بنا پر یاد کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا کوئی حال بھی اس زمانہ میں درست نہیں۔ مسلمان شہادت توحید دیتا ہے۔ کہتا ہے لاَ اِلٰہَ الا اللّٰہ (خدا کے سوا کوئی معبود نہیں) مگر یہ دعوے غلط

ہیں ان کے دلوں میں معبودوں کا ایک بڑا گروہ موجود ہے۔ کسی کا معبود اس زمانہ کا بادشاہ ہے کسی کا وزیر ہے کسی کا کوتوال ہے۔ کسی کا روپیہ پیسا ہے۔ کسی کو اپنے مال و دولت پر گھمنڈ ہے۔ کسی کو اپنی قوت بازو پر زور ہے۔ کسی کو اپنے دماغ، عقل اور بصیرت پر ناز ہے۔ غرض یہ ہے کہ جس سے نفع کی توقع ہے یا خرابی کا خدشہ ہے وہی معبود ہوا ہے۔ مسلمان اپنے نفع نقصان۔ عطا و منع میں مخلوق پر نظر رکھتا ہے۔ اس کی نظر کرم کی خواہش رکھتا ہے۔ اس کی ناخوشی سے ڈرتا ہے مبادا وظیفہ یا تنخواہ بند ہو جائے۔ جب مسلمان لاَ اِلٰہَ الا اللّٰہ میں پورا پورا اثبات کرتا ہے اور اسی نفی و اثبات پر وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اگر وہ واقعی اللہ عزوجل جلالہ کی معبودیت کا اقراری ہے تو اہل مال، حاکم اور مالدار مخلوق پر وہ کہاں اعتماد کرتا ہے۔ خدا کے ساتھ اسی قسم کے اعتقاد و یقین کا نام ایمان ہے۔ پس جب اس نے خدا کی معبودیت میں غیر خدا کو شریک ٹھہرالیا وہ مسلمان کہاں رہا۔ یاد رکھو کہ خدا کے نزدیک ظاہر کا کوئی اعتبار نہیں۔ منافق بھی کلمہ لاَ اِلٰہَ الا اللّٰہ کہتے ہیں مگر وہ مسلمان نہیں کہلائے جاتے۔ اس لئے لاَ اِلٰہَ الا اللّٰہ پہلے دل سے کہو پھر زبان سے کہو اور اسی پر اعتماد اور بھروسہ کر کے شریعت پر عامل بن جاؤ۔

اسلام کی حقیقت: ایک روز ارشاد فرمایا کہ جب تک دل میں اسلام نہ ہوا اور اس حقیقت کی تحقیق نہ ہو یعنی مسلمان اپنے کو خدا کے حوالے نہ کر دے اس وقت تک وہ مسلمان صحیح معنے میں مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں اگر دل میں ایمان نہ ہوا اور خدا کی سپردگی نہ ہو تو اس مسلمان کی مثال خالی اور ویران مکان کی ہے یا اس پنجرہ کی ہے جس میں پرندہ نہ ہو۔ مسلمان وہی ہے جو مخلوق سے کنارہ کش ہو کر خدا کے حضور میں کھڑا ہو جائے اور دنیا سے ایسا بے تعلق ہو جائے جیسے ننگا آدمی کپڑے سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔

دنیا کی مثال: ایک روز ارشاد فرمایا کہ دنیا کی مثال بازاری عورت کی سی ہے اول اول وہ تم کو اپنے جسم پر آہستہ آہستہ قدرت دیتی ہے جب دیکھ لیتی ہے کہ تم اس پر شیدا ہو کر اس کی مٹھی میں آ گئے ہو اور اب اس کے جال سے نکل کر نہیں جا سکتے تو وہ تم کو چاروں طرف سے گھیر کر اس طرح لپیٹ لیتی ہے جیسے ڈبہ میں مکھی ور آخر میں وہ تم کو ذبح کر ڈالتی ہے اس وقت آنکھ کھلتی ہے مگر بے سود۔

مومن کا ایمان کب کامل ہوتا ہے: ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن

ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی نہ چاہے جو اپنے نفس کے
یے چاہتا ہے۔ پس جب مسلمان نے اپنے نفس کے لئے لذیز کھانے نفیس کپڑے اچھے مکان
مین عورتیں اور ہر قسم کے مال و دولت کو محبوب سمجھا اور اپنے بھائی کے لئے ان چیزوں کو پسند نہ
یا تو وہ کمالِ ایمان کے دعویٰ میں جھوٹا ہے تمہارا پڑوسی فقیر ہو اس کے متعلقین حاجت مند ہوں
تمہارے پاس اتنا مال موجود ہو جس میں زکوٰۃ واجب ہو۔ تجارت میں بھی خاصا نفع ہو ضرورت
سے زیادہ مال موجود ہو اس پر بھی اپنے پڑوسی کی خیر خبر نہ رکھنا اس کے معنی ہیں کہ تم اس کے فقر و
اس پر راضی ہو یہ بات کمالِ ایمان کے خلاف ہے۔ افسوس کہ تم سیر ہو کر کھاتے ہو تمہارا پڑوسی
رکا رہتا ہے اس پر ایمان کا دعویٰ۔ جھوٹ بالکل جھوٹ۔ مثل مشہور ہے کہ یا تو خالص یہودی بن
ریت کی محبت مت بگھار اس لئے اسلام کی تمام شرائط کا پابند رہنا ضروری ہے اگر یہ بات نہیں
سلام کا دعویٰ ہی فضول ہے۔

اور رسول کی محبت کا دعویٰ: ایک روز ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کا کسی بردہ فروش کی دکان پر
ر ہوا ایک خوبصورت کنیز پر نظر پڑی۔ دل ہاتھ سے نکل گیا اور یہ شخص اپنی جگہ سے سرک نہ
۔ یہ آدمی کوئی بڑا امیر کبیر تھا بیش قیمت گھوڑے پر سوار تھا۔ نفیس اور بیش قیمت کپڑے زیب تن
ے۔ سونے کے جڑاؤ تلوار حمائل تھی ایک غلام آگے آگے رہتا تھا۔ الغرض یہ سوار اس کنیز کو
یدنے کے لئے آگے بڑھا۔ مالک سے قیمت دریافت کی مالک نے کہا مجھے معلوم ہے کہ تم اس
یز پر عاشق ہو گئے ہو۔ عاشق اپنی معشوق کی طلب میں اپنا سب کچھ خرچ کر دیا کرتا ہے سو اگر تم
نیز حاصل کرنا چاہتے ہو تو یہ گھوڑا، تلوار اور جسم کے کپڑے بھی اتار ڈالو۔ عاشق صادق گھوڑے
ے اتر پڑا تلوار سامنے رکھ دی اور جسم کے کپڑے بھی اتار کر دے دیئے۔ مالک دکان سے ایک
ٹرا استعار لے کر ستر پوشی کی اور اس کنیز کو ہمراہ لیے ننگے سر ننگے پاؤں اپنے گھر کی طرف روانہ
گیا۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد خواجہ صاحب نے فرمایا اس امیر کبیر نے قیمت ادا کی تب
نیز ہاتھ آئی۔ اگر اسے اپنے مطلوب کی قدر نہ معلوم ہوتی تو وہ کبھی اتنی قیمت ادا نہ کرتا اور نہ اتنی
ت کا ادا کرنا اس کے لئے سہل ہوتا۔

للہ والوں کی شان: ایک روز ارشاد فرمایا کہ اللہ والوں کی یہ شان ہے کہ وہ جس پر اپنی نظر اور

کرم کی نظر ڈالتے ہیں اسے کندن بنا دیتے ہیں خواہ وہ یہودی یا عیسائی کیوں نہ ہو۔ اگر مسلمان ہوتا ہے تو ان کی نظر سے اس کے ایمان و یقین میں استقامت کی زیادتی ہو جاتی ہے۔

بات یہ ہے کہ جب قلب درست ہو جاتا ہے تو نظر بھی درست ہو جاتی ہے۔ ان کی نظر میں وہ تاثیر پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ خاک کو اکسیر بنا دیتے ہیں۔

ایک حدیث کی تشریح: ایک روز ارشاد فرمایا کہ ایک روایت میں ہے تحفه المومن الموت (موت مومن کے لئے تحفہ ہے) موت مومن کے لئے اس لئے تحفہ ہے کہ دنیا مومن کے لئے جیل خانہ ہے۔ جیل خانہ سے رہائی بہت بڑی نعمت اور تحفہ ہے۔

ایک واقعہ: ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت انسؓ نے فرمایا ہے کہ میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت جبرئیلؑ نے آکر بشارت دی کہ آپ کی امت کے فقیر بہشت میں مالداروں سے ۵۶۰ سال پہلے داخل ہوں گے۔ دوپہر کا وقت تھا حضور ﷺ کو بہت خوشی ہوئی۔ فرمایا کہ کوئی آدمی ہے جو ہمیں اشعار پڑھ کر سنائے۔ ایک بدو نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اچھا سناؤ۔ بدو نے پڑھنا شروع کیا۔

لَقَدْ لَسَعَتْ حَيَّةُ الْهَوىٰ كَبِدِی

فَلَا طَبِيبَ لَهَا وَلَا رَاقِي

اِلَّا الْحَبِيبُ الَّذِىْ شَغَفْتُ بِه

فَعِنْدَه رُقْيَتِى وَتِرْيَاقِى

محبت کے سانپ نے میرے جگر کو ڈس لیا ہے نہ تو اس کا کوئی طبیب ہے نہ کوئی دم کرنے والا۔ سوائے اس محبوب کے جس کا میں شیدا ہو چکا ہوں اُسی کے پاس میرے مرض کا دم اور علاج موجود ہے۔

یہ اشعار سن کر حضور ﷺ کو وجد آگیا ردائے مُبارک دوش مبارک سے گر پڑی۔ اس مجلس میں حضرت معاویہ بھی موجود تھے۔ کہا یا رسول اللہ یہ تو بڑا اچھا کھیل تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا دور ہوا ے معاویہ جو آدمی حبیب کا ذکر سن کر حرکت میں نہ آئے وہ اچھا نہیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ کی ردائے مبارک پارہ پارہ کر کے حاضرین میں تقسیم ہوگئی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ حالت سماع میں جب فقیر اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارتا ہے تو اسی وقت

ہاتھوں کی شہوت ہاتھوں سے نکل جاتی ہے اور جب زمین پر پیر مارتا ہے تو پیروں کی شہوت نکل جاتی ہے اور جب نعرہ مارتا ہے تو باطنی شہوت باہر ہو جاتی ہے لیکن حالت سماع میں نعرہ مارنا اسی وقت جائز ہے جب باطن میں وجد کا غلبہ ہو کر حالت بے قابو ہو جائے۔

شیخ دلی امراض کا طبیب ہوتا ہے: ایک روز پیری مُرید کے متعلق بات ہو رہی تھی حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مشائخ دلوں کے طبیب ہوتے ہیں۔ مرید کو خرقہ پہننا اسی وقت روا ہے جب کہ وہ مستقیم الحال ہو اور راہ سلوک کے تمام نشیب و فراز طے کر چکا ہو۔ اگر طبیب ہی مریض کے مرض سے لاعلم اور جاہل ہو وہ کب مریض کا علاج کر سکتا ہے۔

طریقہ تصوف اور خرقہ: ایک روز ارشاد فرمایا کہ استغفار طریقت میں ایک اہم سنت ہے۔ سنت میں ایک لغزش کی پاداش میں جب حضرت آدمؑ کے جسم سے خواجگی اور خلافت کا جامہ اتار لیا گیا اور حضرت آدمؑ برہنہ کھڑے رہ گئے تو آدمؑ نے استغفار کرنا شروع کیا۔ حکم ہوا آدم اب فقیر بن کر درختوں سے درخواست کرو جو درخت تمہیں اپنے پتے پیش کرے ان پتوں کو جمع کر کے لباس بنا کر تن پوشی کر لو۔ زمین پر آنے کے بعد ۳۶۰ برس تک آدمؑ چشم پُر آب رہے اور ننگ دھڑنگ پھرتے رہے۔ طویل گریہ وزاری کے بعد جب طریقہ صفا مکمل طور پر حاصل ہو گیا تو آدمؑ نے اس عرصہ میں جو چیتھڑے جمع کئے تھے ان کو سی کر لباس تیار کیا۔ آخر وقت میں یہی لباس حضرت شیثؑ کو پہنایا گیا اور ان کو خلافت عطا کی گئی۔ اس کے بعد طریقہ تصوف میں خرقہ کا رواج ہو گیا۔ آدمؑ نے دنیا میں سب سے پہلی خانقاہ کعبۃ اللہ تعمیر کی۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی عمر ایک کمبل میں گزار دی۔ یہ کمبل آپ کو حضرت شعیب نے عطا فرمایا تھا۔ عیسیٰؑ بھی ساری عمر کملی پہنے رہے۔ آخر میں سید الانبیاء حضور احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کملی پہنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ جس صحابی پر آپ کی نظر عنایت ہوتی تھی اس کو ردا یا پیراہن مُبارک عطا فرمایا کرتے تھے اور وہ صحابی طریقہ میں صوفی شمار ہوتا تھا۔

شریعت کے بغیر طریقت قبول نہیں: ایک روز ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طلب کی راہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ شریعت کے بغیر طریقت کی راہ ہاتھ نہیں آسکتی۔ طریقت حاصل ہونے کے بعد حقیقت حاصل ہوتی ہے۔ پس جو شخص شریعت سے بے بہرہ ہے وہ طریقت اور حقیقت سے بھی بے بہرہ ہے۔ جو لوگ نادانی اور جہالت سے بغیر علم شریعت کے طریقت میں

قدم رکھتے ہیں ان کا انجام یہ ہوتا ہے کہ دولت ایمان بھی ان کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے
شیطان کے جال میں پھنس کر نہ ادھر کے رہتے ہیں نہ ادھر کے۔

ارکان طریقت کی بنیاد: ایک روز ارشاد فرمایا کہ ارکان طریقت کی بنیاد اس حدیث قدسی پر ہے
لا یَزَالُ العبدُ یتقرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوافِلِ حَتّٰی اُحِبُّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کنتُ لَہٗ سَمْعًا
بَصرًا وَّلِسَانًا۔ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو دوست رکھتا ہے تو حق تعالیٰ اس کے ساتھ
وہی برتاؤ کیا کرتا ہے جو شفیق ماں اپنے بیٹے کے ساتھ کیا کرتی ہے پھر وہ شخص مخدوم خلائق بن جاتا
ہے لوگ اس کے پاؤں کی خاک کا سُرمہ بنا لیتے ہیں۔ ان کے توسل سے دعا قبول ہوتی ہے
مشکلات حل ہوتی ہیں۔ بلائیں رفع ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا
ایک مرتبہ بصرہ میں امساک باراں ہوا۔ مخلوق کی نظریں آسمان پر لگی ہوئی تھیں۔ دونوں ہاتھ دعا
کے لئے بلند تھے بارش نہ ہوئی۔ ایک روز کوئی آدمی ادھر سے گزرا۔ لوگوں کو دست بدعا دیکھ کر
دریافت احوال کیا۔ اس مرد خدا کو مخلوق کی عاجزی وانکساری دیکھ کر رحم آیا۔ کھڑا ہو گیا اور حق
تعالیٰ سے گویا ہوا "اے خدا اس راز کے صدقہ جو میری آنکھوں میں ہے بارش عطا فرما" اسی
وقت بادل گھر آیا چھما چھم بارش ہونے لگی۔ کسی شخص نے اس مرد خدا کی دعا کے الفاظ سُن لئے
تھے فی الفور اجابت دیکھ کر اس مرد خدا کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ گھر پہنچ کر وہ شخص عرض گزار ہوا
اے شیخ آپ سے میری کچھ درخواست ہے؟ شیخ نے جواب دیا۔ ہاں بھائی کہو کیا بات ہے۔
آدمی نے کہا آپ نے دعا میں یہ الفاظ کہے تھے میں آپ سے آنکھوں کا راز دریافت کرنا چاہتا
ہوں۔ شیخ نے کہا کہ میں ان آنکھوں سے حضرت بایزید بسطامیؒ کو دیکھا ہے یہ سب خدا کی
نوازش وعنایت کے کرشمے ہیں۔

شریعت اور طریقت کی مثال: ایک روز ارشاد فرمایا کہ شریعت دین کا وہ طریقہ ہے جو انبیاء
علیہم السلام نے مقرر کیا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضور خاتم النبیین ﷺ تک جتنے انبیاء و رسل
آئے انہوں نے سب سے پہلے مخلوق کو توحید کی دعوت دی۔ ہر نبی کے زمانہ میں جو اس وقت
مروّجہ زبان تھی اسی زبان میں وہ تعلیم دیتے رہے۔ ضروریات زمانہ کے مطابق احکام شرائع میں
اختلاف رہا لیکن مذہب اور شریعت کی بنیاد ہر زمانہ میں توحید رہی۔ اس کے بعد تمام انبیاء علیہم
السلام نے مخلوق کو طریقہ عبودیت سکھایا۔ انبیاء علیہم السلام نے دین کا جو طریقہ رائج کیا وحی خداوندی

منی تھا۔ حق تبارک وتعالیٰ نے اشاعت دین کے سلسلہ میں جو ارشاد فرمائے اصطلاح شریعت میں ان کا نام وحی ہے۔ اس میں انبیاء علیہم السلام جن باتوں کے کرنے کی تعلیم دی جن باتوں کو کرنے سے روکا اس مجموعہ اوامر و نواہی کا نام شریعت ہے۔

اس بیان سے شریعت کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ اس کے آگے دوسرے درجہ پر طریقت سے ظاہری احکام شریعت کی غرض و غایت تزکیہ و صفائی ظاہر ہے۔ طریقت میں باطن کا تزکیہ و تصفیہ ہوتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھنی چاہئے کہ نماز کے لئے کپڑوں کا نجاست سے پاک ہونا شرط ہے تو یہ تو حکم شریعت ہے حکم طریقت یہ ہے کہ نمازی کا دل ہر قسم کی کدورت اور بغض سے پاک صاف ہو۔ پس جو شخص شریعت پر عمل کرتے ہوئے طریقت پر کار بند ہو جاتا ہے حق تعالیٰ اس کو زمرہ عوام سے نکال کر طبقہ خواص میں شامل فرما دیتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور شریعت، طریقت کی تعلیم کی غرض و غائیت تزکیہ ظاہر کے ساتھ درحقیقت تزکیہ باطن ہے۔ گویا شریعت طریقت کی پہلی سیڑھی اور طریقت حقیقت کی پہلی سیڑھی ہے۔

دُعا اور دُعا مانگنے کا طریقہ: ایک روز ارشاد فرمایا کہ خُدا سے دعا کرنا بھی عبادت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام تین مرتبہ دعا کیا کرتے تھے۔ دعا کے سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دعا سے پہلے بھی درود پڑھنا چاہئے اور دعا ختم کرنے کے بعد بھی۔ بزرگان دین نے کہا ہے کہ اگر کسی کو کوئی حاجت درپیش ہو تو سنت اور فرض کے درمیان سورہ فاتحہ چالیس بار پڑھیں اور دفع شر کے لئے سورت تبت یدا ہزار بار پڑھیں اور سورہ انعام اکتالیس مرتبہ پڑھنا بھی قضائے حاجت کے لئے موثر ہے۔ سورۂ اخلاص ہزار بار پڑھنے کے بعد بھی یہی خاصیت ہے۔

اگر کوئی آدمی کسی مشکل میں مبتلا ہو اور اس کے حل کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آتی ہو تو عشا کی نماز کے بعد یا فتاح ۱۰۰ مرتبہ پڑھنا چاہئے۔ حق تعالیٰ اس کی مشکل آسان فرما دے گا۔

ہر قسم کی مشکلات حل کرنے کے لئے سورہ یٰسین اکتالیس بار پڑھنا بھی مجرب ہے۔

اخلاق کی تعلیم: ایک روز ارشاد فرمایا کہ مرید کو تہذیب اخلاق میں پوری پوری جدوجہد کرنی چاہئے مذموم عادات واخلاق کو محمود عادات واخلاق میں تبدیل کرنا چاہئے اور اگر اس طرف توجہ نہ کی گئی تو سخت مصیبتیں پیش آنے کا خطرہ ہے۔

بات یہ ہے کہ دنیا میں جتنے بھی درندے وحشی جانور اور حیوانات ہیں تمام جانوروں کی بعض مخصوص صفت ہیں وہ صفات انسانوں میں بھی انفرادی طور پر موجود ہیں۔ دنیا میں جس شخص کی جو عادت ہوگی وہ اسی جانور کی صورت میں قیامت کے دن مبعوث ہوگا جس جانور کی یہ صفت ہوگی۔ مثلاً اگر دنیا میں کسی شخص پر غصہ کا غلبہ ہو تو وہ قیامت کے دن کتے کی صورت میں محشور ہوگا اور اگر کسی شخص میں تکبر اور غرور ہوگا تو وہ قیامت کے دن چیتے کی شکل میں حشر ہوگا اگر دنیا میں کسی شخص پر شہوت کا غلبہ ہو تو وہ قیامت کے دن خنزیر کی شکل میں اٹھے گا۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن آذر (پدر حضرت ابراہیم کو دوزخ میں لے جایا جائے گا حضرت ابراہیم علیہ السلام اس نظارہ کو دیکھ کر فرمائیں گے اس سے زیادہ آج کے دن میری اور کیا رسوائی ہوگی کہ میرے باپ کو دوزخ میں بھیجا جا رہا ہے میں نے دنیا میں تجھ سے دعا کی تھی کہ مجھے روز قیامت رسوا نہ کرنا۔ حق تعالیٰ اسی وقت آذر کو بجو کی شکل بنا دے گا۔ دنیا میں آذر بجو کی شکل کا غلبہ تھا۔ آذر دنیا میں اگرچہ انسانی روپ میں تھا مگر اس صفات مخصوصہ جیسی کی تھی اس لئے قیامت کے دن اس کو بجو بنا دیا جائے گا۔ اصحاب کہف کے کتے کو انسانی صورت دے دی جائے گی۔ اور وہ اصحاب کہف کے ساتھ انسانی شکل میں جنت میں جائے گا۔

شقاوت یا سعادت: ایک روز ارشاد فرمایا کہ ازل میں ہر شخص کے متعلق طے ہو چکا ہے کہ اس کا انجام کار شقاوت ہوگا یا سعادت۔ حق تعالیٰ نے گناہ کی کنجی ہر شخص کے ہاتھ میں دے رکھی ہے۔ اب ہر شخص دیکھ لے سوچ سمجھ لے کہ اس کے ہاتھ میں دوزخ کی کنجی ہے یا جنت کی۔ اگر گناہ کی کنجی ہاتھ میں ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ اس کا انجام شقاوت ہے۔

قضائے حاجات کے لئے نماز: ایک روز ارشاد فرمایا کہ قضائے حاجات اور کفایت مہمات کے لئے جمعہ کی شب کو چار رکعت اس ترتیب سے پڑھیں۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک سو ایک بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّیْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَ کَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک سو ایک بار رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ۔ (الانبیاء۔۸۳) تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ۔ چوتھی رکعت میں ایک سو ایک بار حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ پڑھیں۔ سلام کے بعد ز

اِنِّی مَغۡلُوب" فَانۡتَصِرۡ سو بار پڑھیں یہ نماز فتوحات کے لئے بھی نہایت سریع الاثر ہے۔
ثواب آیۃ الکرسی: ایک روز ارشاد فرمایا کہ جو شخص آیت الکرسی پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخشے حق تعالیٰ مشرق سے مغرب تک تمام مردوں کی قبروں کو انوار سے پُر کردے گا۔ مُردوں کا درجہ بڑھے گا اور پڑھنے والے کا نامہ اعمال میں ساٹھ پیغمبروں کا ثواب لکھا جائے گا۔ اور اس آیت کے ہر حرف کے بدلے ایک فرشتہ پیدا ہوگا جو قیامت تک تسبیح پڑھتا رہے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وضو اور طہارت کا بیان

سالک کو راہ طریقت پر جن عادات ورسوم کی پابندی لازمی ہے ان میں سے ایک ہمیشہ باوضو رہنا ہے۔ صوفیائے کرام اس بات کا خاص طور پر لحاظ رکھتے ہیں۔ اگر کسی عذر کی بنا پر پانی استعمال کرنے سے مجبور ہوں تو وہ کم از کم تیمم کو ترک نہیں کرتے۔

صوفیائے کرام کے نزدیک ہر نماز کے لئے تجدید وضو ضروری ہے۔ فرائض تو فرائض نماز چاشت کے لئے تجدید وضو بہتر اور افضل سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ صوفیا کرام اپنا مسکن ومقام عام طور پر دریا کے کنارے یا کسی حوض یا تالاب کے نزدیک مقرر کرتے ہیں۔

کنویں کا پانی استعمال کرنے میں بھی حسب ذیل احتیاطیں پیش نظر رکھتے ہیں۔ کہ کوئی شخص جوتا پہنے ہوئے یا ننگے پاؤں پھرنے والا بغیر دھوئے کنویں کی من پر نہ چڑھ جائے۔ وہ اس کو بھی اچھا تصور نہیں کرتے کہ ڈول کنویں پر لوگوں کے پیروں میں پڑا رہے بلکہ احتیاط کے طور پر پانی بھرنے کے بعد ڈول کو کسی اونچی جگہ رکھ دینا یا کھونٹی پر رکھ دینا زیادہ مناسب ہے۔ صفائی اور پاکیزگی کے خیال سے پانی بھرنے کا بعد کنویں کا منہ بند کر دینا مناسب ہے تا کہ اس میں چیل، کوے اور دوسرے پرندوں کی بیٹ گرنے نہ پائے۔

صوفیائے کرام کے نزدیک وضو کرتے ہوئے پانی کا زیادہ خرچ کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے پانی کے زیادہ استعمال سے بچنے اور دوسرے شخص کو ثواب میں شریک کرنے کی نیت سے وہ بہ نسبت خود وضو کرنے کے دوسرے شخص سے وضو کرانے کو پسند کرتے ہیں۔ دوسرے سے وضو کرانے میں پانی بھی کم خرچ ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ نازک مزاج اور کمزور جسم کے صوفیائے کرام ہمیشہ روزہ رکھنے اور کم غذا کھانے کے باعث اس درجہ کمزور ہو جاتے ہیں کہ بعض اوقات ان کو پانی

سے بھرا ہوا لوٹا اٹھا کر چلنا مشکل ہوتا ہے ایسے موقع پر وضو کرنے میں کسی دوسرے شخص سے امداد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حدیث شریف میں مسواک کر کے نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے۔ اس لئے صوفیائے کرام کے نزدیک وضو میں مسواک کرنا بہت ضروری ہے۔ وضو کرتے وقت دل اور زبان ذکر الٰہی سے معمور رہنی چاہئے اس لئے کسی وقت بھی ذکر الٰہی سے تغافل صوفیا کے نزدیک موت کے مُترادف ہے۔

بہر حال ہر فرض کے واسطے تجدید وضو افضل ہے اور اگر غسل ممکن ہو تو اس کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ بغیر غسل کئے نماز نہیں پڑھا کرتے تھے وضو کرتے وقت آستین چڑھا کر دامن سمیٹ کر تہہ بند یا پاجامہ کو اونچا کر کے بیٹھنا چاہئے تا کہ وضو کا پانی کپڑوں پہ نہ ٹپکے۔ اگر چہ ماء مستعمل (وضو کے پانی) کے بارے میں عُلمائے مذاہب کا اختلاف ہے۔ کہ وہ پاک ہے یا ناپاک۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عضو پر سے گزرتے ہی ناپاک ہو جاتا ہے۔ فارغ ہو کر رُدمال یا تولیہ سے اعضاء خشک کر کے دو رکعت تحیۃ الوضو ضرور پڑھنا چاہئے۔ وضو کرنے کے بعد فرض پڑھنے سے پہلے سوائے تحیۃ الوضو اور سنتوں کے کوئی کام نہ کرنا چاہئے۔ نیز وضو کرتے وقت بلا ضرورت بات چیت سے پرہیز اولیٰ ہے۔

استنجا کرتے وقت دستار یا ٹوپی اتار کر کوئی دوسرا کپڑا سر سے لپیٹ کر بیت الخلاء میں جانا چاہئے۔ لیکن اس حالت میں بھی حضور یا تصور ترک نہ کرنا چاہئے۔ استنجا کرتے وقت ذکر قلبی منع نہیں ہے۔ اگر حضور میں استغراق تام نہ ہو تو کم از کم ایسی حالت میں اپنے آپ کو سب سے بد تر اور ذلیل خیال کرنا چاہئے۔

بے وضو کسی حالت میں نہ سونا چاہئے۔ اگر سوتے ہوئے آنکھ کھل جائے تو وضو کر کے دو رکعت تحیۃ وضو پڑھ کر سو جانا چاہئے۔ باوضو رہنے سے دل کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ طبیعت کا ملال دُور ہوتا ہے۔ چہرے پر نُور پیدا ہو جاتا ہے۔ شیطانی آفتوں سے بچنے کے لئے وضو مومن کا ہتھیار ہے۔

فرض اور دیگر نمازوں کے متعلق ہدایات

حضور سرور عالم ﷺ کے ارشادات اقدس کے مطابق نماز اول وقت میں پڑھنا افضل

ہے اس لئے کئی سالکین راہ طریقت کو فرض نماز اول وقت میں ادا کرنا لازم ہے۔ فجر اور عصر کی نمازوں میں اول وقت کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ ان دونوں نمازوں کے بعد ایسے مخصوص وظائف ہیں جن کو طلوع اور غروب آفتاب سے پہلے پڑھ لینا ضروری ہے۔

صبح کی فرض نماز پڑھنے کے بعد اور وظائف سے فارغ ہو کر اشراق کی نماز پڑھ کر تلاوت کلام پاک میں مشغول ہو جانا چاہئے۔ اشراق کی نماز کے بعد مشائخ سلسلہ کے ملفوظات یا کتب سلوک وطریقت کا مطالعہ زیادہ بہتر ہے۔ اشراق کی نماز اور مطالعہ وغیرہ سے فارغ ہو کر نماز چاشت پڑھنی چاہئے۔ بعض بزرگان دین چاشت کی نماز اشراق کے بعد اس طریقہ سے پڑھتے ہیں کہ پھر دن چڑھے چار رکعت نماز اشراق اور چار رکعتیں چاشت کی زوال سے پہلے پہلے۔

زوال کے بعد قیلولہ کرنا چاہئے تاکہ رات کے قیام (نماز) میں سستی پیدا نہ ہو۔ فجر کی نماز کے بعد سے نماز اشراق تک اور عصر کی نماز کے بعد سے مغرب بلا سخت ضرورت کے کسی سے بات نہ کرنی چاہئے اس پابندی سے حضرات مشائخ مستثنیٰ ہیں۔

جس طرح فجر کی سنتوں کی ادائیگی میں یہ احتیاط شرط ہے کہ فرض نماز سے پہلے ادا ہو جائیں۔ اسی طرح عصر کی سنتوں میں بھی احتیاط لازم ہے۔ اگر کسی وقت کسی سبب سے عصر کی سنتیں فرض سے پہلے نہ پڑھ سکیں تو فرض کے بعد خلوت میں جا کر پڑھ لینی چاہئے۔ ایسی صورت میں اگر چار رکعت نہ پڑھ سکیں تو دو رکعت پڑھ لینا بھی کافی ہیں۔

سلطان المشائخ والمحبوبین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ خلفا اور مرید (جو اپنے وقت کے زبردست عالم اور فاضل وقت تھے) طلوع صبح صادق کے بعد ان نوافل کی جو رات میں پڑھنے سے رہ جاتے تھے۔ بلا کراہت ادا کرتے تھے اس لئے طلوع صبح صادق کے بعد جب تک آسمان پر رات کی سیاہی باقی رہے گی فوت شدہ نوافل ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

فجر اور عشا کی نمازوں میں اگرچہ فقہائے کرام نے طوال مفصل کو بیان کیا ہے۔ ان دونوں نمازوں میں اگر طویل قرات میں حضوری قائم رہے تو بہتر ہے ورنہ اگر یکسوئی منقطع ہو جانے کا احتمال ہو خیالات پریشان ہو جانے کا اندیشہ ہو یا کسی ضرورت کے پیش آ جانے کا خدشہ ہو۔ ان حالات میں بجائے طوال مفصل کے چھوٹی چھوٹی سورتیں یا مختصر قرات بہتر ہے (نماز در

حقیقت وہی نماز ہے جس میں شروع سے آخر تک حضوری ہو۔ اس لئے حضوری قائم رکھتے ہوئے حالات کے مطابق قرات میں تخفیف یا تطویل جائز ہے)

نماز میں معنی قرآن کے کے خیال پر زیادہ زور نہ دینا چاہئے تا کہ دل میں پریشانی پیدا نہ ہو۔ نماز میں جہاں تک ممکن ہو دل کو یک سوایک ہی خیال پر رکھنا چاہئے۔ حضور علیہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ اعبد ربّک کانک تراہ فانُ لم تکن تراہ ، فانہ یراک (اپنے رب کی اس طرح عبادت کرو۔ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ بات میسر نہ ہو کہ اس کو دیکھ رہے ہو۔ تو اتنا ضرور سمجھنا چاہئے کہ خدا تم کو دیکھ رہا ہے) دل کو یکسور رکھنے کے لئے نوافل پڑھنے سے بہتر مراقبہ ہے الغرض جس عبادت میں جس شخص کو ذوق حاصل ہو۔ وہی اس کے لئے افضل ہے۔

نمازِ باجماعت

سالک راہ طریقت آبادی میں ہو یا صحرا میں اس کو ہر فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہئے۔ صحرا نشین اولیاء کرام مردان غیب کے ساتھ جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے اگر صحرا میں کسی دوسرے شخص کی شرکت جماعت میں ممکن نہ ہو تو بوجہ مجبوری تنہا نماز بھی درست ہے یہ سمجھ کر کہ کراماً کاتبین تو میرے ساتھ نماز میں شریک ہوں گے نماز با جماعت کا ترک شریعت کے نزدیک نہایت ہی مذموم ہے۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ ہر شخص میں اتنی قابلیت کہاں ہے کہ فرشتے اس کی مقتدی بن کر نماز پڑھیں بالغرض اگر فرشتوں اور ارواح بزرگان دین کی نماز میں شریک ہونا تصور بھی کر لیا جائے تو فضیلت نماز یا جماعت سے محرومی ہے۔ البتہ اگر مردان غیب میں شرکت کریں تو یہ جماعت معتبر ہو گی ورنہ نہیں۔

قبولیت دُعا کے اوقات

سالک کو اس بات کا بھی دھیان رکھنا چاہئے کہ وہ کسی ایسے وقت کو ضائع نہ کرے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ طلوع صبح صادق کا وقت قبولیت دعا کا وقت ہے۔ بعض فجر کی سنت اور فرض کے درمیانی وقت کو وقت مقبول بیان فرماتے ہیں۔ بعض کے نزدیک فجر کی نماز کے بعد ست طلوع آفتاب تک کا وقت ہے۔ بعض نے چاشت کا وقت بیان کیا ہے۔ بعض کے نزدیک وقت زوال۔ بعض کے نزدیک ظہر اور عصر کے درمیانی وقت اور بعض کے

نزدیک عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک کا وقت ہے۔ بعض حضرات وقت مقبول مغرب کے بعد عشا تک۔ اور بعض کے نزدیک نصف شب۔ بعض کے نزدیک آخر شب صبح صادق سے پہلے کا وقت ہے۔

بہر حال طالب کو اوقات مذکورہ ذکر، شغل، مراقبہ، تلاوتِ کلام الٰہی یا نوافل میں صرف کرنا چاہئے۔ شب قدر کی طرح دعا کی قبولیت کا وقت بھی پوشیدہ ہے جس کو یہ وقت نصیب ہو جائے وہ بڑا ہی سعادت مند ہے۔

مکروہ اوقات میں کیا کرنا چاہئے

مکروہ اوقات میں نماز پڑھنا اس لئے منع ہے کہ طلوع، غروب یا زوال کے وقت قہر الٰہی جوش میں آتا ہے۔ صوفیائے کرام اوقات منذکرہ بالا میں ذکر اور مراقبہ میں مشغول رہتے ہیں۔ صوفیا کا خیال ہے کہ جوش غضب کو فرو کرنے کے لئے طاعت وعبادت اور بھی ضروری ہے۔ اس لئے کہ بندہ اور غلام کا منصب یہی ہے کہ آقا کو غیظ و غضب کی حالت میں دیکھ کر اس کی خوش آمد میں زیادہ کوشش کی جائے۔ علاوہ ازیں عاشق صادق کو محل غیر محل سے کیا سروکار ہے۔ یہ صحیح ہے کہ معشوق کی مہربانی کی حالت میں محبوبہ کا انداز خیال ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ لیکن اگر معشوق بصد ناز و انداز گھوڑے پر سوار نیزہ تانے ہوئے سامنے سے چلا آتا ہو تو اس وقت عاشق صادق فوراً اپنا سینا سامنے کر دے گا۔ اور اس انداز قہر و جلال سے اس کو جو لذت حاصل ہوگی اس کا بیان تحریر سے باہر ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ ان اوقات میں مشرکین شیاطین کی پرستش کرتے ہیں مسلمانوں کو ان کی مخالفت کرنی چاہئے۔ صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ مشرکین کی مخالفت میں ہمیں اطاعت وعبادت الٰہی میں سرنگوں ہونا چاہئے۔

بعض صوفیائے کرام اول سو جاتے ہیں اور بعض نصف شب نماز عشاء پڑھ کر ذکر و مراقبہ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس تدبیر سے دن کی تھکان اور سستی و کاہلی دور ہو کر عبادت میں خوب لطف آتا ہے۔ اور بعض مشائخ کا یہ طریقہ معمول ہے کہ عصر کی نماز سے عشا تک سوائے عبادت کے اور کوئی کام نہیں کرتے۔ کسی سے بات تک نہیں کرتے۔ اور روزہ ایک گھونٹ پانی سے افطار کر کے وظائف میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ عشا کی نماز کے بعد کچھ کچھ تھوڑا بہت کھا لیتے ہیں۔ بعض حضرات تو افطار مسنون کے بعد کھاتے پیتے ہی نہیں صرف سحری پر اکتفا کرتے

ہیں اور نوافل میں اتنا وقت نہیں گزارتے جس سے ذکر و مراقبہ میں کمی ہو جائے بعض حضرات تمام شب تلاوت کلام پاک میں مشغول رہتے ہیں۔ رات کے فرصت کے وقت میں اگرچہ تلاوت کلام میں کلام نہیں مگر چونکہ صوفی اور طالب صادق کے لئے سب سے بڑا مشغلہ مراقبہ ہے اس لئے مراقبہ پر زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے۔

تہجد یا قیام شب

تہجد کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ یقظة بعد نومة او نومة بين اليقظتين او يقظة بين النومين (تہجد بیداری ہے نیند کے بعد یا نیند ہے دو بیداریوں کے درمیان یا ایک بیداری ہے دونوں نیندوں کے درمیان)

تہجد کی پہلی تعریف کی تفسیر یہ ہے کہ اول شب میں سو رہیں اور نصف شب کے قریب بیدار ہو کر باقی تمام شب عبادت میں مصروف رہیں۔

دُوسری صورت کی تشریح یہ ہے کہ ثلث اول اور ثلث آخر میں بیدار رہ کر عبادت میں مشغول رہیں اور ثلث ثانی میں آرام کریں۔

تیسری صورت کی تفصیل یہ ہے کہ اول شب کچھ دیر سو کر بیدار ہو جائیں اور صبح صادق سے کچھ دیر پہلے آرام کرلیں۔

قیام یا تہجد کی یہی تین صورتیں ہیں۔ نماز تہجد کی بہت بڑی فضیلت ہے حضور سرور عالم ﷺ ہمیشہ تہجد پڑھا کرتے تھے۔ نماز تہجد ادا کرنے سے قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے اور مرنے کے بعد قبر منور اور روشن رہتی ہے۔

طالب صادق کو رات کو غفلت کی نیند سونا چاہئے۔ طالب صادق کی حالت تو ان لوگوں جیسی ہونی چاہئے جن کی نسبت کہا گیا ہے اکلھم کاکل المریض ونومھم کنوم الغریق (ان کا کھانا مریض کے کھانے جیسا ان کی نیند ڈوبنے والے کی نیند جیسی ہوتی ہے) میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ سلطان محمد تغلق نے چند آدمیوں کے پیروں میں شگاف دے کر درختوں پر اُلٹا لٹکا رکھا تھا مگر ایسی حالت میں بھی اُن پر نیند کا غلبہ ہوا اور وہ سو گئے۔ صوفی کی نیند بھی ایسی ہونی چاہئے۔

ایک غریب صوفی صاحب بے دینی و زندقہ کے الزام میں ماخوذ ہو گئے ہاتھ پیر کاٹ کر

ڈال دیا۔صوفی صاحب سو گئے ۔خواب میں غسل کی حاجت پیش آئی۔خواب سے بیدار ہو کر لوگوں سے کہا مجھے نہانے کی حاجت ہو گئی ہے۔میرے اوپر پانی بہاؤ۔حاکم بہت پشیمان ہوا اور کہنے لگا کہ اگر یہ شخص بے دین ہوتا تو غسل کے واسطے اہتمام نہ کرتا۔

آداب خواب

حضور ﷺ کا ارشاد اقدس ہے تنام عینای وَ لاینام قلبی (میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا) صوفی کی نیند بھی ایسی ہی ہونی چاہئے۔صوفی کے لئے غفلت کی نیند سونا زیبا نہیں صوفی کو ایسی نیند نہ سونی چاہئے جس میں اپنے وجود کی خبر نہ رہے۔مشہور ہے کہ مبتلائے فراق کو رنج وغم کے سبب اور واصل کامل کو لطف ولذت وصل سے نیند نہیں آتی۔مگر اہل یقین کو خوب نیند آتی ہے۔ان کا دل غم وتشویش سے خالی رہتا ہے۔اطمینان کے سبب سے وہ خوب سوتے ہیں۔مگر یہ بات اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب تمام عمر شب بیداری میں گزاری ہو اور ان کی طبیعت بیداری کی عادی بن گئی ہو۔

علمائے طریقت نے نیند کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

جس نیند سے خدا سے غفلت ہو وہ یقیناً مذموم ہے۔شب بیدار آدمی کو نیند سے عبادت میں مدد ملتی ہے۔دنیا میں مبتلا اور ذکر الٰہی سے غافل لوگوں کی غفلت میں اضافہ ہوتا ہے۔کہتے ہیں کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں چلنے والے سے کھڑا رہنے والا،کھڑے رہنے والے سے بیٹھنے والا اور بیٹھنے والے سے لیٹنے والا بہتر ہوگا۔اس لئے اگر نیند اوپر کی تینوں اقسام میں سے ہو تو نیند کی افضلیت میں کوئی کلام نہیں شیطانی نیند اسیران حرص وہوا اور اہل وساوس ہی کو آتی ہے۔عارف کو خواب میں غسل کی حاجت عوام کی حاجت سے اس لئے افضل ہے کہ یہ چیز عوام کے لئے محض ذریعہ تکلیف ہے اور عارف کے لئے باعث راحت۔

مرید اور طالب صادق کو شب بیداری میں بہت کوشش کرنی چاہئے کھانے پینے میں بھی کمی لازمی ہے۔مرید اور طالب صادق کو دل صاف کرنے پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ بدون صفائی قلب کے شب بیداری مشکل ہے۔جب دل صاف اور زندہ ہو جائے گا تبھی جمالِ خداوندی اس پر جلوہ ریز ہوگا۔حضرت خواجہ جنید بغدادی سہل بن عبداللہ تستریؒ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ سہلؒ دنیا میں روزہ سے آئے اور روزہ ہی میں واصل بحق ہوئے۔سہلؒ وہ

شخص تھے جن کا قول ہے روزِ ازل میں حق تعالیٰ کا روحوں سے اَلَسْتُ بِرَبِّکُم فرمایا اور ان کا (بلیٰ) جواب دینا مجھے یاد ہے۔ بات یہ ہے کہ صوفی چشم ظاہر سے جو دیکھتا ہے اس میں تو غلطی کا امکان ہے مگر جو خواب میں نظر آتا ہے اس میں غلطی نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ بعض مشائخ قصداً اسی غرض سے سوتے ہیں کہ ان کو جو بات معلوم کرنی ہے خواب میں معلوم ہو جائے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ اسی سبب سے خواب کو بیداری پر ترجیح دیتے ہوں حضرت خواجہ جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ خواب خدا کا فعل ہے خدا کے فعل میں تمہارا کوئی عمل دخل اور اختیار نہیں ہے اس لئے بیداری سے خواب یقیناً افضل ہے۔

ایک روز مولائے کائنات شیر خدا علی مرتضیٰؓ اور حضرت خاتون جنت محو استراحت تھے۔ چادر سینہ سے اتر گئی تھی۔ حضور سرور کائنات ﷺ ان کو جگانے تشریف لائے۔ دروازہ میں داخل ہوتے ہی آنکھیں بند کر کے فرمایا اَلصَّلٰوۃ اَلصَّلٰوۃ (نماز کے واسطے اٹھو نماز کے واسطے اٹھو) مولا علی خواب سے بیدار ہوئے۔ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا۔ ایسے سوتے ہو کہ نماز کا وقت بھی آخر ہو گیا۔ عرض کیا سلانے والے نے سلا دیا ہم سو گئے۔ حضور ﷺ نے یہ جواب سن کر یہ آیت پڑھی وکَانَ الانسان اکثر جَدَ لاً۔ مولائے کائنات کے پاس اس وقت اس کے سوا اور کوئی جواب ہی نہ تھا اور نہ اس کے سوا اور کوئی جواب دے سکتے تھے۔ جن کی تمام عمر شب بیداری میں گزرتی ہو وہ اگر اقتضائے بشریت سو رہیں وہی اس قسم کا جواب دے سکتے ہیں۔

حضور آقائے نامدار سرور عالم ﷺ سے حضرت خضر نے ملاقات کی ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ میں مختلف اقوال ہیں۔ حضرت ابراہیم تیمی نے تعلیم مسبعات عشر کی حضرت خضر سے روایت ہے اس کی نسبت سے کہا گیا ہے کہ حضرت خضر کی حضور سرور کائنات ﷺ سے روحانی ملاقات تھی۔ ایک روز روایت میں الفاظ مذکور ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں! اگر خضرؑ زندہ ہوتے تو مجھ سے ملاقات کرتے۔ اس روایت میں بھی محدثین نے کلام کیا ہے۔

ایک روایت یہ بھی ہے جب ذوالقرنین نے دیوار یاجوج ماجوج بنائی تو حضرت خضر کو اس دیوار کا محافظ مقرر کیا گیا تھا۔ قرب زمانہ بخشت حضرت خضرؑ سو گئے اور سو برس تک سوتے رہے۔ بیدار ہوئے اور دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ نبی آخر الزماں پیدا ہو کر وصال بھی فرما گئے۔

اس روایت کو نقل کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی نیند

منجانب اللہ ہی ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں اصحاب کہف کا قصہ مذکور ہے کہ وہ تین سو نو سال تک سوتے رہے۔ خواب سے بیدار ہو کر انہیں محسوس ہوا کہ وہ پورا دن بھی نہ سوئے تھے۔ اصحاب کہف کی نیند بھی منجانب اللہ تھی اور اللہ کی ایک نشانی تھی۔

اس لئے طالب صادق کو سوتے وقت آنکھیں بند کر کے مراقبہ میں مشغول ہو جانا چاہئے۔ تاکہ جو وہم خیال خواب میں نظر آئے خلل سے محفوظ رہے۔ اگر کوئی بات معلوم کرنی ہو تو قصداً سو جانا بہتر ہے۔ خواب میں جو کامیابی حاصل ہوتی ہے وہ بیداری میں حاصل نہیں ہوتی اور جو لطف بیداری میں ہے وہ خواب میں حاصل نہیں ہوتا۔ طالب صادق کو خواب اور دونوں سے بہرہ اندوز ہونا چاہئے۔ خواب من بہت سے بزرگانِ دین کو دیدارِ الٰہی حاصل ہوا ہے۔ حضور میں زیادتی کے لئے حالت میں تفرقہ اچھا نہیں۔ موت کے واسطے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔

(قیلولہ) دوپہر کی نیند

حدیث میں قیلولہ یعنی دوپہر کو سونے کی فضیلت وارد ہے کیونکہ دوپہر کی نیند قیام شب میں معین و مددگار ہے۔ دوپہر کو گھنٹہ آدھ گھنٹہ سو جانے سے رات کو طبیعت میں کسل اور سستی پیدا نہیں ہوتی۔ اس لئے مرید اور طالب صادق کو دوپہر کو کچھ دیر آرام ضرور کرنا چاہئے۔ نیند آ جائے تو بہتر ہے نہ آئے تو صرف لیٹا رہنا بھی نیند کے قائم مقام ہے۔ شب بیدار حضرات اشراق کی نماز پڑھ کر کچھ دیر ضرور آرام کرتے ہیں۔ اس وقت کے آرام سے ادائیگی نوافل اور اوراد میں کسل نہیں ہوتا۔ بعض حضرات طلوع صبح صادق کے بعد کچھ دیر آرام کرتے ہیں اس وقت سو جانے میں اندیشہ ہے کہ فجر کی نماز فوت نہ ہو جائے اس لئے صبح صادق کے وقت کا خواب ان لوگوں کے لئے ہی بہتر ہے جن کو فجر کی نماز فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ جو حضرات رات بھر بیدار رہ کر دن میں آرام نہیں کرتے ان کی پیشانی پر اگرچہ شب بیداری کا نور نمایاں ہوتا ہے مگر رخساروں پر زردی چھا جاتی ہے۔ آنکھیں بوجھل ہو جاتی ہیں جس سے دیکھنے والے کو شب بیداری کا پتہ چل جاتا ہے۔ صوفی کو ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کوئی ایسی علامت پیدا نہ ہونی چاہئے جس سے عوام میں شہرت یا ناموری پیدا ہو۔ خواص کو چھوڑ کر عام حالات میں سالک کو رات کے تین حصے کرنے لازم ہیں۔ ایک حصہ نیند کے لئے دوسرا اوراد و وظائف کے لئے تیسرا مراقبہ کا۔ ان دونوں پروگراموں میں جس سے زیادہ دلچسپی ہو اس میں زیادہ وقت صرف کرنا چاہئے۔

خواب اور اس کی تعبیر

مرید کو خواب دن میں نظر آئے یا رات میں۔ اپنے مرشد کے سوا کسی دوسرے شخص سے ذکر نہ کرنا چاہئے۔ خواب بیان کرنے کے بعد تعبیر دریافت کرنے کی حاجت نہیں۔ اگر پیر و مرشد خود ہی تعبیر بیان کر دے تو بس اس کو مراد سمجھے ورنہ خاموش ہو جانا چاہئے۔ جس طرح مسافر کو اثنائے سفر میں پہاڑ یا دریا جیسی قسم کی چیزیں نظر آتی ہیں اسی طرح اثنائے سلوک میں بھی سالک کو آفتاب ستارے اور مشائخ کرام کی صورتیں نظر آتی ہیں۔ کبھی کبھی ہاتف کی آوز بھی سنائی دیتی ہے۔

اگر مرید خواب میں بکری کے بچے کو اپنے اوپر حملہ آور دیکھے تو پیر کو اس کی یہ تعبیر دینی چاہئے کہ مرید پر شہوت کا غلبہ ہے۔ اس کا علاج کرنا چاہئے۔ جس حیوان کی جو خصلت ہو۔ مثلاً کتے اور چیونٹی کا حرص و بخل اور سانپ بچھو وغیرہ کی ایذا رسانی ان حیوانات کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہی ہے کہ مرید کے اپنے انہی خصائل کی اصلاح کرنی چاہئے۔

خواب میں ہر قسم کا نور مشاہدہ کرنے کی بھی جداگانہ تعبیر ہے۔ اگر خواب یا بیداری میں کسی شخص کا حال معلوم ہو جائے۔ تو اس کو کسی شخص پر ظاہر نہ کرنا چاہئے ورنہ اندیشہ ہے کہ غیب کی طرف سے اس قسم کی باتوں کا راستہ بند کر دیا ہے۔

روزہ اور اس کا بیان

فرضی روزہ کے علاوہ نفلی روزوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ان میں ایک قسم صوم دوام ہے (ہمیشہ روزہ رکھنا) طریقہ سلوک میں ہمیشہ روزہ رکھنا نہایت عمدہ اور بہتر ہے۔ بعض صوفیا کے نزدیک صوم داؤدی بہتر ہے۔ روزانہ روزہ رکھنے سے روزہ کی عادت ہو جاتی ہے۔ صوم داؤدی میں چونکہ ایک دن افطار رہتا ہے اس لئے بہ نسبت صوم دوام اور صوم داؤدی برابر ہیں۔ سالک جن دونوں میں سے ایک کی بھی عادت ڈال لے بہتر ہے۔ بعض صوفیا ہفتہ میں پیر جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا کرتے ہیں۔ بعض بزرگوں نے سال بھر میں نو روزہ ذی الحجہ کے اور دس محرم کے اور چھ شوال کے پسند کیے ہیں۔

سالک راہ طریقت کے لئے ایام بیض یعنی تیرھویں، چودھویں، اور پندرھویں تاریخ

کے روزے رکھنے لازمی ہیں۔ ترک نہ کرنے چاہئیں اگر ضعف پیری یا بیماری لاحق ہو تو اور بات ہے۔ بعض صوفیا کا یہ معمول ہے کہ دن بھر کچھ نہیں کھاتے غروب آفتاب سے پہلے کچھ کھا لیا کرتے ہیں۔ روزہ کی نیت خودستائی خطرے سے نہیں کرتے۔ میرے نزدیک ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ کم کھانے سے مقصد صفائی قلب ہے۔ صفائی قلب روزے سے حاصل ہو یا فاقہ سے۔ بہر حال جس طرح حاصل ہو وہ ٹھیک ہے۔

روزہ دین کا اہم ترین رکن ہے اس لئے روزہ کی ادائیگی میں شرائط کی پوری پوری پابندی لازمی ہے۔ میرے نزدیک صوم دوام بہتر ہے، مگر افطار کے لئے اہتمام کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ غیب سے فتوحات حاصل ہوں اسی پر اکتفا کیا جائے۔ لیکن دفع تشویش کے لئے افطار کے لئے کچھ رکھ چھوڑنا بھی برا نہیں، اگر سالک طے کا روزہ رکھ سکے تو صوم دوام ضرور رکھنا چاہئے۔ روزہ سے دل کی صفائی بہت جلدی ہوتی ہے۔ اور اس کا ثواب بھی بہت ہے۔ اللہ و تبارک تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ (روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا بدلہ ہوں)

روزہ میں بہت سے فوائد ہیں، دن بھر کھانے پینے کا خیال نہیں آتا، بدگوئی اور فضولیات سے حفاظت رہتی ہے۔ آخرت کا اکثر خیال رہتا ہے، شہوت بھی کم ہو جاتی ہے۔ طالب کے لئے شہوت حد درجہ مضر ہے اس لئے اس کو روزہ کی پابندی کا خاص دھیان رکھنا لازم ہے۔ روزہ سے جو ضعف پیدا ہوتا ہے وہ بھی سالک کے حق میں نہایت مفید ہے روزہ کی حالت میں بے ہوشی سے حضوری کا خاص مقام حاصل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہمیشہ روزہ رکھتے دیکھ کر بچوں کو بھی روزہ رکھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ روزہ افطار کرنے کے بعد شکم سیری سے بچنا چاہئے۔ کم کھانے سے نیند کم آتی ہے۔

طے کا روزہ یا صائم الدہر رہنے کی ترکیب

طے کا روزہ یا صائم الدہر رہنا ابتدا میں دشوار ہے اس لئے روزہ رکھنے کی عادت ڈالنے کے بعد اور صوم دوام کا عادی بننے کے بعد طے کا روزہ دشوار نہیں۔ صوم دوام میں بجائے نماز مغرب کے عشاء کے بعد کھانا کھانا چاہئے۔ لیکن اس صورت میں بھی بتدریج تاخیر اختیار کرنا چاہئے اس سے دو یا تین روز بعد بغیر کھائے پئے گزارنے مشکل نہ ہوں گے۔ دو یا تین دن کھانے پینے کی عادت ایک مہینہ یا چھ مہینہ یا پورا سال بغیر کھائے پئے گزارنا سہل ہوگا۔ اور

نوبت پر پہنچ کی عمر بھر کھانے پینے کی احتیاج باقی نہ رہے گی۔ مگر یہ واضح رہے کہ یہ تدابیر اسی وقت مفید ثابت ہو سکتی ہیں جن ان روزوں سے ضروری امور چلنے پھرنے میں حرج واقع نہ ہو اور اگر حرج واقع ہو تو ان کا ترک کرنا بہتر ہے بعض لوگ گرمی اور پیاس لگانے والی چیزیں کھا کر پانی نہیں پیتے۔ چند روز ایسا کرنے سے پانی پینے کی عادت کم ہو جاتی ہے۔ کم کھانے پینے سے نیند نہیں آتی۔

سلوک میں چار چیزوں کی تقلیل کا حکم ہے۔ سالک کو کم کھانا۔ کم بولنا۔ کم سونا اور لوگوں سے کم ملنے کا عادی بننا چاہئے۔ ان چار چیزوں میں سے ہر ایک دوسرے کا معاون و مددگار ہے۔ طالب اور عاشق صادق پر بغیر کھائے پئے مہینے یا سال گزر جاتے ہیں۔ نہ ان کو کھانے پینے کی خبر رہتی ہے نہ ان کی قوت میں ہی کمی یا فرق آتا ہے۔ حضور سرور عالم ﷺ کا ارشاد ہے ابیتُ عِند ربیّ یُطعِمُنِیْ وَ یستقینی (میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہی مجھے کھلا دیتا ہے وہی مجھے پلا دیتا ہے) حضور سرور عالم ﷺ کے اس ارشاد اقدس سے اسی کیفیت کی طرف اشارہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

کم کھانے کی عادت ڈالنے کے طریقے

قلتِ طعام کی عادت ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مثلاً ایک پاؤ کھانے کا عادی ہو تو ایک پاؤ چنے تول کر رکھ لے اور اپنی خوراک میں ایک چنا روزانہ کم کر دیا کرے۔ اس تدبیر سے سال بھر میں ۳۶۰ چنوں کی برابر خوراک کم ہو جائے گی۔ کسی قسم کا ضعف بھی پیدا نہیں ہو گا۔

بعض لوگ اپنی خوراک کے وزن کے لئے ایک ہری لکڑی وزن کر کے رکھ لیتے ہیں اور اسی لکڑی کا برابر وزن کرتے رہتے ہیں۔ جوں جوں لکڑی سوکھتی جاتی ہے خوراک میں بھی کمی ہوتی جاتی ہے۔ اس تدبیر میں خرابی یہ ہے کہ چند روز میں لکڑی کا وزن نصف رہ کر خوراک میں کمی ہو جانے سے ضعف پیدا ہو جاتا ہے، غذا میں روزانہ کم کھانے سے ضعف اور لاغری آجاتی ہے اس لئے قلت طعام اختیار کرنے کے لئے چنے والی ترتیب سب سے بہتر ہے۔

اعتکاف

صوفیائے کرام کے نزدیک اعتکاف کی خاص رعایت اور ہدایت ہے بعض چالیس روز کا اور بعض پورے تین چلوں کا اعتکاف کرتے ہیں۔ خاندان کبرویہ کے بزرگ بیس شعبان سے تیس رمضان تک پورے چالیس روز کا اعتکاف کرتے ہیں۔ اس اعتکاف کا نام ان کے نزدیک اربعین محمدی ﷺ ہے اس کے بعد یکم ذیقعدہ سے دس ذی الحجہ تا کا بھی اعتکاف کیا جاتا ہے۔ اس اعتکاف کا نام اربعین موسوی ہے اور یکم رجب سے دس شعبان تک کے اعتکاف کا نام اربعین عیسوی ہے۔

یہ تینوں صوفیا کے نزدیک نہایت ضروری ہیں ان چلوں میں ذکر اور مراقبہ کثرت کے ساتھ ہوتا ہے۔ دیگر نوافل یا تلاوت پر زور نہیں دیا جاتا۔ سنت مؤکدہ اور تحیۃ الوضو کے علاوہ کچھ نہیں پڑھتے کتب فقہ مثلاً ہدایہ میں رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف مسنون لکھا ہے۔ مگر میں نے صحابہ کرام سے کوئی ایسی روایت نہیں دیکھی کہ وہ آخر رمضان میں اعتکاف کی رعایت کرتے ہوں اسی سبب سے بعض مشائخ آخر رمضان کا اعتکاف نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ آخر رمضان میں اعتکاف کرنے سے شہرت اور ناموری ہوتی ہے۔ جو لوگ مسجدوں میں یا خانقاہوں میں رہتے ہیں اور وہاں نماز با جماعت ہوتی ہے تو ان متبرک مقامات پر شرائط اعتکاف کے ساتھ قیام بھی اعتکاف میں شمار ہوتا ہے۔

اعتکاف تین قسم کے ہوتے ہیں

(۱) اعتکاف معین (یعنی آخر رمضان کا اعتکاف)

(۲) اعتکاف دوام (جس کا ذکر سطور بالا میں گزرا)

(۳) اعتکاف قلب۔ اہل دل اپنے خانۂ دل میں اعتکاف کرتے ہیں۔

حضور سرور عالم ﷺ سے منقول ہے کہ وہ رمضان المبارک میں ہی پورے مہینے کے روزے رکھا کرتے تھے۔ اور کسی مہینہ میں پورے روزے نہ رکھتے تھے نہ کوئی دن روزہ کے لئے مخصوص فرماتے تھے۔ صوفیائے کرام ایام بیض کے روزوں کی پابندی میں سنت کا اتباع بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔ اور اپنے اوراد و وظائف کا رعایت بھی۔

نکاح کرنا بہتر ہے یا نوافل پڑھنا

حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ خلوت میں نوافل ادا کرنے سے نکاح کرنا بہتر

ہے امام شافعی کے نزدیک نکاح کرنے سے نوافل پڑھنا افضل ہے۔ حضور سرور عالم ﷺ کا ارشاد اقدس ہے۔ خیر ھذہ الامۃِ اکثر ھم نِسَاءَ اس امت میں وہ شخص بہتر ہے جس کی بہت سی بیویاں ہوں۔

امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں وارد ہے کان ازھد الناس ولہ اربعۃُ نِسوَۃ وثمان عَشرَۃ سَرِیۃ آپ سب سے بڑے زاہد تھے۔ آپ کی چار بیویاں اور اٹھارہ لونڈیاں تھیں۔ معلوم ہوا کہ شادی کرنا دنیا داری میں شامل نہیں۔ حضرت پیران پیر سید عبدالقادر جیلانیؒ نے اسی برس کی عمر میں چار شادیاں کیں تھیں۔

محمد حسینی اپنے تجربے کے موافق کہتا ہے کہ جس نے ایک عورت سے شادی کی وہ پوری دنیا کا محتاج ہوگیا۔ تم بھی تجربہ کر کے دیکھ لو پہلے تو تمہیں صرف اپنی ضروریات کا فکر تھا۔ اب دوسرے کا بھی ہوگیا یہ صحیح ہے کہ تمہیں لذت وخواہش کی پرواہ نہیں۔ مگر دوسرے کو تو ہے بیاہ شادی کرنے سے تمہاری قوت روز بروز زائل ہو کر زوال جمال کی صورت میں تبدیل ہو جائے گی اگر تم مر گئے تو تمہاری بیوہ کس مپرسی کی حالت میں زندگی کیونکر گزارے گی۔ اس خیال کو دل سے نکال دو خدا اور رسول نے تم کو نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔ مگر یہ تو غور کرو کہ تم فرائض کس قدر انجام دے رہے ہو جو اس مباح کے پیچھے پڑو۔ اور تم عارف ہو اور تجلیات کا مشاہدہ کر چکے ہو تو خوب جانتے ہو کہ بہت سی باتوں کو وہ فرماتے ہیں مگر تم نہیں کرتے حق تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ حضوری تھے یعنی انہوں نے شادی نہیں کی تھی (کہا جاتا ہے کہ ان میں قوتِ باہ نہ تھی) میں کہتا ہوں تم بھی صوفی ہو قلتِ طعام کے سبب تمہاری قوت باہ کہاں سے آئی لہٰذا تم بھی انہیں کے حکم میں ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میری عمر کے صرف دس پندرہ روز باقی رہ گئے ہیں تب میں شادی کرلوں کیونکہ تب میں تجرد کی حالت میں خدا سے ملنا نہیں چاہتا۔ یہ بات بہت اچھی ہے تم بھی سنت نبوی پر جان دو مگر یہ دیکھ لو کہ تمہاری بیوہ پر تمہارے مرنے کے بعد کیا گزرے گی۔

میرے عزیز جہاں تک ہو سکے اس کام سے باز رہو۔ میری بات سنو میں تم کو تنبیہہ کرتا ہوں کہ جب سالک اس فعل کا مرتکب ہوا وہ منزل مقصود سے رہ گیا اگر تم عارف ہو تو قسم ہے خدا

کی اس کام سے تمہاری تجلیات میں ذوق آجائے گا اور تم شہود غائب سے شاہد موجد کے ساتھ راضی ہو جاؤ گے۔

صوفی کو لازم ہے کہ کمال حاصل کرنے کے بعد بھی اپنے اوراد میں سے کوئی فرد ناغہ نہ کرے۔ حضرت جنید بغدادی وصال کے وقت بھی تسبیح پڑھنے میں مشغول تھے۔ سبب دریافت کرنے پر فرمایا کہ اسوقت میرا نامۂ اعمال لپیٹا جا رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کام کے ساتھ میرا خاتمہ ہو۔ ہمارے مشائخ رضوان علیہم سے باوجود کمالات کبھی ایک وقت کا وظیفہ بھی فوت نہیں ہوا۔ پیر عارف ہر چیز میں اسی کو دیکھتا ہے۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ بزرگان دین کے مقررہ طریقہ کو چھوڑ کر امتیازی صورت اختیار کی جائے۔

کھانے پینے کے آداب

کھانا کھاتے وقت سالک کو لاَ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰه کا ذکر جاری رکھنا چاہئے کھانے کے ہر لقمہ ہر گھونٹ پر بسم الله الرحمن الرحیم پڑھنی چاہئے۔ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ ہر لقمہ اور ہر گھونٹ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور سورۂ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔ بعض بزرگوں کے متعلق یہ بھی منقول ہے کہ وہ ہر لقمہ پر ایک قرآن شریف ختم فرمایا کرتے تھے۔ (یہ ان کی خاص کرامت ہے)

سالک کو بھوک بڑھانے کے لئے سفوف مشتھی طعام کا کا استعمال زیبا نہیں اور نہ یہ زیبا ہے کہ قسم قسم کے مزے مزے کے کھانے دیکھ کر خوب پیٹ بھر کر کھائے۔

میزبان کو لازم ہے کہ اپنے مہمان کو اپنی حیثیت کے موافق سریع الہضم کھانا کھلائے ثقیل اور ریاح پیدا کرنے والے کھانا کھلانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ مہمان کو بھی چاہئے کہ جو کچھ اس کے سامنے آئے بخوشی کھائے۔ ایسی فرمائش نہ کرنی چاہئے جس کو پورا کرنے میں میزبان کو تکلیف یا دقت کا سامنا ہو۔

مہمان کو خالی ہاتھ نہ جانا چاہئے کچھ نہ کچھ ضرور لے جائے۔ اگر برتن بطور تحفہ لے جائے تو اس کو خالی لے جانا، مناسب نہیں۔

کھانا کھاتے وقت روٹی کے ٹکڑے کرکے ڈالنا اچھا نہیں۔ جب ایک روٹی کھا چکے تب دوسری روٹی توڑنی چاہئے۔ درویشوں کا قاعدہ ہے کہ وہ کئی آدمی مل کر کھاتے ہیں تو روٹیو

کے ٹکڑے کر لیتے ہیں یہ پردہ پوشی کی بہت اچھی صورت ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس نے کتنی روٹیاں کھائیں۔ ابدال نوالہ چبا کر تھوک دیتے ہیں اور پانی کا گھونٹ پی لیتے ہیں۔ پانی کے ساتھ کھانے کے جس قدر ریزے پیٹ میں چلے جاتے ہیں اسی پر بس کرتے ہیں۔

دعوت میں شریک ہونے کے آداب

اگر کسی دعوت میں جانے کا اتفاق ہو تو اپنے ساتھ کسی دوسرے شخص کو نہ لے جانا چاہئے۔ اگر مصلی بردار خادم ساتھ ہو تو اس کو مجلس میں اپنے برابر نہ بٹھائیں بشرطیکہ میزبان اس بات سے ناراض ہو۔ اگر راستہ میں باتیں کرتے کرتے لوگ ساتھ ہو لیں تو مکان دعوت کے دروازے پر ان سب کو رخصت کر دینا چاہئے۔ اگر کوئی دوسرا آدمی ساتھ اندر چلا آئے تو میزبان کو اس کی اطلاع کر دینی چاہئے۔ اگر میزبان اجازت دے تو اس کو شریک طعام ہونا جائز ہے ورنہ نہیں۔ اگر میزبان اجازت نہ دے تو برا نہ ماننا چاہئے۔

مجلس طعام میں صدر مقام پر بیٹھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جانا مناسب ہے۔ اگر میزبان صدر مقام پر بیٹھنے کے لئے اصرار کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ تمام جگہ گھیر کر یا امتیازی شان کے ساتھ بیٹھنا مناسب نہیں۔

اگر مجلس میں آپ ہی صدر مجلس ہیں تو بلا تکلف صدر مقام پر بیٹھ جائیں مگر جب تک اور لوگ کھانا شروع نہ کریں۔ آپ کو بسم اللہ کرنے میں سبقت نہ کرنی چاہئے۔ کھانے سے بے رغبتی کا اظہار متکبرین کا طریقہ ہے لقمے اوسط درجہ کے خوب چبا چبا کر کھانا چاہئے اور آہستہ آہستہ کھانا چاہئے تا کہ کوئی مہمان شرم و حیاء سے بھوکا نہ رہ جائے۔

کھانا اپنے آگے سے کھانا چاہئے۔ ادھر ادھر ہاتھ نہ چلانا چاہئے اگر دستر خوان پر روٹی سالن، چاول، مٹھائی موجود ہے تو پہلے روٹی سالن اس کے بعد چاول اور آخر میں مٹھائی وغیرہ کھانی چاہئے۔ اور اگر دستر خوان پر دلیا بھی موجود ہو تو اس کو کھانے سے پہلے پی لینا ہی بہتر ہے۔

مجلس میں اگر پرہیز کی مجبوری ہو تو خاص کھانا کھانا جائز ہے۔ اپنے کھانے میں دوسروں کو بھی شریک کرنا چاہئے کیونکہ (جو آدمی تنہا کھاتا ہو وہ سب لوگوں سے برا ہے) کھانا اس طرح کھانا چاہئے کہ ہاتھ اور ہونٹ لت پت ہو جائیں۔ تین انگلیوں سے نوالہ بنا کر کھانا چاہئے۔ کھانا کھاتے ہوئے کھانے کی تعریفوں کے پل باندھنا مناسب نہیں اور اگر کھانا حسب

مرضی نہ ہو تو اس کی مذمت کرنا تو بہت ہی برا ہے۔

اگر میزبان کی مرضی کا کھانا نہ ہو تب بھی اس کو مہمانوں کی خاطر سے شریک طعام ہونا چاہئے کھانے کا عیب و ہنر باورچی کو علیحدگی میں بتلانا چاہئے تاکہ وہ آئندہ خراب کھانا پکا کر مال خراب نہ کرے۔

صوفیائے کرام کے لئے کھانے کا وقت دن میں قریب زوال اور رات کو بعد نماز عشاء مناسب ہے دو وقت سے تیسرے وقت نہ کھانا چاہئے۔ مجلس طعام سے رخصت ہوتے وقت میزبان سے مصافحہ کر کے مختصر الفاظ میں شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ دعوت کو قبول یا انکار کرنے میں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ فراخ دل کی دعوت کو رد نہ کیا جائے۔ بخیل اور مشتبہ یا حرام کاروبار والے کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دینا چاہئے۔

اجنبی فقیروں کی دعوت کرنے سے یاران طریقت کو کھانا کھلانا بدرجہا بہتر ہے۔ اور اگر ان میں کوئی رشتہ دار ہو تو اس کو مقدم سمجھ کر حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔ اور اپنے کسی عزیز کی خدمت کرنے کا چرچہ نہ کرنا چاہئے سوائے خدا کے کسی کو علم نہ ہو۔

مرید ٹوپی کے علاوہ ہر ایک کپڑا اپنے مرشد کے حضور نذر کر سکتا ہے اگر ٹوپی بالکل نئی ہو تو اس کو پیش کرنے میں بھی مضائقہ نہیں۔

مرید ہونے کی شرطیں اور اس کے ابتدائی فرائض

طالب راہ حق کو اس میدان میں قدم رکھنے کے بعد حسب ذیل شرائط کی پابندی لازمی ہے۔

(۱) مبتدی کے لئے سب سے پہلی شرط مرشد اور ہادی کی جستجو ہے۔

(۲) یہ کہ طالب صادق جواں مرد اور صاحب ہمت ہونا چاہئے۔ جو اپنے دل سے دنیاوی تعلقات کو منقطع کر سکے۔

(۳) اپنی ریاضت و مجاہدہ کو کسی شمار میں نہ لانا۔

(۴) خلوت اور تنہائی اختیار کرنا۔

(۵) عورت سے علیحدگی۔ اشد ضرورت کے علاوہ بیوی کے پاس نہ جانا۔

(۶) اکل حلال اور صرف اتنی غذا کھانا جس سے عبادت کرنے کی قوت جسم میں برقرار

رہے۔

(۷) بڑی مستعدی سے پیرو مرشد کی تعمیلِ حکم میں سرگرم رہنا۔

(۸) کم سونا۔

(۹) جب دو کام سامنے آئیں ان میں سے بہتر کو اختیار کرنا۔

(۱۰) نفس کی خواہشات کی مخالفت کرنا۔

(۱۱) اپنے آباؤ اجداد کے علم و فضل پر فخر نہ کرنا۔

(۱۲) علمی مباحثوں سے اور مناظرہ سے علیحدہ رہنا۔

(۱۳) وضو اور طہارت میں وہم نہ کرنا اور تزکیہ نفس اور خدا کی طرف پوری طرح متوجہ ہونا۔

(۱۴) اپنے لئے کوئی خاص ہیئت یا لباس یا وضع اختیار نہ کرنا۔

(۱۵) فرصت کے اوقات میں بھی خالی نہ رہنا۔ مراقبہ اور حضوری سے دل کو خالی نہ رکھنا طالب کو ہر وقت اللّٰھمّ زدنی اور ھَلْ من مزید کا غلغلہ بلند کرنا چاہئے۔ خدا تک پہنچنے کا سیدھا راستہ وہی ہے جو مرشد بتائے۔ حضور ﷺ کی راستی کی تلاش کرنی چاہئے۔ طالب اپنا مقصد پیش نظر رکھے اس کے سوا اور جو کچھ ہے وہی اس کے لئے کفر و جہنم ہے کشف و کرامات کے پیچھے طالب کو نہ پڑنا چاہئے وہ چیزیں طالب کے لئے حجاب عظیم ہیں۔

مریدوں کی قسمیں

(۱) ایک طالب وہ شخص ہے جو اپنی عقل اور سمجھ سے غذا کی طلب میں مصروف و سرگرداں رہتا ہے وہ اپنے علم و فضل سے سمجھتا ہے کہ واجب الوجود قدیم اور سب سے بڑا ہے یہ شخص چونکہ حکمت کی راہ سے طالب ہوا ہے اس لئے عاشق صادق نہ کہلائے گا۔

(۲) عاشق کے اندر جو طلب ہوتی ہے وہ خدا ہی کی طرف سے اس میں پیدا ہوتی ہے ۔اگر عاشق سے دریافت کیا جائے کہ تو معشوق پر زیادہ کیوں شیدا ہے تو وہ یہی جواب دے گا کہ میں نہیں جانتا۔

مرید ہونے کا بہتر وقت بلوغ سے چالیس سال کی عمر تک ہے پیرانہ سالی میں مرید ہونے سے کیا حضور حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ نیکیوں کے سبب درجات میں بلندی

حاصل ہو جائے۔ عمر جوانی کا زمانہ راہ طریقت اختیار کرنے کے لئے خوب ہے۔ خدا توفیق عطا فرمائے۔ ایام جوانی میں پوری ہمت کے ساتھ اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

جس طرح ایک عاشق مجازی ہر وقت وصل کی جستجو میں سرگرداں رہتا ہے۔ جان و مال سے دریغ نہیں کرتا۔ طالب کو بھی یہی لازم ہے کہ مسجد یا صحرا میں خلوت اختیار کرے کبھی کبھی نیک اور بزرگوں کی صحبت میں جایا کرے جو کچھ اپنے پاس ہو ان کی خدمت میں رہ کر صرف کرے۔ ان سے راستہ سیکھئے۔ نیکیوں کے کسی راستہ کو نہ چھوڑے۔ نماز، روزہ، وظیفہ، ذکر، مراقبہ میں تساہل نہ کرے۔

مرید کے لئے چند ہدایات

اگر ارادت میں لغزش ہو جائے تو ارادت کو ترک نہ کرنا چاہیئے اگر ارادت قائم ہے تو چند روز میں لغزش کا اثر جاتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ اپنی خطا پر شرمندگی اور اس کی رحمت سے امید رکھنی چاہیئے۔

سن رسیدہ مرید کے لئے یہی کافی ہے کہ پانچوں وقت نماز با جماعت ادا کرے اور وظائف میں مصروف رہے۔ اور خلوت میں آنکھ منہ بند کر کے مراقبہ میں مشغول رہے۔ مشغولی کا جو طریقہ پیر نے بتایا ہو اس پر عمل کرے۔ اگر طالب کی دل میں پیر کی محبت ہے، تو اسے ضرور کچھ نہ کچھ حاصل ہوگا۔ بوڑھے طالب کو نار و نور اور کشف و ظہور کا طالب نہ بننا چاہیئے اپنے مقصود اصلی پر نظر رکھنی چاہیئے۔

آنکھیں بند کر کے دھیان جمانا چاہیئے کہ میرا محبوب نہایت حسن و جمال طالب نہ بننا چاہیئے خدا کے سوا کسی اور چیز پر راضی ہی نہ ہونا چاہیئے۔ ان تدبیروں سے طالب کا دل ضرور روشن ہو جائے گا۔

اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبدِی میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں۔ جیسا گمان میرے متعلق رکھے گا ویسا یہاں محقق ہوگا۔ بوڑھے طالب کو نابالغ بچہ کی طرح اپنی ضد میں اڑ جانا چاہیئے۔ خدا کے سوا کسی اور چیز پر راضی ہی نہ ہونا چاہیئے۔ ان تدبیروں سے طالب کا دل ضرور روشن ہو جائے گا۔

اگر طالب سن رسیدہ ہو تو اس کے واسطے مراقبہ ہی بہتر ہے۔ نابالغ بچہ کو مجاہدہ کی تعلیم

دینا بے سود ہے۔ نابالغ بچہ کا اس دشوار گزار صحرا سے گزرنا مشکل ہے۔ اگر کسی وقت طالب عشق مجازی میں مبتلا ہو جائے تو اس کی خلاصی کی تدبیر یہی ہے کہ معشوق کو بھی اسی راستہ پر لگائے ورنہ خیالات فاسدہ دور کرنے کے لئے سفر اختیار کرے اور جبر سے کام لے ورنہ یہ موقع طالب کے لئے خطرناک ہے۔

اگر بادشاہ کے دل میں ذوق طلب پیدا ہو تو اسے سلطنت و ریاست چھوڑ کر خلوت اختیار کرنی چاہیئے۔ اگر شاہی ملازم اس میدان میں قدم رکھے اور شاہی خدمات اور اوراد و وظائف کی ادائیگی میں مانع نہ ہوں تو بہت اچھا ہے ورنہ دل ہی دل میں وظیفہ پڑھ لینا کافی ہے۔ ایسے طالب کے لئے دل ہی دل میں پڑھنا مفید ہے۔ بادشاہ یا نواب کو دن کو رعایا پر احسان اور مسلمانوں کے کام انجام دینے چاہئیں اور رات کو مراقبہ میں مشغول رہنا چاہیئے۔ اگر بادشاہ کو طلب صادق ہے تو اس کو حضرت ابراہیم ادہمؒ اور معاویہ بن یزید کی تقلید میں سلطنت چھوڑ کر خلوت اختیار کرنی چاہیئے۔

اگر ایسا نہ ہو سکے کوئی اور سلطنت کو سنبھالنے والا نہ ہو تو بادشاہ خود ہی امور سلطنت کو انجام دے اور امور شرعی انجام دینے کے لئے کسی دیانت و امانت دار عالم باعمل کی خدمات حاصل کرے۔ فقراء ضعفاء اور یتامی بیوگاں کی خبر گیری فرض جانے۔ بیت المال کے انتظام کے لئے دیانت دار اور خدا ترس اہلکاروں کی تفتیش پر مقرر کرے۔ ان لوگوں کی خدمات انجام دینا ہی بادشاہ کی فضیلت اور بارگاہ خداوندی میں اس کا تقرب ہے۔ بادشاہ کو ہر وقت اعلائے کلمۃ اللہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ اور قہر و جلال خداوندی کو سامنے رکھ کر نفس کے حملوں کو ناکام بنانا چاہیئے۔ بادشاہ کے دل میں جس قدر شکستگی ہو اسی قدر خدا سے قرب ہوگا۔

طالب کے واسطے یہ خطرہ بھی برا ہے کہ وہ اپنے آپ کو طالب سمجھے۔ مرشد کو چاہئے کہ عورت کو مراقبہ اور تصور کی تعلیم نہ کرے۔ عورت کو زینت و آرائش ترک کر کے ظاہری عبادت سے زیادہ حصہ لینا چاہیئے۔ اگر عورت کا شوہر موجود ہو تب بھی اس کو ترک زینت لازم ہے عورت کو بہ نسبت اوراد کے نوافل زیادہ پڑھنے چاہئیں۔

اگر طالبہ بڑھیا اور سن رسیدہ ہو تو اس کے لئے نماز پڑھنا اور تسبیح پڑھنا سب کاموں سے بہتر ہے۔ روزے بھی رکھنے چاہئیں طالبہ کو گوشۂ خلوت میں بیٹھے رہنا چاہئے۔ گھر کے کونہ

میں بیٹھ کر اللہ اللہ کئے جائے تمام عبادتوں سے بڑھ کر اس میں اثر پائے گی۔

طالبہ کو عابد و زاہد پارسا ظاہر کرنے کے لئے جھاڑ پھونک سے پرہیز کرنا چاہئے ان باتوں سے وہ منزل مقصود کو نہ پہنچے گی۔ یہی حکم مردوں کے لئے بھی ہے۔

طالب مرد عورت کو اگر خواب میں کسی ایسی بات کو حکم کیا جائے جو اس کی خواہش کے موافق ہو تو اس پر ہرگز عمل نہ کرنا چاہئے۔ اور اگر ایسی بات کا حکم ہو جو مرضی کے خلاف ہو تو اس پر عمل کرنا چاہئے۔

اگر عورت اس مرتبہ پر پہنچ جائے جو حضرت رابعہ بصریؒ اور بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سا کام کا تھا تو اس کو ہماری ان نصیحتوں کی پابندی کی ضرورت نہیں۔

شیخ کی خدمت میں حاضری کے آداب

شیخ یا پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب کو عاشق کی طرح یا تو پیر کے چہرۂ انور پر نظر رکھنی چاہئے یا اپنے پیروں پر نگاہ رکھ کر کھڑا رہے۔ اگر بیٹھے تو سینہ پر نظر رکھے۔ شیخ کے سامنے نہ دوڑ کر چلنا چاہئے نہ بہت آہستہ۔ شیخ کی خدمت میں کوئی تحفہ پیش کرنا ہو تو نہایت ادب کے ساتھ پیش کرے۔ شیخ کے سامنے حاضر ہو کر از راہ تعظیم اپنا سر زمین پر اس طرح رکھنا چاہئے کہ عمامہ کا پہونچ زمین پر ٹک جائے۔ پیشانی زمین پر نہ لگے۔ حضرت شیخ چراغ الدین قدس سرہ کے حضور میں اسی طرح کیا جاتا تھا۔

واپسی میں شیخ کی طرف پشت نہ کرنی چاہئے جس طرح دل شیخ کی طرف متوجہ ہے چہرہ بھی متوجہ رہنا چاہئے۔ البتہ جو شخص ہر وقت شیخ کی خدمت میں حاضر باش ہو اس کو دو تین قدم الٹا چل کر پشت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ شیخ کے سامنے بیٹھ کر ادھر ادھر دیکھنا، گھڑی گھڑی اٹھنا بیٹھنا بے ادبی ہے۔ جب شیخ اٹھیں مرید کو بھی اٹھ جانا چاہئے۔ شیخ کے سامنے بیٹھ کر اونگھنا نہایت برا ہے۔ اگر نیند کا غلبہ ہو تو علیحدہ کسی گوشہ میں سو جائے۔ شیخ کے سامنے وظیفہ پڑھیں تلاوت کریں اور نہ شیخ کو تنہا چھوڑ کر نفل پڑھنے کے لئے جانا چاہئے۔ شیخ کے سامنے پان بھی نہ کھانا چاہئے۔ اگر شیخ کے ساتھ کھانا کھانے کا اتفاق ہو تو نہایت تمیز اور ادب کے ساتھ تناول کرنا چاہئے۔

امور بشری میں شیخ کو اپنے مثل تصور کرنا چاہئے لیکن امور خداوندی میں شیخ کو مثل پیغمبر

ماننا چاہئے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ مقام ولایت میں گناہ مراجعت کی دلیل ہے۔ اور مقام محبت میں نقص محبت کی اور مقام معرفت میں کمال معرفت کی دلیل ہے۔ شیخ عارف ہے اور عارف کا نفس بھی عارف ہوتا ہے۔ نفس جب عرفان کے میدان میں جولانی کرتا ہے اس وقت اس کی بندش مشکل ہو جاتی ہے۔

شیخ کی مجلس سے بغیر ضروری کام کے باہر نہ جانا چاہئے۔ اور جب شیخ اس کی طرف دیکھیں تو اپنی نظر نیچی کر لیں۔ پیر کی آنکھوں سے آنکھیں نہ ملائے۔ شیخ سے بغیر کے کوئی سوال نہ کرنا چاہئے۔ اگر شیخ خود ہی قلبی تڑپ و گرفتگی طبیعت کے حال پر مطلع ہو جائیں تو بہتر ہے ورنہ مرید کو اپنے متعلق کوئی ایسی بات نہ کہنا چاہئے اگر مرید کو غزل یاد ہو تو پیر کے سامنے نہ گائے۔ اگر شیخ کی فرمائش ہو یا مرید قوال ہو تو اور بات ہے۔ شیخ کی مجلس کو مجلس حق تصور کرنا چاہئے۔

شیخ کے سامنے زیادہ آمد و رفت بھی اچھی نہیں شیخ کے احکام کی تعمیل فرض جانیں پیر علوم سے واقف ہوتا ہے جن کی مرید کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سنا ہوگا شیخ کے تصرفات کو بھی ایسا ہی تصور کرنا چاہئے تم کو نہیں معلوم کہ پیروں سے کیا کیا باتیں ظہور میں آتی ہیں۔ جن کی حکمت سے وہ خود ہی واقف ہوتے ہیں۔

شیخ سے غافل ہونا بڑی محرومی ہے شیخ حق کے راستہ کی رہنمائی میں استاد اور ماہر ہوتا ہے۔ جس جگہ تم سو سال مجاہدہ سے نہیں پہنچ سکتے پیر تم کو ایک منٹ میں وہاں پہنچا سکتا ہے۔ وہ راستہ کی دوری و نزدیکی و نشیب و فراز سے خوب واقف ہوتا ہے اس واسطے وہ جو کچھ فرمائے بلا تامل بجالانا ہے۔

اگر شیخ اپنے کسی خاص کام کا حکم دیں اس کو اپنے حق میں خاص رحمت تصور کرنا چاہئے۔ رفتار گفتار وضع قطع میں پیر کا اتباع کرنا چاہئے۔ ایک لحظہ بھی شیخ کے تصور سے خالی نہ رہنا چاہئے۔ اکثر پیر کا نام ورد زبان رکھے۔ مرید کو ہر وقت پیر کو غیب کے مشاہدہ میں سمجھے اور اپنے اوپر پیر کی تجلی کا تصور کرتا رہے۔ اگر ایسا ہی کرتا رہا تو ایک وقت وہ ہوگا کہ پیر اس کے پاس سامنے آ جائیں گے اور پیر کے دل پر حق کی تجلی ہو رہی ہے اس کا عکس اس کے دل پر جلوہ گر ہوگا۔

مرید ہمیشہ اپنے آپ کو پیر کی حراست میں تصور کرے اور اپنے ہر کام کو پیر اور خدا کی اعانت پر موقوف جانے اگر اس بات کی مداومت کی تو جدھر دیکھے گا پیر ہی پیر نظر آئیں گے۔ پیر

صورت و معنی رکھتا ہے مرید کو پیر کی صورت سے متعلق ہونا چاہئے کیونکہ معنی کا فیض بھی صورت ہی کے ساتھ ہے۔ جب مرید صورت کو لازم پکڑے گا تو معنی کا فیض خود بخود مرید پر جلوہ گر ہوگا۔

پیر کے مرتبہ کو سمجھنا بہت بڑا کام ہے۔ کم از کم اتنا اعتقاد ضرور رکھنا چاہئے کہ پیر جو کچھ کرتے ہیں خدا کے حکم سے کرتے ہیں پیر سے بڑھ کر کوئی ولی نہیں۔ اور اگر اپنے پیر کے پیر بھی موجود ہوں تو تب بھی یہی سمجھنا چاہئے کہ مجھ کو جو فیض اپنے پیر سے پہنچ سکتا ہے وہ پیر کے پیر سے نہیں پہنچ سکتا۔

اگر مرید سچے دل سے پیر کا طالب ہے تو پیر خود بخود مرید پر مہربان ہوں گے۔ حضرت خواجہ فرید الدین اور حضرت قطب الدین اور حضرت خواجہ معین الدین کی حکایت تم نے سنی ہوگی۔

ایک دفعہ حضور سرور عالم ﷺ نے معاذؓ سے دریافت فرمایا۔ معاذ تم رات کو کیا کرتے ہو؟ عرض کیا۔ یا رسول اللہ رات کو ایک چوتھائی میں حضور پر درود پڑھتا ہوں اور باقی تمام شب خدا کی عبادت کرتا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ معاذ تم سے ہو سکے تو درود زیادہ پڑھا کرو۔ چند روز کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا۔ معاذ تم رات کو کیا کرتے ہو؟ عرض کیا۔ دو تہائی شب میں حضور پر درود پڑھتا ہوں اور ایک تہائی میں عبادت کرتا ہوں۔ فرمایا تم ٹھیک کرتے ہو یوں ہی کیا کرو۔ بتاؤ خدا کی عبادت بہتر ہے یا درود شریف؟

حضور نے کیوں عبادت سے روکا اور درود شریف پڑھنے کا حکم دیا۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ حضور ﷺ جانتے تھے کہ معاذ خود راستہ طے نہیں کر سکتا اگر مجھ کو واسطہ بنائے گا جلد منزل پر پہنچ جائے گا۔ یہی معاملہ پیر و مرشد کا قیاس کرنا چاہئے۔

یہ بات اچھی طرح غور سے سمجھ لینی چاہئے کہ پیر ایک بشر ہے اور خدا تمام نسبتوں اور اضافات سے منزہ ہے اس لئے بہ تقاضائے بشریت کوئی ایسا کام نہ کرنا چاہئے جس سے پیر کو غصہ آ جائے۔ پیر کے کام میں ہرگز تاخیر نہ کرنی چاہئے۔ پیر کے دوستوں اور ہم نشینوں کو بھی کسی قسم رنج نہ دینا چاہئے۔

حضرت امام مالک کے نزدیک خدا کی جناب میں گستاخی کرنے کے بعد توبہ کرنے سے توبہ مقبول ہے۔ مگر حضور ﷺ کی جناب میں ناسزا کہنے کی سزا قتل ہے اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں جو شخص اشارتاً یا صراحتاً اپنے پیر کی توہین کرتا ہوا اس سے بالکل بیزاری اور ایسی نفرت

چاہئے جیسے زاہد شیطان سے نفرت کرتا ہے۔ ورنہ اگر تم ذرا بھی اس کی طرف مائل ہوئے تو بے غیرت کہلاؤ گے۔ شیخ اگر اپنا پہنا ہوا کپڑا مرید کو عنایت کریں تو اس کو بہت احتیاط سے محفوظ رکھے۔ عیدین یا کسی متبرک دن اس کی زیارت کیا کرے اور اس کو اپنا شفیع تصور کرے۔ پیر کی نشست گاہ کے ساتھ وہی آداب ملحوظ رکھے جو پیر کے ساتھ لازم ہیں۔ یعنی اس کے اوپر نہ بیٹھے ادب کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا ہو۔ اس کی طرف پشت نہ کرے۔ الٹے پیروں واپس ہو۔ اور یہ خیال کرے کہ پیر و مرشد وہاں تشریف رکھتے ہیں اگرچہ پیر و مرشد انتقال کر گئے ہوں۔ کیونکہ پیر کی روح کو طی مکان حاصل ہوتا ہے۔ ایک ہی وقت قبر میں بھی ہیں اور مجلس میں بھی اور خدا کے حضور میں بھی۔ ہر ذکر و شغل میں ربط شیخ کو مستحکم کرنا چاہئے۔

امورِ بشریت میں پیر کی اتباع کی ضرورت نہیں مثلاً پیر کی چار بیویاں ہوں تو تمہارے لئے یہ ضروری نہیں کہ تم بھی چار نکاح کرو۔ پیر کی نسبت خیال کرنا چاہئے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے بحکم الٰہی کسی مصلحت سے کرتا ہے غرض ہر بات میں پیروی ٹھیک طریقہ سے کرنا چاہئے۔ مرید کو لازم ہے کہ پیر کو شجر موسیٰ تصور کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے کلام سنا تھا۔ مرید کو چاہئے کہ شیخ کے کلام کو سنے اور اس کو محال تصور نہ کرے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب بندہ نوافل سے میرا تقرب حاصل کرتا ہے تو میرے ساتھ سنتا ہے میرے ساتھ بولتا ہے میرے ساتھ دیکھتا ہے (الحدیث) عاقل کے لئے اشارہ کافی ہے۔

اگر شیخ کوئی بات بیان کریں تو مولویوں سے اس کی تحقیق نہ کرنی چاہئے خدا تعالیٰ کا حکم ہے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی اگر تم کسی بات کو نہ جانتے ہو تو اہل ذکر سے دریافت کرو۔ اہل ذکر سے مراد اولیاءاللہ ہیں علماء ظاہر نہیں۔

ہمارے یہاں پیر و مرشد کی حیثیت عاشق و معشوق کی ہوتی ہے معلم اور متعلم کی نہیں۔ پیر سے بہتر سمجھنا تو بہت بڑی بات ہم جنید و بایزید کے متعلق بھی نہیں کہیں گے کہ وہ ہمارے پیر سے بڑھ کر تھے۔ غرض یہ کہ پیر سے ایسی محبت ہونی چاہئے کہ اپنے زن و فرزند اور جان و مال سب سے زیادہ عزیز جانے پیر خدا کا سفیر اور خدا کا امین ہے۔ تم کو جو کچھ ملے گا اس کے ہاتھ سے ملے گا۔ جو شخص پیر کی تعمیل فرمان میں کوتاہی کرے وہ شخص نیک بخت نہیں۔ متوسط اور منتہی کے لئے ہر ایک بات پیر سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ابتدا میں جو خواب دیکھے پیر کے سامنے عرض کرے

تعبیر دریافت کرنے کی ضرورت نہیں اگر خود ہی بیان فرمادیں تو خوب ہے۔

نہ پیر کا راز کسی سے بیان کرنا چاہئے اور نہ پیر سے خاص اسرار معلوم کرنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ پیر کی زیارت کو سب کی زیارت سے بہتر سمجھنا چاہئے۔ جس مجاہدہ کا پیر حکم دیں اس کو مزید نعمت تصور کریں۔

مرید کا اعتقاد ایسا مستحکم ہونا چاہئے کہ کسی کرامت کے دیکھنے کی ضرورت نہ رہے اپنے دل کو پیر کے سپرد کر دے اور پیر ہی سے اپنے دل کی خیریت چاہے۔ پیر مثل دودھ پلانے والی عورت کے ہے۔ بچہ اپنی ماں سے جدا ہونے کے بعد ضائع ہو جاتا ہے۔ دودھ چھٹ جانے کے بعد بچہ کو مربی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بچہ اپنے نقصان کو نہیں جانتا اور سن تمیز کو پہنچنے تک موذی اور مہلک چیزوں سے اپنی حفاظت نہیں کر سکتا۔ حد بلوغ پر پہنچنے کے بعد بھی کسی ایسے حکیم و دانا کی ضرورت رہتی ہے جو اس کو ناجائز خواہشات سے روک تھام رکھے۔ مرید چونکہ شیر خوار بچہ کی مثل ہے اس لئے اس کو ہر وقت شیخ کی تربیت کی ضرورت ہے اگر شیخ سے جدا ہوگا تو ہلاک ہو جائے گا۔ مرید کو جب نور یانار اور کوئی صورت نظر آنے لگتی ہے تو وہ وقت گویا دودھ چھٹنے کا ہے اور سن تمیز کو پہنچ کر مقام توسط میں آکر تلون پیدا ہوتا ہے۔ غرور سرور کا یہی وقت ہوتا ہے۔ غرور پیدا ہوا اور وہ راستہ سے ہٹا۔ بلوغ کو پہنچ کر تجلیات شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ زمانہ مستی دیوانگی کا ہوتا ہے۔ ہدایت اور گمراہی خدا کی طرف سے ہے ہزاروں عارف لوگ اس مقام پر غرق ہو گئے ہیں۔ اپنے شیخ کی خدمت میں (۱۷) سال رہا اور اپنی نسبت بہت کچھ گمان ہوتا ہے۔ مگر بعد کو معلوم ہوا کہ ابھی بہت سے ایسے کام کرنے باقی ہیں جو ان کے سامنے ہی کرنے تھے۔ میں نے پیر پرستی ایسی کی تھی کی مجھے ہر وقت یہی تصور رہتا تھا کہ پیر میرے سامنے موجود ہیں اور وہ ہر وقت میری تربیت کے واسطے موجود ہیں۔ یہ میرا بیان نقل نہیں بلکہ اپنا مشاہدہ و معائنہ ہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی کہاں تک تربیت کی تھی۔ پھر بھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان میں کیا کیا اختلاف نہیں ہوئے۔ اگر یہ ارشاد نہ ہوتا کہ میرے اصحاب کے ذکر کے وقت خاموش ہو جاؤ تو میں کچھ بیان کرتا۔ یہی معاملہ پیر و مرید کا بھی ہے جس کے دل میں جاہ و مرتبہ کا خیال ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو کامل سمجھ کر یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ اب مجھے پیر کی حاجت نہیں رہی وہ حقائق سے محروم رہ جاتا ہے۔

مرید اگر ارشاد و تلقین کی قوت بھی رکھتا ہو تب بھی پیر و مرشد کے سامنے اس کام سے باز رہنا چاہیئے۔ جب تک پیر و مرشد اس خدمت پر مامور نہ کریں یا خدا اور رسول ﷺ کی طرف سے اجازت حاصل نہ ہو کبھی سجادہ تلقین پر نہ بیٹھنا چاہیئے۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ اپنے پیر کو چھوڑ کر دوسرے سے طلب کرنا ارتداد ہے۔ اس واسطے جو کچھ طلب کرنا ہو اپنے پیر سے طلب کرے۔

مرید کو لازم ہے کہ اپنے پیر و مرشد کو اپنے جسم کی جان جاں تصور کرے اور پیر کی طرف سے کبھی بدگمان نہ ہو۔ اپنے پیر ہی سے کام رکھے اوتاد و ابدال سے ملاقات کے در پے نہ ہو حقائق و معارف کو جو بات اپنے پیر سے سنے تو اس کو اپنا اصول نہ بنائے اور نہ اس میں شاخیں نکالے۔ پیر جو بات تعلیم کرے اس پر عمل کرے اور اگر کبھی اقتضائے بشریت پیر سے لغزش ہو جائے تو اس کو حجت قرار نہ دے۔ پیر کی لغزش کو حجت قرار دینا بد بختی کی نشانی ہے۔

حضرت ابراہیم خواصؒ اور حضرت حسین کی حکایت تم نے سنی ہو گی۔ ابراہیم خواصؒ یوسف حسینؒ کے مرید تھے ایک دفعہ خواب میں دیدار پروردگار سے مشرف ہوئے۔ آواز آئی یوسف سے کہہ دینا کہ وہ مردود حضرت الٰہی ہے زیادہ رنج و محنت نہ اٹھایا کرے۔ ابراہیم خواصؒ اس خواب سے بہت پریشان ہوئے۔

پیر و مرشد سے عرض کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ دوسرے تیسرے دن بھی یہی خواب دیکھا پیر کی خدمے میں حاضر ہوئے۔ پیر نے ان کی صورت دیکھتے ہی فرمایا۔

ابراہیم کچھ یاد ہو تو سناؤ۔ انہوں نے ایک غزل پڑھنی شروع کی پیر و مرشد پر اس قدر وجد و شوق پیدا ہوا کہ خون کے آنسو آنکھوں سے جاری ہو گئے۔ ہوش میں آئے تو فرمایا۔ ابراہیم تم نے مجھے بہت سی قرآنی آیات سنائیں مگر جو اثر تمہاری غزل سے پیدا ہوا بیان سے باہر ہے تم نے دیکھا کہ اس نے ہمارے ساتھ کیا کر رکھا ہے کہ یوسف مردود حضرت ہے۔ ابراہیم یہ کلام سن کر فوراً جنگل کی طرف چل دیئے۔ تو وہاں حضرت خضر سے ملے انہوں نے فرمایا ابراہیم کی طرف سے بد اعتقاد نہ ہونا وہ زخم خوردۂ عزت ہے۔

خدمتِ شیخ

مرید پر سب سے پہلے دو فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اول پیر کی تلاش دوم اس کے حکم کی پیروی۔ اگر مرید کی زبان سے ایک بار بھی یہ کلمہ نکل جائے کہ میں پیر کا مرید نہیں ہوں وہ اسی وقت

ارادت سے خارج ہو جائے گا۔

مرید کو پیر کے سامنے فضول باتیں نہ کرنی چاہئے عیب جوئی اور گلہ کا بھی یہی حکم ہے
خواہ اس پر کتنا ہی ظلم کیوں نہ کیا گیا ہو۔ اپنے عیوب کا اظہار بھی پیر کے سامنے نہ کرنا چاہئے۔

خدمت شیخ میں حاضری کی توفیق چونکہ شیخ کی عنایت سے ہی ہوتی ہے اس لئے مرید کو
ہر وقت اپنے پیر کی درازی عمر اور قرب خداوندی کی دعا کرنی چاہئے۔ اور اگر پیر و مرشد وصال فر
چکے ہوں تو ایصال ثواب سے ان کی روح کو خوش کرنا چاہئے۔ اور ہر وقت اپنی زبان پر پیر و مرشد
نام رکھنا چاہئے۔

حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے الشیخ فی قومه کالنبی فی امّة اس لئے
کا درجہ اپنے مریدوں میں ایسا ہی ہے جیسا نبی کا اپنی امت میں ہوتا ہے۔

مرید کو کسی خاص لباس کا پابند نہ ہونا چاہئے جو کپڑا جس وقت میسر پہن لے کبھی کبھی
اپنے کپڑے فقیروں کو دے دیا کرے یا سماع میں قوال کو۔

عوارف میں ہے۔ اَلشَّیْخُ صُورَۃٌ یُسْتَسف مِنھَا الْمَطَالِب الاٰلھِیّته یعنی
کو کچھ خدا سے طلب کرنا ہے وہ شیخ سے طلب کرو اور جو الٰہــہ کے مطالب تم چاہتے ہو وہ شیخ
صورت میں تم کو نصیب ہوگی۔

اور جن باتوں کے تم خدا سے منتظر ہو مثلاً لطف و کرم جمال و جلال اور ان سب کو شیخ
طرف سے سمجھو مرید کو پیر کو چھوڑ کر خانہ کعبہ نہ جانا چاہئے۔ اگر پیر ہی کسی مصلحت سے بھیج دیں
اور بات ہے۔ اگر تمہارے پیر محقق و عارف ہیں اور تم نے ان سے اجازت چاہی تو وہ اجازت
دے دیں گے مگر دل میں یہ بات کہیں گے۔ افسوس اس احمق نے ہم کو نہ پہچانا۔

اگر مرید ابدال ہو جائے تو پیر سے نہ بیان کی حاجت ہے اور نہ ان کی خدمت میں ا
صفت سے حاضر ہونا چاہئے۔ اگر پیر عارف ہیں مرید کو ہر وقت ان کی ضرورت رہے گی
ابدالیت کی طیر و سیر سے کیا کام چل سکتا ہے۔ اگر ابدال کسی شخص کا مرید ہونے آئے تو شیخ اس کو
نصیحت ضرور کر دیں کہ وہ بری حالت میں کسی کے سامنے ظاہر نہ ہو۔ اور اگر ظاہر ہو تو لوگ ا
کے ساتھ بری طرح پیش آئیں تو ان سے انتقام نہ لے۔

شہوت اور خواہش میں پھنس کر مرید برباد ہو جاتا ہے۔ مرید کو ایسے امور میں

تقاضائے بشریت سے متعلق ہوں پیر کے اتباع کی ضرورت نہیں۔ کسی بزرگ کے کشف و کرامات کو کو دیکھ کر اپنے پیر سے بدعقیدہ نہ ہونا چاہئے۔ اور اگر کسی بزرگ سے کچھ حاصل ہو تو اپنے پیر کا طفیل تصور کرے۔

مرید کو کواکب اور جنات کی تسخیر کے در پے نہ ہونا چاہئے یہ سب کے سب دنیاوی جھگڑے ہیں۔ امامت سے بھی بچنا چاہئے گوشت، حلوا اور مزیدار چیزیں بھی روزانہ نہ کھانی چاہئیں۔ مجلس اور محفل میں اپنے لئے کوئی خاص جگہ مقرر کرنا بھی برا ہے۔ راستہ چلتے ادھر ادھر نہ دیکھنا چاہئے۔ اگر کوئی بات خلاف شرع نظر آئے تو اس کو دل سے ناپسند سمجھنا چاہئے۔ جو اوراد و اشغال پیر نے مخفی رکھے ہوں مریدان کو آشکارا نہ کرے نہ پیر سے کسی راز کو دریافت کرے اس لئے کہ اگر اس کا دریافت کرنا پیر کے منشا کے مطابق ہو تو خیر ورنہ اس پر سخت بلا نازل ہوگی۔

اگر مرید کسی ایسی مجلس میں حاضر ہو جہاں حضرت خضر ابدال و اوتاد اور اس کے پیر بھی تشریف رکھتے ہوں تو مرید اپنے پیر ہی سے غرض رکھے اور کسی طرف متوجہ نہ ہو۔

اگر خواب میں کوئی بات نظر آوے اور وہ اسی طرح وقوع میں آئے تو اس کو کرامت نہ سمجھنا چاہئے۔ عوام الناس کے ساتھ بھی ایسا اکثر ہوتا رہتا ہے۔

مرید کو یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ اس کے پیر اور اس سلسلہ کے تمام مشائخ مامون العاقبت ہیں کیونکہ پیر ایسے مقام پر پہنچتا ہے جہاں وہ مامون العاقب ہو جاتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا ہو تو مریدوں کو شجرہ لکھوانے اور مسند خلافت عطا کرنے سے کیا فائدہ تھا۔

مرید کو چاہئے کہ جو چیز پیر کی منظور نظر ہو مرید اس پر نظر نہ ڈالے۔ پیر کی بیویوں اور لونڈیوں کو اپنی ماں سمجھنا چاہئے۔ جب تک مرید پیر کی صحبت سے پوری طرح فیض یاب نہ ہو جائے علیحدگی اختیار نہ کرنی چاہئے حتیٰ کہ اگر مرید کو علم حاصل کرنے کا شوق ہو اور پیر و مرشد بھی اجازت دے دیں تو فقہ و تفسیر کے علاوہ معقولات وغیرہ میں اپنا وقت ضائع نہ کرے۔

سماع کی مجلس میں مرید کو پیروں کی طرح مجلس کا چکر لگا کر پھر اپنی جگہ آ جانا زیبا نہیں۔ مرید کے واسطے یہی بہتر ہے کہ وہ خانقاہ کے ایک گوشہ میں فراغت سے ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔

پیر و مرشد سے خلافت و اجازت حاصل کرنے کے لئے فوراً ہی اپنے کو شیخ تصور نہ کریں

اگر۔ کسی کو مرید بھی کرے تو یہ سمجھ کر کہ یہ کام عاریتاً میرے سپرد ہے مجھ کو پیر کے فرمان کی تعمیل ضروری ہے ہاں اگر پیر و مرشد اس کام سے خوش ہوں تو اس کو آگے بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

مرید اگر کسی مجلس میں حاضر ہو، جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔ اگر لوگ اصرار کر کے صدر مقام پر بٹھائیں تو انکار پر اصرار نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اصرار میں ایک طرح کی خودنمائی ہے۔ مرید کو ایسی بات ہرگز اپنی زبان سے نہ نکالنی چاہیئے جس سے کسی کو رنج پہنچے۔ نکتہ چینی نہ کرے اگر کسی سے دوستی ہے تو اس کا حق ادا کرے اہل دل کے معاملہ پر عمل کرے۔

پیر و مرشد کے انتقال کے بعد

اگر پیر و مرشد انتقال فرما گئے ہوں تو مزار شیخ کے ادب و احترام کا وہی حکم ہے جو ان کی حالت میں تھا۔ پیر و مرشد کے مزار پر کوئی ایسی بات نہ کرنی چاہیئے جس سے ذرا بھی بے حرمتی ہوتی ہو۔ شیخ کے مزار کے گرد چکر لگانا شیخ کے قلب کی حرمت و تعظیم ہے۔

شیخ کا قلب خدا کا عرش کہلاتا ہے۔ مزار شریف پر پھول رکھنے چاہئیں تو خوشبو سے ارواح خوش ہوتی ہیں۔ مزار شریف کے آگے صرف اتنی دیر ٹھہرنا چاہیئے جتنی دیر میں سورہ یٰسین پڑھی جا سکتی ہے۔ مرید کو چاہیئے کہ جتنی دیر بیٹھے یا تو مزار کو تکتا رہے یا آنکھیں بند کر کے شیخ کا تصور کرے۔ عبادت میں مشغول رہنا سب سے زیادہ افضل ہے۔

اپنے پیر و مرشد کے مزار کے سامنے کسی شخص کی تعظیم نہ کرنی چاہیئے ہاں جس شخص کی تعظیم شیخ اپنی حیات میں کرتے ہوں پیر کی حیات میں بھی دوسروں کی تعظیم کا یہی حکم ہے۔ مرید کو پیر کے مزار یا مکان کی سمت کی بھی حرمت ملحوظ رکھنی چاہیئے۔ اس طرف نہ پیر پھیلانے چاہئیں نہ تھوکنا چاہیئے۔ بغیر وضو کے شیخ کے کپڑے یا جوتے کو ہاتھ میں نہ لینا چاہیئے۔

پیر کے انتقال کے بعد جو ان کے خلیفہ و جانشین ہوں۔ ان کی خدمت و اطاعت بھی ضروری جانے۔ پیر کے وصال کے بعد اگر ان کے دوسرے پیر کوئی ایسی چیز بتائیں جو پہلے شیخ نے بتائی تھی تو اس کو بلا تامل شروع کر دینا چاہیئے۔

مرید کو کبھی اپنی ناموری یا شہرت کا خیال بھی نہ لانا چاہئے۔ کیونکہ شہرت کا طالب فر (منکر) ہے اور شہرت کے خوف سے عبادت کا تارک منافق ہے اگر ذکر مراقبہ کی طرف بیت زیادہ ہو تو اس درجہ مشغول نہ ہونا چاہئے کہ مقررہ اوراد و وظائف میں ناغہ ہو جائے اور ذکر و اقبہ کا کسی روز ناغہ نہ کرنا چاہئے بزرگوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ کھانے پینے اور بات کرنے میں بھی اقب رہتے تھے۔

شریعت، طریقت اور حقیقت

یہ عقیدہ سراسر غلط ہے کہ شریعت طریقت اور حقیقت ایک دوسرے سے مغائر یا جدا نہ حقیقت رکھتے ہیں۔ دیکھو بادام کے اندر تین چیزیں ہوتی ہیں۔ پوست، مغز اور روغن۔ یہ وں ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ ایک دوسرے کا خلاصہ ہے پوست کا خلاصہ مغز ہے اور مغز کا اصہ روغن۔ اس طرح شریعت کا خلاصہ طریقت اور طریقت کا خلاصہ حقیقت ہے۔

سالک کے لئے مفید اور ضروری ہدایات

جب تک پیر و مرشد باحیات ہو تو کسی دوسرے شیخ کی طرف مرید کو متوجہ نہ ہونا ہئے۔ اور اگر پیر سے کوئی بات خلاف ظاہر ہو تو اس کو دیکھ کر بداعتقاد نہ ہونا چاہئے۔ انبیا سے ی لغزشیں ہوئیں ہیں مگر درجہ نبوت سے نہیں گرے پیر سے بھی اگر لغزش ہو جائے تو درجہ ولایت سے نہیں گرتا توبہ کرنے سے اپنی ولایت پر قائم رہتا ہے۔

مرید کو ناموری اور شہرت کا خیال بھی دل میں نہ لانا چاہئے۔ شہرت میں ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ خدا کی طرف سے کہیں یہ جواب نہ مل جائے کہ اگر تو نے ہمارے واسطے محنت و شقت اٹھائی تو کیا ہوا ہم نے اپنے بندوں کو تیری طرف متوجہ کر دیا تھا وہ تیری تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ محبت کا پہلا امتحان یہی ہے کہ مخلوق اس کی طرف مائل ہو۔

مرید کو اہل دنیا کی صحبت سے پرہیز بھی لازم ہے۔ اگر چہ وہ اقرباء کیوں نہ ہو۔ فقیری ختیار کرے تو کسی کے سامنے سر نہ جھکائے اور اپنے فقر و فاقہ پر شکر کرے۔ امیر اور ذی عزت گوں کی عزت مسلمانوں کی موافقت کے سبب سے کرے۔ مال و دولت کی وجہ سے تعظیم کرنا جائز ہیں۔

اگر پیر کسی نامشروع کام کا حکم دے تو مرید کو اس کام سے اس انداز سے پرہیز کرنا چاہئے کہ پیر کو خبر نہ ہو اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ مجھ سے بداعتقاد ہو گیا۔ اور اگر پیر کو ایسا کام کرتے دیکھے تو اس کی ذلت اور اہانت کے درپے نہ ہو۔ اگر مرید پیر کو شرب نوشی کرتے دیکھے اور یہ سمجھے کہ میرے پیر کا یہ فعل نہیں یا شراب نہیں ہے تو یہ اس کے کمال اعتقاد کی دلیل ہے۔

مرید کو نماز روزہ اور معاملات کے مسائل سے واقفیت ضروری ہے۔ زیادہ علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں مگر عربی زبان حاصل کرنا بہت بہتر ہے اس کے ساتھ ساتھ سلوک کے مسائل کا بھی مطالعہ ضروری ہے۔ سلوک میں دو یا تین علوم ہیں۔ ایک خاص علم سلوک دوسرے بزرگان سلف کے حالات و حکایات اخبار و سیر کا معلوم ہونا چاہئے۔ علم سلوک سے راستہ حالات و حکایات کے مطالعہ سے عالی ہمتی پیدا ہو کر راستہ کی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔ راستہ کی مشکلات پر عبور بجز مشقت اور مجاہدہ کے نہیں ہو سکتا۔

سالک کو تمام وقت ایک ہی کام میں نہ خرچ کرنا چاہئے۔ بلکہ مختلف کام نماز روزہ تلاوت اور درود خوانی میں مصروف رہنا چاہئے۔ سالک کو ہر دروازے پر ٹکریں مارنی چاہئیں معلوم کون سا دروازہ اس کے واسطے کھل جائے۔ اس کے نام کے اندر مسکینی خوش خلقی اور حق رعایت کرنا ضروری امور ہیں۔

سالک کو تالیف، تصنیف اور شعر گوئی میں وقت ضائع نہ کرنا چاہئے ہر وقت اپنے مقصد کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ سب سے بڑا کام حضور قلب ہے مگر اس کے ساتھ نیکی کے پہلو کو فراموش نہ کرنا چاہئے۔

اگر ہر کام میں حضور قلب نہ ہو تو شیخ کے تصور کو ہی غنیمت سمجھے رہگذر اور شارع عام بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ایسے لوگوں سے اختلاط یا گفتگو نہ کرنی چاہئے جو دین سے بے ہوں۔

اگر سالک کو کسی وقت بندش (قبض) پیدا ہو تو اس کو اشغال ظاہری و باطنی کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہئے۔ سالک کشف و تجلی اور مقصود سے پہلے کتب اہل تحقیق کا مطالعہ نہ کرے کیونکہ ان کتابوں سے جو علم حاصل ہونا ہے صوفی اس کو حجاب اعظم کہتے ہیں۔

سالک سے اگر کسی وقت کوئی گناہ صادر ہو جائے تو کسی سے اس کا ذکر نہ کرے۔

وقت اپنے نفس کو ملامت کرتا رہے۔ اگر مرید فن موسیقی جانتا ہو تو اس میں مشغولی سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اگر یارانِ طریقت میں کسی وقت تفریح کے طور پر کچھ گا لیا کرے تو کوئی حرج نہیں۔

سالک کو ہر وقت اپنا مقصد قرب سمجھنا چاہئے۔ جب ذکر یا مراقبہ میں مشغول ہو تو یقین رکھے کہ اسی وقت مقصد حاصل ہوگا اور ناکامی سے شکستگی یا رنج پیدا ہو تو اس کو بھی غنیمت تصور کرے۔

سالک کو کسی نیک و بد سے تعلق نہ رکھنا چاہئے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس کا کام نہیں۔ لوگوں کو اپنے ہاں دعوت پر مدعو کرنا چاہئے۔ اگر کوئی آجائے تو اس کی خاطر تواضع سے دریغ اچھا نہیں۔

کسی بزرگ کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہو تو ان سے کوئی چیز نہ مانگنی چاہئے۔ اور اگر مانگے تو اس طرح جیسے چھوٹے بڑوں سے مانگا کرتے ہیں۔ اور اس کو ان بزرگ کی شفقت و عنایت تصور کرنا چاہئے اور اگر کسی بزرگ کے مزار پر حاضر ہو تو اس طرح عرض کرے کہ حضرت خدا کے واسطے مجھ کو اشارہ فرمائیے اور خدا کے حضور میں مجھے نیکی کے ساتھ یاد کیجئے اور کوشش کیجئے کہ وہ مجھ کو مہربانی کی نظر سے دیکھ لے۔

اگر مرید کیمیا سیمیا کے عمل جانتے ہوں ان کو نہ ظاہر کرنے کی ضرورت ہے نہ لوگوں کو تعلیم دینے کی اس کیمیا گری سے تو گداگری بہتر ہے اگر اثنائے سلوک میں اس علوم کا انکشاف بھی ہو تب بھی ہرگز ہرگز ان کی طرف توجہ نہ کرنی چاہئے۔ ورنہ ایسا دھتکارا جائے گا کہ شیطان کی شاگردگی کے لائق بھی نہ ہوگا۔ راست بازوں کو اکثر ایسے مواقع پیش آتے ہیں مگر یہ ان کی طرف مڑ کے بھی نہیں دیکھتے۔

عبادت کے متعلق کسی حدیث یا حکایات کی صحت کے متعلق تحقیقات کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جو چیز کل ادیان و مذاہب میں بہتر و عمدہ تسلیم کی گئی ہے اس کی صحت مندی کی کیا ضرورت ہے۔ راستہ میں اگر کوئی کاغذ پڑا ہوا ہے۔ اس پر سلوک کی کوئی بات لکھی ہو تو سالک کو اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ سالک کو ہر حال میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ ذلیل و خوار سمجھنا چاہئے۔ اگر سالک نے اس ہدایت پر عمل کیا تو وہ بہت جلد راہ کی دشواریوں کو طے کر کے منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔

حج بیت اللہ یا زیارت قبر نبی اکرم ﷺ یا کسی بزرگ کی زیارت کے علاوہ سالک کو سفر نہ کرنا چاہئے۔ ورنہ وہ سفر خواہش پرستی میں داخل ہوگا۔ طعام و سماع کی ہر دعوت قبول کرنا بھی اچھا نہیں۔ ان چیزوں کا مزا پڑ جانے پر مردِ مجلس بن کر مقصد سے محروم رہ جاتا ہے۔

سالک کو بازار میں سودا خریدتے وقت نرخ مقرر کرنے میں تکرار نہ کرنی چاہئے جس دام کو جو چیز مل جائے خریدے یا کسی دوسرے سے منگوا لے۔ سالک اگر کسی شخص سے سودا منگوائے تو اس سے بھی تحقیق و جستجو میں وقت ضائع نہ کرنا چاہئے۔ اگر اپنا حق دوسرے کے پاس چلا جائے تو معاف کر دے مگر دوسرے کا حق اپنے پاس نہ رکھے۔

سالک کو مستوں اور قلندروں کی صحبت سے باز رہنا چاہئے۔ مرید کے پاس اگر دھونے بدلنے کے کئی کپڑے ہوں تو حرج نہیں گدڑی بنانا اور اس کو خوب مضبوط کرنا بہت اچھا ہے۔ سردی گرمی میں برابر کام دیتی ہے اور برسوں تک رہتی ہے۔

سالک کو اپنے نوکر چاکر پر قہر و غضب یا مار پیٹ نہ کرنی چاہئے۔ جہاز کی سواری سے بچے خوف و ہلاکت کی جگہ نہ جائے۔ نہ اپنا بوجھ کسی پر ڈالے۔ عورتوں کے پاس خواہ وہ اس کی ماں بہن بیٹیاں کیوں نہ ہوں زیادہ نشست و برخاست نہ رکھنی چاہئے۔ سالک کو ایسے لوگوں کے پاس نشست و برخاست رکھنی چاہئے جو سب سے زیادہ مجاہدہ کرتے ہیں اور جو سب سے زیادہ زاہد ہوں۔ سالک کو اگر لوگ القاب و آداب سے یاد کریں تو اس پر خوش نہ ہونا چاہئے۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے قبول حق سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے۔

سالک کو مسجد یا خانقاہ میں داخل ہوتے وقت دل کو بیدار کر کے پہلے دایاں پاؤں اندر رکھنا چاہئے۔ سالک کو تمام جہان سے صلح کل ہونا چاہئے اور خدا سے عہد کرنا چاہئے کہ جس کسی پر اس کا حق ہے اس کو میں نے معاف کر دیا۔ اگر سالک کو سماع میں ذوق نہ حاصل ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ ابھی اس کے دل میں تخم ریزی نہیں ہوئی۔

سالک کو شعبدی بازوں کے تماشہ اور ہر ایک لہو و لعب سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ہم جنسوں سے ہنسی مذاق بھی برا ہے۔ اگر سالک کھاتے پیتے گھرانے کا فرد ہے تو دست و پابوسی اور تعظیم و تکریم سے اس کا نفس موٹا ہوگا۔ جس شخص نے فقر و تنگدستی میں پرورش پائی ہو تو اس کا تعظیم و تکریم سے عجب اور خود بینی سے محفوظ رہنا مشکل ہے۔

میرے خواجہ مخدوم العالم حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ نے مجھ سے (اسی روز جب کہ میں مرید ہوا تھا) فرمایا اگر تجھ کو آدمؑ کی صفوت و حضرت ابراہیمؑ کی خلعت حضرت موسیٰؑ کا کلام حضرت عیسیٰؑ کی معرفت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت عنایت ہو تو اس پر بھی نہ اترانا۔

اور اد و وظائف سے فارغ ہو کر جو وقت بچے اس کو مراقبہ میں گزارنا چاہئے۔ مراقبہ سے تھک جاؤ تو اور کسی نیک کام میں لگ جاؤ۔ راستہ چلتے وقت منہ پر کپڑا ڈال لینا چاہئے۔ تا کہ ادھر ادھر نگاہ نہ پڑے۔ اور طرح طرح کی مختلف چیزیں دیکھ کر خیالات پریشان نہ ہوں۔ سالک کو حضور قلب کی پوری پوری کوشش کرنی چاہئے حضور قلب ہی تمام سعادتوں کا اصل ہے۔

اگر سالک کو کوئی منتر سانپ بچھو کا یاد ہو تو مسلمانوں کی تکلیف رفع کرنے کے واسطے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر سالک کسی بیماری میں مبتلا ہو جائے جس سے عام طور پر لوگ نفرت کرتے ہوں تو اس کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ خدا نے اس کو فراغت و فرصت عطا فرما کر اپنے کام کے لئے موقع عطا فرمایا۔

سالک پر جو اسرار ظاہر ہوں وہ لوگوں کے سامنے بیان کرتا نہ پھرے۔ سالک کو جس قدر عطا ہو اس سے زیادہ کی طلب کرے سالک کے اندر رشک کا مادہ بھی نہ ہونا چاہئے کہ وہ جب خلوت میں بیٹھے تو جلدی سے نہ اٹھ کھڑا ہو۔ میں نے یہ باتیں اپنے تجربہ کی بیان کی ہیں اگر مشاہدات تحریر کروں تو اس کے لئے دفتر بے پایاں درکار ہے۔

اگر سالک کے پاس لوگوں کی آمد و رفت ہونے لگے تو اس کے ایسی حالت میں کوئی خاص وضع اختیار نہ کرنی چاہئے۔ جیسا رہتا ہے رہا کرے خلوت میں اس فتنہ سے محفوظ رہنے کی دعا کرے۔ ان باتوں کو دیکھ کر سالک کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اس کی طرف لوگوں کی رجوعات سے وہ شیخ الوقت بن گیا ہے۔

مرید کو حقائق و معارف کی کتابوں مثلاً فصوص الحکم، تمہیدات عین القضاۃ ہمدانی وغیرہ کا مطالعہ نہ کرنا چاہئے۔ نہیں تو ان کتابوں کو پڑھ کر اس کے دماغ میں سودا سما جائے گا کہ وہ کامل اکمل بن گیا۔ ہاں منہاج العابدین۔ تذکرۃ الاولیا، مجموعہ ملفوظات خواجگان چشت، عوارف، فوائد الفواد، حکمۃ الاشراق، جوامع الکلم، مرصاد العباد وغیرہ کا مطالعہ فائدہ مند ہے۔

ان کتابوں کے مطالعہ سے شوق و طلب میں زیادتی پیدا ہوگی۔ مرید کو پیر کے سامنے

سماع میں وجد رقص نہ کرنا چاہئے جو بزرگ پیر کے ہم پلہ وہم مرتبہ ہوں۔ یا پیر کے دوست اور اقربا ہوں ان کے ساتھ بھی پیر ہی کے آداب ملحوظ رکھنے چاہئیں۔

پانی پر چلنا لکڑی اور تنکوں کا کام ہے۔ ہوا میں اڑنا مکھی مچھر کا کام ہے۔ آدمی کا سب سے بڑا کام دل ہاتھ میں لینے کے معنی ہیں کہ سالک ہر شخص کا کام کرکے اس کا دل خوش کرے۔ یا دل کو اس طرح پہچانے جو واقعی اس کا حق ہے۔ حضرت خواجہ اویس قرنی نے حضرت عمرؓ سے دوران گفتگو میں فرمایا تھا عَلَیْکَ بِحِفْظِ الْقَلْبِ (دل کی حفاظت لازمی جانو) دل بدست آوردن کے پہلے معنی مبتدی کے لئے ہیں۔ اور دوسرے معنی منتہی کے لئے ہیں۔ مرید کو نہ زیب وزینت میں کوشش کرنی چاہئے اور نہ ذلت حقارت یا شہرت کا لباس ہی پہننا چاہئے۔ زیب زینت یا حقارت کا لباس پہننے سے بھی عوام میں شہرت ہو جاتی ہے۔

اور اگر طالب کے دل میں شوق سلوک پیدا ہو تو اس کے لئے مناسب یہ ہی ہے کہ مدرسہ اوقات میں طلب علم میں [illegible]روف رہے اور گھر میں آکر کتاب طاق میں رکھ کر پیر نے جو مراقبہ بتلایا ہو اس میں مشغول ہو جائے اور اگر پیر نہ رکھتا ہو تو حضور سرور عالم ﷺ کی مبارک صورت کے تصور میں مشغول ہو جائے۔ چند روز ایسا کرنے سے تمام خطرات دور ہو جائیں گے۔ اور حضور سرور کائنات ﷺ کے جمال باکمال سے مشرف ہوگا۔

اگر مرید اہل وعیال کی پرورش کے لئے تجارت کرتا ہو تو دوسرے تاجروں کی طرح دل کو نہ پھنسانا چاہئے۔ اس قسم کی باتوں سے دل مکدر اور سیاہ ہو جاتا ہے۔ اگر سامان تجارت عیب دار ہو تو اس کے عیب کو چھپا کر اس کی خوبی نہ بیان کرنی چاہئے۔ اگر عیب ہو تو ظاہر کر دینا چاہئے ورنہ خائن کہلائے گا۔ اسی طرح خریداری کے وقت کسی چیز کا عیب ظاہر کرکے اس کی خوبی نہ چھپانا چاہئے۔

مرید کو سفر میں بھی اوراد و وظائف ناغہ نہ کرنا چاہئے۔ فرض روزے کسی حال میں قضا نہ کرنے چاہئیں۔ نفل کا اختیار ہے۔ ہوسکے رکھے ورنہ افطار کرلے۔ افطار میں بھی قلت طعام نظر رکھنی چاہئے۔ پانی بھی کم پینا چاہئے۔ اگر سالک کو کشف ارواح حاصل ہو تو ان کی ملاقات میں زیادہ وقت ضائع نہ کرنا چاہئے۔ حضرت خضر اور ابدال و اوتاد سے ملاقات کو بھی مقصود نہ سمجھ لے۔ کیونکہ یہ لوگ خوشخبری دیتے ہیں۔ کبھی کبھی ارشاد و تعلیم بھی دیتے ہیں۔

توکل اور مجاہدہ

اگر سالک عیالدار اس قدر آمدنی کا مالک ہو کہ اس سے بال بچے گزارا کر سکیں تو سالک کو سب چیزیں بیوی بچوں کے حوالے کر کے خود یادِ حق کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیئے۔ اور اگر اس کی محنت و مشقت کے ان کا گزر بسر نہ ہو سکے تب بھی اپنے پیشہ یا نوکری میں ایسا وقت ضرور نکالے جس سے بفراغت مشغول ہو سکے اور اگر ایسا وقت نہ نکال سکے تو اگر وہ راہ سلوک کا واقعی طالب ہے تو اس پر وہ پیشہ اور نوکری حرام ہے۔

کسی صاحبِ حرفہ سالک کے لئے کام کا بہترین وقت نمازِ چاشت سے ظہر تک کا ہے اگر سالک مجرد ہو بیوی بچے نہ رکھتا ہو تو کچھ کمائے یارانِ طریقت میں صرف کر کے انہیں کے ساتھ گزرا کرے۔

زینت و آرائش کے لئے اچھے کپڑے پہننا اچھا کام نہیں۔ سالک کو دنیاوی معاملات میں کسی کو گواہ بننا چاہیئے اور نہ گواہی دینے عدالت میں جانا چاہیئے۔ مال و اسباب ترکہ میراث کا دعویٰ بھی سالک کے لئے مناسب نہیں۔ مرید کو تو دل سے خدا سے عہد کرنا چاہیئے کہ میں دنیا و آخرت میں کسی معاملہ میں کسی سے جھگڑا نہ کروں گا۔ اگر کوئی شخص مال و اسباب چھین لے جائے تو بظاہر واویلا مچانا درست ہے۔ مگر دل سے معاف کر دینا بہتر ہے۔ اس راستہ میں سالک کو مظلوم بننا چاہیئے۔ ظالم نہیں۔ حضور سرور عالم ﷺ کا ارشاد ہے یَا عَلِی کُن مَظلُوماً وَلَا تَکُن ظَالِماً۔ (اے علی مظلوم بنو ظالم نہ بنو)

حضرتِ صدیق اکبر کی متابعت میں سالک اگر مالدار ہو تو اپنا سارا مال راہِ خدا میں صرف کر دینا چاہیئے۔ اور اگر حضرت عمر فاروق کی اتباع میں تھوڑا بہت اہل وعیال کے اخراجات کے لئے بچا رکھے تو بھی جائز ہے۔ سالک کو ہرگز دل میں یہ خیال نہ لانا چاہیئے کہ شام کو کیا کھاؤں گا کہاں سے کھاؤں گا۔ سالک کو نہ آئندہ کا فکر ہونا چاہیئے نہ ماضی کا افسوس۔

سالک اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات کے لئے اگر کوئی پیشہ اختیار کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ سب سے بہتر پیشہ بکریاں چرانا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے بکریاں چرائی ہیں۔ دوسرا پیشہ بھی اختیار کر سکتا ہے بشرطیکہ پیشہ میں لگ کر یاد خدا سے غافل نہ ہو جائے۔

سالک کو جہاں تک ہو سکے قرض لینے سے بچنا چاہیئے۔ اگر فاقہ کشی کی نوبت آئے تو

اس کو غنیمت جانے۔ فاقہ سے اندرونی تصفیہ ہوتا ہے فاقہ کی حالت میں سالک کو کسی کے ہاں مہمان جانا درست نہیں اور نہ فاقہ توڑنے کے لئے اپنی ضروریات کو بیچنا چاہیے۔

فاقہ کی حالت میں موت آ گئی تو درجہ شہادت کا ملے گا۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہادِ نفس کو جہادِ اکبر فرمایا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ جو شخص جہادِ اکبر میں مارا جائے وہ شہید نہ ہو۔

لا تُلقُوا بِاَیدِیکم اِلَی التَّھلُکۃ (البقرۃ۔۱۹۵) میں عوام کے لئے رخصت ہے خواص کے لئے نہیں۔

طالب کو ہمیشہ خلوت گزیں رہنا چاہیے طالب یا تو دوست میں مشغول رہے یا دوست کی یاد میں۔ ان دو کاموں کے سوا کسی اور کام میں سالک کو مشغول نہ ہونا چاہیے۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ مرید اس وقت مرید ہوتا ہے جب اس کے بائیں ہاتھ کا فرشتہ تیس سال تک کوئی بدی نامۂ اعمال میں نہ لکھے۔

اس لئے طالب کو فحش باتوں فضولیات اور ہزلیات تک سے بچنا چاہیے طالب کو زیادہ وقت ذکر مراقبہ میں صرف کرنا چاہیے۔ خیالات میں یکسوئی پیدا کرنے کے لئے نشہ کی چیز کا استعمال کرنا ہرگز ہرگز روا نہیں۔

سالک کو چاہیے کہ نفس کی خواہشات پوری نہ کرے ہاں اگر وہ خواہش مباح ہو تو اس کو اس حد تک پوری کرنا جائز ہے۔ جہاں تک کہ راہ چلنے میں دشواریاں پیش نہ آئیں۔ اور اگر خواہش نامشروع ہو تو قطعاً اس کی طرف التفات نہ کرے۔ خواہ جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

سالک کو گھی دودھ صرف اتنی مقدار میں کھانا چاہیے جس سے دماغ میں تری اور جسم میں قوت قائم رہے۔ پیٹ بھر کر مزیدار چیزیں کھانا مریدوں کا کام نہیں۔ سالک کو نفخ پیدا کرنے والی ثقیل اور دیر ہضم غذاؤں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ سالک کے لئے یہ بڑی شرم کی بات ہے کہ اس کو بدہضمی یا ہیضہ کی شکایت ہو جائے۔

سالک کو ہر وقت یادِ خدا میں مشغول رہنا چاہیے۔ بازار میں ہو یا حجرہ کے گوشہ میں کسی وقت یادِ خدا سے غافل نہ رہے۔ سچے عاشق جہاں اور جس جگہ بھی ہوں۔ ہر وقت معشوق کے خیال میں غرق رہتے ہیں۔

سالک کو خانقاہ میں سکونت اختیار کر کے خادمانِ خانقاہ کی ننگ و عار نہ اٹھانی چاہیے

۔اگر وہاں رہنا ہی ہو تب بھی کھانے کے وقت ان کے سامنے جانا مناسب نہیں۔

غیب کی باتوں کا معلوم کر لینا لوگ بہت بڑی بات سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ کوئی نعمت نہیں سراسر زحمت ہی زحمت ہے۔

اور یہ علم بلائے بے درماں ہے۔ رازِ دل سے واقفیت سے سوائے پریشانی یا بری باتوں کے سرزد ہونے کے اور کچھ حاصل نہیں۔ راز دل کی واقفیت سے بہت سی قباحتوں کا سامنا ہوتا ہے۔

سالک اپنا امتحان خود اس طرح لے سکتا ہے کہ جب سوتے سوتے آنکھ کھلے تو اپنے دل کی طرف غور کرے۔ پس اگر دل میں خدا کا خیال ہو تو وہ خدا کا طالب سمجھے ورنہ سوائے بوالہوسی کے اور کچھ نہیں۔

سالک کو ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے اور راستہ میں جس قدر مشکلات پیش آئیں صبر سے برداشت کرے۔ ہر وقت اپنے مطلوب کو حاصل کرنے کی دھن میں لگا رہے۔ اور نہایت زاری اور عاجزی کے ساتھ طلب جاری رکھے۔ ہر وقت خدا تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹاتا رہے۔ کسی نہ کسی روز کامیابی ضرور حاصل ہوگی۔

سالک کو اگر بخار ہو جائے تو کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لانا چاہئے خطرہ تک بھی دل میں نہ آئے۔ ایسی حالت میں اگر وقت آخر آ جائے تو اپنی ناکامی پر افسوس کرے درازی عمر کی دعا مانگے تو اس لئے کہ مقصد حاصل ہو جائے۔ دنیاوی لذات کے خیال سے نہیں۔

بیماری میں کوئی ورد وظیفہ ناغہ نہ کرے۔ آب و طعام ترک کرنے کے واسطے بیماری بہت اچھا ذریعہ ہے۔ بخار چڑھ جائے تو آنکھیں بند کر کے مراقبہ میں مشغول ہو جائے۔ نہایت ذوق حاصل ہوگا۔ ایک رات کا بخار بشرطیکہ فکر و مراقبہ کے ساتھ ہو ایک سال کی ظلمت و کدورت دور کر دیتا ہے۔ حضور سرور عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک روز کا بخار ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ بیماری کی حالت میں وقت کو بیکار باتوں میں نہ گزارنا چاہئے۔

اگر بیماری میں بلا اختیار زبان سے اللہ اللہ جاری ہو جاوے۔ تو یہ بڑی نعمت ہے۔ اللہ کے عاشق کو بیماری سے اس لئے خوش ہونا چاہئے کہ اس نے دنیا کے تمام جھگڑوں سے ہٹا کر اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ سالک بیماری کو غنیمت جانے کہ معشوق حقیقی نے یاد تو کر لیا۔ تکلیف کے ساتھ

ہی سہی۔

بیماری کی حالت میں خاص طور پر سالک کو تمنا کرنی چاہئے کہ انجام کار تجلی الٰہی بصورت رضا و حسن و جمال ظاہر ہوگی۔ قہر و جلال کا خیال بھی نہ لانا چاہئے۔ کیونکہ جس صورت سے دنیا میں تجلی ہوگی اسی صورت میں آخرت میں بھی ہوگی۔ کما تموتون تبعثون (تم جس حالت میں مرو گے اسی حالت میں اٹھائے جاؤ گے۔ ویسا ہی آخرت میں تمہارا ٹھکانہ ہوگا بہشت اگرچہ امن و امان کا گھر ہے اور وہاں عذاب کا کوئی خطرہ نہیں۔ پھر بھی وہاں کے لوگوں کو اندیشہ ہوگا تو تجلی جلال کا ہوگا۔ جو لوگ ہر وقت بادشاہ کے حضور میں رہتے ہیں۔ وہ ہر وقت جلالِ شاہی سے خائف رہتے ہیں۔

نزدیکاں را بیش بود حیرانی

بہرحال مرید کو بیماری کی حالت میں خدا کی رحمت کی طرف توجہ رکھنی چاہئے۔

بیماری کی حالت میں طالب کو طبیب کی ہدایات پر عمل کرنا چاہئے ایسی صورت کا دوا کا استعمال اور پرہیز عین سنت نبوی ہے۔ ہاں اگر ایسی بیماری ہو جس سے جاں بر نہ ہونے کی امید ہو تو فوراً ہر طرف سے دل ہٹا کر ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے۔ امید ہے کہ اس آخری وقت میں اس کا مطلب ضرور پورا ہوگا۔

طالب کو کسی شخص کے سامنے حرص و طمع کی راہ سے نہ دست بستہ کھڑا ہونا چاہئے اور نہ ازراہِ بے کسی کے پیچھے پیچھے چلنا چاہئے نہ اپنی ایسی رفتار بنانی چاہئے جس میں خودنمائی کی جاتی ہو۔ سینہ تان کر چلنا ہم لوگوں کا شیوہ نہیں اور نہ یکسوئی پیدا کرنے کے واسطے نشہ کی چیز استعمال کرنا چاہئے۔ ورنہ لوگوں میں بھنگی چرسی کہلا کر بدنام ہو جاؤ گے۔

طالب کو اپنی نگاہ ہمیشہ نیچی رکھنی چاہئے۔ راہ چلتے وقت ادھر ادھر تاکنا اچھا نہیں۔ دنیا چونکہ آخرت کی کھیتی ہے اس لئے حضور ﷺ نے کبھی موت کی تمنا نہیں کی۔ بہت سے بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے زندگی کے لئے دعا کی۔ اس کا سبب یہی تھا کہ دنیا میں اعمال کی کھیتی بوئی جاتی ہے آخرت میں کاٹی جائے گی۔ یہاں ایک دانہ بوئیں گے تو وہاں سات سو دانے ملیں گے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں ایک گھڑی کی زندگی جنت کی چار ہزار سال کی زندگی سے بہتر ہے۔ کہ اس جہاں میں معشوق بے حجاب اور یہاں محبوب پردہ اور برقع میں جلوہ گر ہے۔

معشوق مجازی کا حسن حجاب لباس میں اور ہوتا ہے اور بے حجابی میں اور۔ پھر بھی جو لطف معشوق کو پردہ میں دیکھنے سے آتا ہے وہ بے پردہ دیکھنے سے حاصل نہیں ہوتا۔

سالک اور عاشق صادق کو اپنے مطلوب کے پیچھے ماہی بے آب بن جانا چاہئے۔ اگر مچھلی سے پوچھا جائے تو کہاں سے آئی ہے۔ تو وہ جواب دے گی پانی سے۔ اگر پوچھا جائے کہاں جاؤ گی۔ جواب دے گی پانی میں اور اگر پوچھا جائے کیا کھائے گی۔ جواب دے گی پانی۔ پوچھو کیا پئے گی۔ کہے گی پانی۔ غرض جس طرح مچھلی کا بدون پانی کے ایک سانس لینا بھی دشوار ہے یہی حال طالبِ حقیقی کا بھی ہوتا ہے۔

یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

خلوت اور مراقبہ کے متعلق ضروری ہدایات

سالک کو رات گزارنے کے لئے خلوت کے لئے ایسی جگہ منتخب کرنی چاہئے جو اغیار سے بالکل خالی ہو۔ سالک کے لئے خلوت بھی ایک خاص اثر رکھتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی سے پیشتر غار حرا میں خلوت فرمایا کرتے تھے۔ تسخیر کواکب و جنات میں بھی خلوت شرط ہے۔ مگر ہمارے اس کام میں تو خلوت باطہارت ذکر و مراقبہ سب سے مقدم ہے۔

خلوت اختیار کرنے سے امید ہے کہ ارواح بزرگان ابدال, اوتاد سے ملاقات ہوگی۔ جب انسان کا دل آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا۔ اوتاد اور ابدال اس کی تعلیم کو آئیں گے۔ غرض ہر کاموں سے مقدم حضور قلب ہے۔

سالک کے واسطے دو کام ضروری ہیں۔ اول تخلیہ۔ دوم تحلیہ۔ تخلیہ کے معنی ہیں ماسوا اللہ سے دل کو خالی کرنا۔ اور تحلیہ کے معنی ہیں انوارِ الٰہی سے دل کو روشن کرنا۔ ان دونوں میں اصل تخلیہ ہے۔ سالک کو اسی کو مقدم سمجھنا چاہئے۔ جب تخلیہ قائم ہو جائے گا تو تحلیہ خود بخود ہو جائے گا۔

ہمارے خواجگان نے تخلیہ اور تحلیہ دونوں کو یکجا کیا ہے۔

مراقبہ غیر خدا کے خطرہ سے دل کی حفاظت کرنے کو کہتے ہیں یہ مراقبہ مبتدیوں کا ہے منتہیوں کا مراقبہ مشاہدہ ہوتا ہے۔ مشاہدہ کے معنی ہیں اس طرح مستغرق ہو جانا کہ اپنی ہستی کو بھول جائیں۔

مراقبہ کے لئے اطمینان خاطر اور خلوت باطن ضروری ہے۔ جب تک دل با فراغت خدا کی طرف رجوع نہ ہوگا مراقبہ کا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ چونکہ مرید ابتدا میں حجابات کے اندر ہوتا ہے۔ بیک وقت رب العزت کی طرف رجوع نہیں کر سکتا اور مرشد عالم شہادت سے تعلق رکھتا ہے اس لئے ابتداء سالک کو اپنا دل پیر کی طرف مراقب کرنا چاہئے تاکہ پیر کے دل سے مرید کے دل کو اطمینان کا حصہ حاصل ہو کر آہستہ آہستہ خدا کی طرف رجوع شروع ہو جائے۔

ایک گوشہ میں آنکھیں بند کر کے دل کو متوجہ کر کے بیٹھ جانا چاہئے اگر یہ کام بن گیا تو سارے کام بن جائیں گے۔ سالک کو ظلمت شب اور جنگل کی تنہائی یا موذی جانوروں کے ضرر کی طرف دھیان نہ دینا چاہئے جن و شیطان کا خطرہ بھی دل میں نہ لائے اپنے تئیں خدا کے سپرد کر دے اور اس کے طلب میں مشغول ہو جائے کہ سوائے خدا کی ذات کے کسی اور چیز کا خیال دل میں نہ رہے۔

سالک کو بھوک پیاس، تنہائی اور شب بیداری کا عادی بن جانا چاہئے۔ اگر مراقبہ میں نیند آجائے تو یہ کوئی بات نہیں۔ ہاں البتہ لیٹ کر نہ سونا چاہئے۔ سالک کے لئے خلوت اور جلوت یکساں رہنی چاہئے۔ جہاں تک ہو سکے اپنے وظائف کا پابند رہے۔ ناغہ نہ کرے۔

خیالات کو مجتمع اور یکسو کرنے کے لئے اگر شروع میں ظاہری صورت کو پیش نظر رکھیں تو چند روز میں وہ صورت غائب ہو کر کشف غیوب حاصل ہوگا۔ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا اگر شیاطین بنی آدم کے دلوں کو نہ گھیرے رہیں تو وہ آسمان کا ملک دیکھا کرتے۔

مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں بیٹھ کر لفظ اللہ دل میں اس طرح بٹھائیں جس طرح خطرہ اور وسوسہ دل میں قائم ہوتا ہے۔ اللہ ہی دل میں آئے اور اللہ ہی دل سے نکلے۔ اللہ ہی کے سوا کوئی خطرہ دل میں نہ رہے۔ مراقبہ میں سالک کی وہی کیفیت ہونی چاہئے جو حافظ قرآن شریف حفظ کرتے وقت ہوتی ہے۔

مراقبہ میں ایسا نہ ہونا چاہئے کہ زبان پر اللہ اللہ ہو اور دل دنیا کے قضیوں اور قصوں میں مبتلا ہو۔ بعض لوگ نماز میں سورۂ فاتحہ اور قرآن شریف کی آیتیں پڑھتے ہیں لیکن ان کے دل کو خبر نہیں ہوتی کہ انہوں نے کیا پڑھا ہے۔ اور کیا پڑھ رہے ہیں۔

تصور شیخ

علمائے ظاہر ارباب سلوک پر معترض ہیں کہ ان میں پیر پرستی پائی جاتی ہے۔ یہ بات بے حقیقت بھی ہے اور باحقیقت بھی۔ بے حقیقت تو اس لئے ہے کہ پیر انوارِ لاہوتی کا مظہر ہوتا ہے اس لئے پیر کی پرستش درحقیقت حق کی پرستش ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ حضور قائم کرنے کے واسطے پیر کی صورت سامنے رکھی جاتی ہے۔ غائب کے تصور میں خطرات مزاحم ہوتے ہیں۔ پیر چونکہ عالم شہادت میں موجود ہوتا ہے۔ اس لئے شروع شروع میں تصور اور حضور کی مشق کے لئے شیخ کے تصور کی مشق ضروری ہے۔

تصور شیخ کی ترکیب یہ ہے کہ طالب ہر وقت اپنے آپ کو شیخ کے روبرو ان کی مجلس میں حاضر جمائے گویا وہ ہر وقت میرے سامنے تشریف فرما ہیں یا یہ کہ اپنے آپ کو ہمہ تن شیخ تصور کرے۔

شیخ کا ہر وقت تصور رکھنا طالب کی سعادت مندی کی دلیل ہے اس لئے کہ بغیر شیخ کی وساطت کے کوئی شخص منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا۔ سلطان المحبوبین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ قسم ہے خرقہء شیخ کی کہ قوال کی زبان سے جو غزل یا شعر میں نے سنا اس کو شیخ کی ذات پاک کے سوا کسی طرف منسوب نہیں کیا۔ طالب کو سماع میں وصل وہجر در طلب پیر ہی کی طرف منسوب کرنا ہے۔

اگر پیر کی صورت میں جمال باکمال نہ ہو تو نور قدس کے ساتھ اس کا تصور کرنا چاہئے۔ تاکہ خود نور سے آراستہ ہو جائے۔ اگر مرید اس نورانی تصور کا اثر پیر کی صورت میں ملاحظہ کرے تو امید ہے کہ عنقریب پیر کے اسرار سے مطلع ہوگا۔ اور اپنے اندر ان کا اثر دیکھے تو خوش ہونا چاہئے۔ کہ اس کو عنقریب وہ مرتبہ عطا ہونے والا ہے۔ جس سے پیر کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ دنیا میں بہت سے مرید ایسے ہوتے ہیں۔ جن سے ان کے پیروں کا نام دنیا میں روشن ہوا ہے۔

سالک کو چاہئے کہ نماز میں پیر کو دائیں بائیں اپنا امام تصور کرے یا سجدہ کی جگہ یا اپنے دل میں خیال کرے۔ اور حاضر ناظر سمجھے تو بہت ہی اچھا ہے۔ بہر حال جہاں تک ہو سکے سالک کو اچھی صورت وحالت میں پیر کا تصور جمانا چاہئے۔

سالک کو اثنائے سلوک میں حبس دم کی بھی عادت ڈالنی چاہئے حبسِ دم سے، خطرات دفع ہو جاتے ہیں۔ سالک کو جہاں عورت سے پرہیز لازمی ہے وہاں اس کو کھانے پینے میں

بھی بہت کمی کر دینی چاہئے۔ کھانا پینا صرف اس حد تک ہونا چاہئے جس سے مشینری قائم رہے۔ فضول باتوں سے پرہیز بھی ضروری ہے۔ سالک کے واسطے یہ تین چیزیں نہایت ضروری ہیں حبسِ دم نشست مخصوص اور ظفر تکیہ۔

آسمانی عروج بھی بغیر پیر کی رہبری کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ عروج بھی اس طرح ہوتا ہے کہ پیر اپنے مرید کو کاندھے پر بٹھا کر پرواز کر کے آسمان کے دروازہ پر پہنچ کر دستک دیتے ہیں۔ اندر سے آواز آتی ہے کون ہے؟ پیر اپنا نام بتاتے ہیں۔ دروازہ کھلتا ہے۔ پھر دریافت کیا جاتا ہے کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ پیر کہتے ہیں میرا مرید ہے۔ میں نے اس کو اس مقام پر آنے کا اہل بنا دیا ہے۔ اسی طرح دوسرے آسمانوں پر عروج ہوتا ہے۔

ایک صورت عروج کی ہے کہ ایک جانور سواری کے لئے لایا جاتا ہے مرید کو اس پر سوار کر دیا جاتا ہے۔ پھر معلوم نہیں ہوتا کہ وہ جانور چلا یا اڑا چشم زدن میں آسمان پر جا پہنچتا ہے۔

آسمانی عروج کے یہ طریقے پیر کی رہبری سے طے ہوتے ہیں۔ تفریح طبع اور خوش وقتی کے واسطے گانے بجانے کے متعلق فقہا میں اختلاف ہے بعض فقہا حرام۔ بعض حرام اور مکروہ کہتے ہیں لیکن وہ سماع جو سوز وطلب کی وجہ سے ہو اور جس میں شوق ورغبت میں ترقی اور اطاعت ومجاہدہ پر ہمت ہوتی ہے فقیہہ کی بحث سے خارج ہے۔ فقیہہ کی بحث صرف نفسانیات اور دنیاوی معاملات میں ہوتی ہے۔ سماع سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

<u>موسیقی کی حقیقت</u>: موسیقی کی ابتدا کیوں کر ہوئی اس بارے میں حکماء کے مختلف اقوال ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مریض کی آہ واہ اور تکلیف کے ساتھ آواز کے طول وعرض میں کمی بیشی کو پیش نظر رکھ کر حکما نے موسیقی کے پردے ترتیب دیئے۔

بعض کا کہنا ہے کہ کسی مردار جانور کی ران کی ہڈیوں پر لگا ہوا گوشت خشک ہو گیا تھا۔ جب ہوا زور سے چلتی تو اس سے ہلکی بھاری آواز نکلتی تھی۔ ایک حکیم نے آواز کی زیر و بم کو دیکھ کر باجہ تیار کرلیا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ کسی سالک نے اپنے کسی مشاہدہ میں ساتوں آسمانوں کی گردش ملاحظہ کی اور ان کی دل کش آوازیں سن کر موسیقی کی بنیاد ڈالی۔ آسمانوں کی آوازیں ایسی دل کش تھیں کہ اگر دنیا والے سن لیں تو ان کا زندہ رہنا مشکل ہو جائے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت داود علیہ السلام مختلف انواع واقسام کی آوازیں رکھتے تھے۔ چنگ رباب وغیرہ آوازیں آپ کی حلق سے برآمد ہوتی تھیں۔ اور سننے والوں پر ایسا اثر ہوتا تھا کہ اپنے ہوش میں نہ رہتے تھے۔ ابلیس کی ذریات نے ابلیس سے شکایت کی کہ داوٗد علیہ السلام کے نغمے نے دلوں میں ہمارے وسوسہ کی گنجائش نہیں رکھی۔

ابلیس یہ سن کر حضرت داود علیہ السلام کی مجلس میں حاضر ہوا اور آپ کے نغموں پہ غور کر کے اس نے ایک باجہ تیار کیا۔ تمام اہل حرص وہوش اس کی آواز سن کر اس کے پیچھے ہو لئے۔

جس طرح شاعر اپنے شعر میں معشوق کا حسن و کرشمہ و ناز انداز رفتار گفتار۔ جنگ ورصلح۔ وفا و جفا۔ قبول و انکار وغیرہ کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ موسیقی کے ماہرین بھی ان سب باتوں کو راگ کے تال وسُر میں ادا کرتے ہیں۔

اہل دل موسیقی پر کیوں فدا ہیں: بات یہ ہے کہ انسان کے اندر پانچ چیزیں ہیں۔ روح نفس دل۔ طبع اور عقل۔ جب کوئی موزوں کلام نغمہ کے ساتھ گایا جاتا ہے تو روح نغمہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ دل شعر کے مضمون میں نفس اور شعر کی موزونیت میں۔

عقل شاعر کی اس حکمت میں جو شعر کے اندر اس نے رکھی ہے توجہ کرتی ہے اور طبیعت موسیقی کے وزن کا اندازہ کرتی ہے۔ غرض یہ پانچوں قویٰ اپنی غذا میں مصروف ہو ہو کر ذوق و لذت حاصل کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سماع کو غذائے روح کہا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اہل دل موسیقی پر فدا ہیں۔

سماع کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) یہ کہ قوال کی زبان سے شعر سنتے ہی مضمون یا نغمہ غور کئے بغیر وجد و کیف پیدا ہو جائے اور سننے والے کو بے خود بنا دے۔

(۲) سننے اور غور کرنے کے بعد ایسا ہو۔

(۳) یاروں کی موافقت کے سبب سماع میں شریک ہوا ایسا شخص بھی رحمت سے محروم نہ رہے گا جس رحمت سے سماع سننے والے بہرہ اندوز ہوں گے۔

سماع کی محفل میں شریک ہونے والے کو اہل ذوق کی موافقت کرنی لازم ہے۔ بیگانوں کی طرح شریک ہونا درست نہیں۔ موافقت میں یہ بھی فائدہ ہے کہ تواجد سے وجد تک اور

توافق سے وفاق تک میں ترقی حاصل ہوگی۔ جس طرح اگر کوئی شخص نماز پڑھ چکا ہو اور جماعت تیار ہو تو اس کے لئے شریعت کا حکم ہے کہ وہ بھی جماعت میں شریک ہو جائے کیونکہ اس رحمت سے جو جماعت پر نازل ہو رہی ہے یہ شخص محروم نہ رہے اسی پر سماع بھی قیاس کرنا چاہئے۔

فقہا کے نزدیک دف بجانے کے بارے میں تو گنجائش ہے مگر دیگر مزامیر کے لئے نہیں۔ اس لئے اگر سننے والا اہل دل سے ہے تو خیر ورنہ یہ خود اپنے فعل کا ذمہ دار ہے۔ مزامیر میں چونکہ کسی قسم کی آلودگی نہیں اور ان کا جوف معصیت سے سراسر خالی ہے۔ اس لئے مزید پیر کی حرمت کے بارے میں اہل دل جانیں اور ان کا کام۔

مزامیر کی حقیقت: باجہ کی حقیقت یہ ہے کہ حکما نے اس کو آدمی صورت پر ایجاد کیا ہے ایک تار اس کا آنکھ کے سامنے مناسبت رکھتا ہے۔ جو آواز اس تار سے نکلتی ہے وہ معشوق کے غمزہ کرشمہ کی خبر کر دیتی ہے۔ اس طرح دوسرے تار سینہ پر ہاتھ پیر وغیرہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ جو لوگ فن موسیقی سے واقفیت رکھتے ہیں وہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں۔

قواعد موسیقی کے مطابق گانے میں شریعت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں: قواعد موسیقی کے مطابق گانے میں شریعت مطہر میں نفی و اثبات کا کوئی حکم نہیں۔ خوش الحانی کے ساتھ قرآن شریف پڑھنے کا حکم ہی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

(قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ زینت دو) یعنی قرآن مجید خوش الحانی سے پڑھا کرو۔ تجربہ سے اگر کوئی شخص خوش الحانی کے ساتھ پڑھتا ہے۔ تو سامعین پر محویت کا عالم طاری ہوتا ہے لیکن اسی صورت کو اگر کوئی دوسرا اس آواز میں نہ پڑھے تو سننے والے متوجہ بھی نہ ہوتے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی موجودگی و تجربات و مشاہدات کی روشنی میں فقہا کا روایت متذکرہ بالا کا یہ معنی بیان کرنا کہ اپنی آوازوں کو قرآن کے ساتھ زینت دو قلب معنی ہے۔

جب یہ بات مشہور ہے کہ حضرت داود علیہ السلام کی زبان مبارک سے خوش الحانی کے ساتھ توریت سن کر لوگ مرجاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی ان کا ایک معجزہ تھا۔ پھر معجزہ جیسی اچھی چیز کو حرام یا مکروہ کہنا عقل سے سراسر بعید ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس سے گزرے۔ وہ اپنے گھر میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر ٹھہر کر سنتے رہے پھر ان سے ملاقات ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ بیان فرمایا۔ حضرت موسیٰ

اشعریؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حضور سن رہے ہیں تو میں اچھی طرح پڑھتا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا لَقَدْ اُوْتِیْتَ مِزْمَاراً مِّنْ مَزَامِیْرِ آلِ دَاوُد۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ کی آواز کا نام مزامیر رکھا۔

صوفی کو محفل سماع میں خود گانا بجانا نہ چاہئے کیونکہ یہ اس کے لئے سبکی واستخفاف کی بات ہے۔ ہاں خلوت میں یارانِ ہم مشرب کے ساتھ گانا اور اور بات ہے۔ صوفی کے لئے گانے بجانے کا پیشہ اختیار کرنا اچھا نہیں۔ اگر اشعار وغزلیات نے دل میں جگہ کر لی ہے تو حضور ومراقبہ سے محروم ہو جائے گا۔

سماع بھی عشق بازی ہے: خاندان کبرویہ کے لوگ سماع میں الا اللہ کی ضرب لگاتے ہیں یہ سماع سماع نہیں بلکہ ذکر ہے۔ اس میں جو کچھ اثر ہوگا ذکر کا اثر ہوگا سماع تو درحقیقت عشق بازی ہے۔ اس میں ہر دم معشوق کا خیال اور حضور ہونا چاہئے۔ ذکر وفکر کی اس میں گنجائش نہیں۔ سماع حق وحقیقت کے ساتھ بازی ہے۔ سماع میں جہاں حمل نظیر بر نظیر ہے وہاں حمل نقیض بر نقیض بھی ہے۔ شعر کے معنی یا موسیقی کے وزن سے وصل کا مضمون مفہوم ہے۔ تو جو شخص اس دولت سے محروم ہے وہ اضطراب وگریہ وزاری میں مبتلا ہو جائے گا کہ قوم تو وصل محبوب سے شاد ہے اور میں بدقسمت ناکام ہوں۔ اور جو شخص وصل سے شادکام ہو چکا ہے وہ فراق کی حکایت سن کر خوشی اور ذوق میں شکر گزار ہوگا۔ بہرحال سماع کا اثر کبھی برعکس بھی ہوتا ہے۔

سماع ایک ایسی چیز ہے کہ جو لوگ مضمون کی حقیقت سے بے خبر بھی ہوتے ہیں ان پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔ دیکھو سانپ بین کی آواز سن کر اونٹ ہُدی سن کے مست ہو جاتا ہے۔

گانے بجانے کا اثر بالخاصہ مستی وسرور ہے۔ اگر کوئی آدمی گانا بجانا سن کر مست ومسرور نہ ہو تو وہ حد درجہ قسی القلب اور غلیظ الطبع ہے۔ شیخ سعدی شیرازیؒ نے فرمایا ہے۔

شتر راچہ شوز و طرب در سرست
اگر آدمی رانہ باشد خرست

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ اونٹ تو گانا سن کر مست ہو جاتا ہے اگر آدمی پر گانے کا اثر نہ ہو تو سمجھ لو وہ آدمی نہیں بلکہ گدھا ہے۔

حضرت داود علیہ السلام پر سکینہ نازل ہونے کا ذکر قرآن مجید میں سورۂ بقرہ میں مذکور ہے۔ جس وقت آسمان سے سکینہ نازل ہوا تو حضرت داود علیہ السلام خوشی کے مارے رقص کرنے لگے تھے۔ محفل سماع میں رقص کرنے والے کو تنہا نہ چھوڑنا چاہیے۔ دو چار آدمیوں کو اس کی موافقت کرنی چاہیے۔ گرنے سے بچائیں اور اگر زور سے گر پڑے تو اس کو پڑا نہ رہنے دیں بلکہ احترام کے ساتھ اٹھالیں۔ کیفیت کے عالم میں اگر صوفی اپنا کپڑا اتار کر قوال کو دے دے تو حاضرین کو چاہیے کہ اس کو دوسرا کپڑا پہنا دیں برہنہ نہ رہنے دیں۔

دوران سماع اگر کسی کو ذوق پیدا ہو اور وہ رقص بھی کرنے لگے تو تمہیں بھی اس کی موافقت کرنی چاہیے۔ اگر تم کو ذوق پیدا نہ ہو تب بھی بہ تکلف گرما گرمی کے ساتھ اس کے ساتھ لگے رہو۔ تمہاری موافقت کرنے سے اس کی گرمی میں تیزی نہ ہوگی تو کمی بھی نہ ہوگی۔ اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ تمہاری گرما گرمی سے شاید اس کی گرمی کا عکس تم پر پڑ جائے اور تمہیں بھی اس حرارت سے حظ حاصل ہو۔

محفل سماع میں اگر کسی شعر سے ذوق پیدا ہو تو جہاں تک ہو سکے ضبط کرو۔ اور اگر دوسرے لوگوں پر بھی ذوق طاری ہو تو جان لوگے کہ اس حالت میں کس طرح ذوق وشوق زیادہ ہوتا ہے۔

اگر تمہیں کسی کے ساتھ عشق ہے اور معشوق کے ساتھ تمہارے معاملات مختلف ہیں تب بھی سماع سننا تمہارا کام ہے۔ جس شخص کو خوف یا رجا ہو جائے۔ سماع اس کا کام نہیں۔

صوفی کو محفل سماع میں شریک ہونے سے پہلے اپنے اوراد اور وظائف سے فراغت حاصل کر لینی چاہیے۔ محفل سماع سے اٹھ کر محفل کو پراگندی کرنا اچھا نہیں۔

صوفی کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ سماع کے لئے محفوظ مکان ہونا چاہیے۔ کھلے ہوئے صحن میں یا غیر محفوظ مکان میں سماع نہ سننا چاہیے۔ کھلے مکان میں سماع کا اثر صحیح طریقہ پر نہیں ہوتا ہوا اس کی تاثیر کو متفرق کر دیتی ہے۔ مکان کے صحن میں بھی سماع کے لئے شامیانہ وغیرہ بندھوا دینا مناسب ہے۔

مسجد میں محفل سماع منعقد کرنا منع ہے۔ نیز قوالوں کو بھی سماع کے وقت باطہارت اور بغیر کسی آلودگی کے ہونا چاہیے۔ سماع کی محفل میں گھر سے کچھ کھا کر جانا چاہیے اور نہ کسی شخص کو

اپنے ہمراہ لے جانا چاہیے۔

ذوق اور کیفیت کے وقت کیا کرنا چاہیے

سماع کی حالت میں صوفی کو جو اضطراب پیش آتا ہے اس کا نام رقص ہے۔ سماع میں دو باتوں سے ذوق پیدا ہوتا ہے۔ ایک نغمہ سے دوسرے شعر کے معنی سے نغمہ بذات خود حسن صورت کی طرح طبیعت میں رقت وحرکت پیدا کرتا ہے یہی سبب ہے کہ نغمہ سنتے ہی ایک دم طبیعت میں گریہ اور نعرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔

مخدوم العالم حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں جو چیز حسن رکھتی ہے وہ عالم بالا کی ہے۔ روح انسانی بھی عالم بالا کی ہے مگر حکم الٰہی سے مجبور ہو کر اس عالم میں گرفتار ہے۔ سو جب روح نغمہ کا حسن ملاحظہ کرتی ہے تو اس کو اپنا وطن یاد آجاتا ہے اور وہ مضطرب ہو جاتی ہے۔ دوران سفر میں اپنے گھر کا خط پڑھ کر مسافر کی جو حالت ہوتی ہے۔ یہی حالت روح کی بھی ہے۔

محفل سماع میں صوفی کو چاہیے کہ وہ اپنا دل مراقبہ یا ذکر خفی کی طرف متوجہ کرے۔ ایسا کرنے سے بہت جلد اس کی روح کو عروج نصیب ہوگا۔ مخدام العالم حضرت خواجہ نصیر الدین قدس سرہ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ وہ سماع میں مراقب ہو جایا کرتے تھے روح طیر ویر میں مشغول ہو جاتی تھی۔

صوفیوں کا درجہ معلوم کرنے کا طریقہ

نغمہ دل کو پوری صفائی حاصل ہوتی ہے۔ اور روح کو بہت بڑا حصہ ملتا ہے۔ پہلے زمانہ میں ایسے اشعار گائے جاتے تھے جس میں زہد عبادت ترک اور تجرید وغیرہ کا ذکر ہوتا تھا۔ صوفیائے کرام انہی اشعار پر رقص کرتے تھے۔ اگر کسی صوفی کا مقام معلوم کرنا ہو تو محفل سماع منعقد کر کے دیکھ لو۔ جس شعر پر جس شخص کا حال آئے۔ اس مضمون سے اس کا مقام معلوم کیا جا سکتا ہے۔ زہد۔ خوف ورجا غرض جو مضمون شعر کا ہو۔ وہی مقام اس صوفی کا ہوگا۔

قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ مقام تسلیم ورضا میں تھے۔ قوال نے جب یہ شعر پڑھا۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں ازغیب جان دیگراست

وجد شروع ہو گیا۔ آپ کی حالت تھی کی حالتِ رقص میں کبھی چند قدم آگے جاتے تھے۔ اور کبھی پیچھے ہٹتے تھے۔ تین روز اسی حالت میں گزر گئے۔ اور ۱۴ ربیع الاول کو جاں بحق تسلیم ہوئے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تسلیم کیسی تھی۔ تسلیم اہل محبت تھی یا تسلیم اہل معرفت ان دونوں میں سے ایک ضرور تھی۔ معاملات کی تسلیم ایسی نہیں ہے۔ جس میں دل خرچ کیا جائے۔ محبؔ کو باوجود سوز و گداز اور درد کے دل تسلیم کے ساتھ ہی دینا چاہیئے۔

یہی مقام روح کے خرچ کرنے کا ہے۔ شہید محبت حضرت قطب الاقطابؒ نے ایسا ہی کیا ہے۔ ہر زماں ازغیب جان دیگراست کا یہی مطلب ہے کہ جو جان جاناں کے ساتھ زندہ ہوگی وہ بے شمار جانوں کے لئے زندہ ہے۔ حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ اشعار فارسی عربی ہندی سنسکرت کے معانی کو عاشق و معشوق کے درمیانی معاملہ پر محمول کر کے اس مقام کے لائق ذوق و لطف اٹھاتے تھے۔

بعض اوقات ایک ہی مجلس میں ایک ہی شعر پر متعدد صوفیوں کو وجد آجاتا ہے۔ روتے ہیں نعرے مارتے ہیں۔ نہیں کہا جا سکتا کہ ان سب کا ایک مقصد ہوتا ہے یا مختلف۔

بہرحال ایک طریقہ تحمیل یہ ہے کہ شعر کے مضمون کو اپنے حال پر مطابق کر کے ذوق اٹھائیں۔ ناز و کرشمہ کی حکایت اگرچہ عشق مجازی میں ہوتی ہے مگر جب صوفی پر سوز اور سوز غم کی حالت گزرتی ہے تو وہ اس کو عین اپنی حالت کے مطابق پاتا ہے۔ یہ میرا کلام صوفیائے کاملین کی نسبت ہے۔ جو شوق و محبت الٰہی میں رقص کرتے ہیں۔ ہزل اور غفلت میں اپنا وقت نہیں کھوتے۔ بیہودہ لوگوں کو ان پر قیاس نہ کرنا چاہیئے۔

اشاراتِ رقص

جب بزرگوں کی کیفیت ہم بیان کر رہے ہیں ان بزرگوں کے رقص میں بھی چند اشارے ہیں اگر دونوں ہاتھوں کو اوپر لے جا کر پھر انہیں سینہ پر باندھ لیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے دونوں جہان کو جمع کر کے ایک جگہ رکھ دیا اور اگر اثنائے رقص میں تالی بجائیں تو یہ مطلب ہے کہ کون و مکاں سے ہم گزر چکے ہمیں دوست کا وصال حاصل ہو گیا۔ یا یہ مطلب ہوتا

ہے کہ ہم مصیبت زدہ اور خالی ہاتھ ہیں۔ پیر مارنے سے یہ مراد ہے کہ غیر خدا کو ہم نے پیروں کے نیچے کچل ڈالا۔ اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ روح عروج چاہتی ہے۔ مگر نفس کی قید مانع ہے۔ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ تمام موجودات ہمارے پیر کے نیچے ہیں اور ہم فارغ ہیں۔

رقص کی حالت میں چکر لگانے سے مراد یہ ہے کہ وجود کی چکی جو چل رہی ہے وہ ایک حالت میں نہیں رہتی۔ اور اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ ہم ہر طرف ڈھونڈتے پھرتے ہیں دیکھو کدھر جمال محبوب نظر آئے طبیعت کا اضطراب اور بے چینی بھی گشت لگانے پر مجبور کرتی ہے۔

بعض لوگ سینہ کو ہاتھوں سے بھینچ کر گشت لگایا کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دونوں جہاں سے نکلنا چاہتا ہوں مگر نکل نہیں سکتا۔ بعض لوگ سینہ پر ہاتھ رکھ کر رقص کرتے ہیں جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ میں دل کی حفاظت کر رہا ہوں تاکہ پریشان نہ ہوں۔ جو فرمان ہو اس پر عمل کروں۔

بعض لوگ ہاتھ بغل میں دبا کر رقص کرتے ہیں۔ جس سے اس بات کا اظہار مقصود ہوتا ہے کہ میرا راستہ بند ہے کام پیچیدہ ہے ہر چند کوشش کرتا ہوں مگر دروازہ نہیں کھلتا۔ اور یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ میں نے معشوق کو بغل میں دبا لیا اب نہیں چھوڑوں گا۔

بعض لوگ اثنائے رقص میں سینہ پر ہاتھ مارا کرتے ہیں جس کا یہ مطلب ہوتا ہے یا مقصد حاصل نہیں ہوا اور اگر حاصل ہوا تو مرضی کے خلاف۔ اور جو شخص رقص میں دو قدم آگے بڑھتا ہے پھر دو قدم پیچھے ہٹتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ پر ایسی ہی حالت گزر رہی ہے۔ جو لوگ آہ کا نعرہ لگاتے ہیں۔ وہ ذوق کا تحمل نہیں رکھتے۔ رونے کی خفیف آواز بھی ذوق وشوق کی دلیل ہے۔ ہُو کا نعرہ مارنے میں یہ اشارہ ہے کہ بس جو کچھ ہے وہی ہے۔

یہ اشارات جو اوپر بیان ہوئے کامل۔ متوسط۔ مبتدی سب کے ملے جلے ہیں۔

بہر حال سماع ایک ایسی بے ضبطی اور اضطراب کی حالت ہے جس میں بعض وقت ایسی گمشدگی ہوتی ہے کہ کسی اشارہ کی خبر نہیں رہتی۔ طبعی طور پر اندر سے بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ اسی سبب سے سماع میں بعض لوگوں کے چہروں پر ایسی رونق اور جمال پیدا ہو جاتا ہے جو اور کسی وقت نہیں ہوتا اور بعض کی صورت نہایت قبیح ہو جاتی ہے۔

ہر شخص رقص میں دوسروں کی تکلیف کا باعث بنے وہ سماع کا اہل نہیں۔ اس لئے سماع

میں رقص اس طور پر کرنا چاہیئے کہ نہ کسی کو دھکا لگے نہ کسی کو آزار پہنچے۔

بعض لوگوں کو سماع بالکل اپنی خبر نہیں رہتی۔ بعض کمزور آدمیوں میں اتنی قوت آجاتی ہے جو بڑے بڑے قوی آدمی میں نہیں ہوتی اس قوت کا سبب وہ واردات قلبی ہیں جنہوں نے اس کو اس کی ہستی سے باہر کر کے اس کو خودی کے تصرف میں نہیں رکھا۔

سماع میں قوال خواجہ یا میراں کا لفظ کہتے ہیں اس طرف دھیان نہ دینا چاہیئے۔ اور اگر خود عورت ہی گانے والی ہو تو ایسی محفل میں ہرگز نہ بیٹھنا چاہیئے۔ توبہ استغفار پڑھنا چاہیئے۔ ایسی محفل سے تو گوشۂ تنہائی بہتر ہے۔

جو چیزیں شریعت اسلامی میں فقہا کے نزدیک بالا جماع حرام ہیں جیسے بعض مزامیر تو ان سے پرہیز لازمی ہے۔ صاحب ارشاد و تعلیم کو اس ہدایت کا خاص لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اگر اتفاق سے قوال بھی صوفی ہو تو پھر کیا کہنا سننے والوں کو قوال پر نظر رکھنی چاہیئے یا اپنے دل پر۔

سماع کی مجلس میں ہر کس و ناکس کو بلانا منع ہے۔ سماع سے چونکہ دلجمعی پیدا ہوتی ہے اس لئے محفل سماع رات کے وقت کرنی بہتر ہے اگر کسی محفل سماع میں ہر کس و ناکس شریک ہوں تو ایسی مجلس میں ہرگز شریک نہ ہونا چاہیئے۔

آدابِ سماع

بزرگان دین کا یہ طریقہ ہے کہ وہ سماع سننے کا قصد کرتے ہیں تو پہلے سے اس کی تیاری کی جاتی ہے۔ سفید کپڑے پہنتے ہیں خوشبو لگاتے ہیں کھانا بہت کم کھاتے ہیں بلکہ جو لوگ منتہی ہوتے ہیں طے کا روزہ رکھتے ہیں اور وقار و عزت کے ساتھ حضور قلب سے مقصد کا تصور کر کے سنتے ہیں۔

محفل سماع میں ادھر ادھر نظر نہ دوڑانی چاہیئے۔ قوال کی طرف نظر رکھنی چاہیئے یا اپنے سامنے۔ جہاں تک ہو سکے ذوق اور کیف کو ضبط کرنے کی کوشش کرے۔ ہاں اگر رقص پر مجبور ہو جائے تو وہ بات دوسری ہے پھر بھی حلقہ کے درمیان رقص کرنے سے بچنا چاہیئے۔ جس صوفی کے جسم پر صرف ایک تہبند ہو اس کو محفل سماع میں شریک ہونے سے باز رہنا چاہیئے۔ اگر شریک ہو تو کسی گوشہ میں خاموش بیٹھا رہے ہائے وائے کے نعرے نہ لگائے۔ اور اگر پیر کے علاوہ اور کوئی بزرگ مجلس میں موجود ہوں تو ان کا ادب بھی مثل اپنے پیر کے کرنا چاہیئے۔

محفل سماع میں دنیادار کو شریک نہ ہونے دیں اور نہ کسی ایسے شخص کو جو کسی دینوی غم میں مبتلا ہو۔ سماع کی محفل جس طرح عورت کی شرکت سے پرہیز واجب ہے۔ اسی طرح جو فقیہہ صوفی کے اضطراب وگریہ پر ہنستا ہو تمسخر اڑاتا ہو اس کو ہرگز شریک نہ ہونے دیں۔

صوفی کو محفل سماع میں جہاں تک ہمت و طاقت ہے اپنے کیف کو روکنا چاہئے مجبور و مغلوب ہو جائے تو رقص کر سکتا ہے۔

سماع سننے کے طریقے

سماع سننے کے دو طریقے ایک تو یہ کہ قوال سماع شروع کرے اور صوفی آنکھیں بند کر کے نغمہ پر دل لگائے اور مراقبہ میں مشغول ہو جائے۔ شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدینؒ اسی طرح سماع سنا کرتے تھے۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وجد و رقص اور گریہ و بکا کے ساتھ سماع سنے۔

سماع دردمند دلوں کی دوا ہے: مخدوم العالم حضرت خواجہ نصیر الدین قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ دردمندوں کے واسطے سوائے سماع کے کوئی دوا نہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق شریعت میں اپنے نفس کو ہلاک کرنا جائز نہیں چونکہ سماع دردمندوں کی دوا ہے اس لئے امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق دردمندوں کے واسطے سماع مباح ہے۔ جو اہل درد نہ ہوں اہل نفس ہوں ان کے لئے سماع شریعت اور طریقت دونوں میں حرام ہے۔

حضرت نے فرمایا ہے جو شخص صاحب ذوق ہوتا ہے اور اس میں درد ہوتا ہے ایک حقانی شعر قوال کی زبان سے سن کر اس کو ذوق پیدا ہوتا ہے لیکن جو شخص صاحب ذوق نہ ہو اس کے آگے قوال اور چنگ، و رباب کیوں نہ ہوں کیا فائدہ؟

سماع کے متعلق حضرت خواجہ جنید بغدادی کا فتویٰ: سبع سنابل میں ہے کہ حضرت خواجہ بغدادیؒ سماع سنا کرتے تھے۔ آخر وقت میں انہوں نے سماع سننا ترک کر دیا تھا۔ اس کے بعد ان کا وصال ہو گیا۔ حضرت خواجہ کے وصال کے بعد بغداد میں سماع کا سلسلہ موقوف ہو گیا۔ قاضی حمید الدینؒ صاحب سماع کے اس قدر دلدادہ تھے کہ انہوں نے دس غلام خوش الحان بازار سے خریدے اور ان کو عمدہ عمدہ غزلیات یاد کرا دیں۔ یہ غلام نہایت خوش الحانی سے قاضی صاحب کو سماع سنایا کرتے تھے۔ اس زمانہ کے مفتیوں اور فقہیوں نے قاضی صاحب پر اعتراض کیا اور کہا کہ سماع سننا ناجائز ہے کیونکہ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ بھی سماع نہیں سنا کرتے تھے۔ قاضی صاحب

نے کہا کہ حضرت جنید بغدادیؒ کے تمام ہمعصر سماع سنا کرتے تھے چونکہ حضرت جنیدؒ کے اپنے ہم مشرب نہ تھے اس لئے انہوں نے سماع سننا ترک کر دیا تھا۔ حضرت جنید کا فتویٰ سماع کی اباحت پر ہے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا مَا تَقُوْلُ فِی السَّمَاعِ تو آپ نے جواب دیا کل مَا یَجمَعُ العَبْدَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہ فَھُوَ مباحٌ حضرت جنیدؒ کی سماع سے توبہ میرے نزدیک حجت نہیں ہے۔

خواجگانِ چشت اور سماع

حضرت خواجہ غریب نواز بھی سماع کا ذوق رکھتے تھے۔ اور کثرت سے سماع سنا کرتے تھے۔ حضرت کی محفل میں جو شخص ایک مرتبہ بھی شریک ہو جاتا وہ بھی صاحب ذوق ہو جاتا تھا۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ بھی سماع کے دلدادہ تھے۔ حضرت علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں جو خلیفہء وقت تھا۔ وہ خاندان سہروردیہ میں مرید تھا۔ ایک روز اس نے اپنا قاصد حضرت کی خدمت میں بھیج کر کہلایا کہ خواجہ جنیدؒ نے سماع سے توبہ کر لی تھی اگر سماع اچھی چیز ہوتی تو وہ سماع سے توبہ نہ کرتے۔ حضرت خواجہ جنیدؒ سات سال کی عمر میں درجہ اجتہاد کو پہنچ گئے تھے۔ جب ایسے مجتہد وقت سماع میں تائب ہو گئے تو ہمیں بھی سماع سے توبہ کرنی چاہئے۔ لہٰذا میرا حکم ہے کہ اب جو شخص سماع سنے اس کو سولی پہ چڑھا دیا جائے اور قوالوں کو قتل کر دیا جائے۔

خواجہ عثمان ہارونیؒ نے فرمایا کہ سماع خدا اور بندہ کے درمیان ایک بھید ہے۔ اگر ہم سماع سے تائب ہو گئے تو بے کار ہو جائیں گے۔

ہم اپنے پیروں کی تقلید سے باز نہیں رہ سکتے۔ ہم علماء کی مجلس میں آئیں گے۔ دیکھیں گے علماء ہمارے سامع کو قبول کرتے ہیں یا رد۔ خلیفہ نے علماء کی مجلس منعقد کی حضرت خواجہ عثمانِ ہارونی استخارہ کر کے مجلس میں تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ کا روئے انور دیکھ کر علماء پر اس قدر رعب اور ہیبت طاری ہوئی کہ وہ اپنا سب پڑھا لکھا بھول گئے۔ حروف تہجی تک یاد نہ رہے۔ حضرت کے قدموں میں گر پڑے اور عرض گزار ہوئے۔ آپ بے شک اللہ کے ولی ہیں۔ آپ کے لئے بلاشبہ سماع مباح ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ جس زمانہ میں حضرت جنیدؒ نے سماع سے توبہ کی تھی۔ یہ ان کا ذاتی فعل تھا۔ انہوں نے سماع کے اہل لوگوں کے لئے سماع کو حرام نہیں فرمایا۔ جس وقت خواجہ نصیر

الدین چشت میں تھے وہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر حضرت جنیدؒ چشت میں ہوتے یا ناصر الدینؒ بغداد میں ہوتا۔ تو جنید کبھی سماع سے توبہ نہ کرتے۔ نہ ہمارے پیروں نے سماع سے توبہ کی اور نہ ہم توبہ کریں گے۔ ہمارے تمام پیروں نے سماع سنا ہے۔ حضرت جنید کی توبہ ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔ یہ سن کر علماء نے حضرت کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ حضرت نے ان علماء پر ایک نظر رحمت ڈالی۔ سب خدا رسیدہ ہو گئے۔

خلیفہ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی۔ خلیفہ نے حضرت کو سماع کی اجازت دے دی۔ حضرت نے اپنے مکان میں تشریف لا کر سماع منعقد کیا لوگوں نے اعتراض کرنا چاہا۔ خلیفہ نے کہا کہ حضرت خواجہ کو سماع کی اجازت میں نے دی ہے۔ اور قوالوں کو بلا کر حکم دیا کہ سوائے حضرت خواجہ کے اور کسی کو سماع نہ سنانا۔ ورنہ تمہیں قتل کر ڈالوں گا۔ اور بیت المال سے ان کی تنخواہ مقرر کر دی۔

حضرت خواجہ صاحب محفل سماع میں اکثر رویا کرتے تھے۔ آپ کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ آپ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ آنسو خشک ہو جاتے تھے۔ جسم مبارک میں خون نہ رہتا تھا نعرہ مار کر رقص کرنے لگتے تھے۔

حضرت خواجہ مودود چشتی بھی سماع سنا کرتے تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ آپ محفل سماع سے غائب ہو گئے۔ ایک صوفی کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ ابھی تک تیرے باطن کی آنکھ روشن نہیں ہے۔ اہل سماع نور کے ایک انتہائی مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ بظاہر میں نگاہوں کو نظر نہیں آتے کبھی سماع میں آپ اس قدر روتے کہ سینہ مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا۔

حضرت خواجہ ابو محمد چشتی علم و فضل میں یگانہ روزگار تھے۔ ان کے زمانہ کے کسی مولوی یا مفتی کو سماع پر اعتراض کرنے کی ہمت نہ تھی صرف ایک مجتہد فضیل مکیؒ سماع کے منکر تھے۔ یہ بات حضرت کے کانوں تک پہنچ گئی۔ حضرت نے اس وقت متوجہ بخدا ہو کر دعا کی یاالٰہی اگر ابو محمد چشتی کسی فعل بدعت کا مرتکب ہو تو اسے سزا دے ورنہ فضیل مکی کو تادیب کر۔ آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے۔ فضیل مکی پر ایسی بیماری پڑنے لگی کہ اس کا جسم گلنے لگا ناک بھی گل کر بیٹھ گئی۔ حکیموں سے علاج کراتا تھا۔ مرض میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ آخر مجبور ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہوا۔ خواب میں دیدار پُر انوار حضور سرور عالم ﷺ ہوا۔ عرض کیا۔ حضور میرے لئے دعا فرما دیجئے مجھے اس بیماری سے نجات مل جائے۔ حضور سرور کائنات نے فرمایا تو نے چشتی کے سماع کا انکار کیا

تھا۔ تجھے معلوم نہیں کہ تیرا یہ انکار اس کے پیروں کا انکار تھا اور پیروں کے سماع کا انکار ہمارے سماع کا انکار ہے۔ تو اگر اس زحمت سے نجات کا طالب ہے تو ابو محمد کے سماع میں صدق دل کے ساتھ حاضری دے۔ فضیل مکی حسب ہدایت محفل سماع میں حاضر ہوا اسی وقت اس کی بیماری دور ہو گئی حضرت شیخ نے سماع سے فارغ ہو کر فضیل مکی کو مخاطب کرتے وقت فرمایا۔

اب تو تو سماع اور اہل سماع کے درجات دیکھ لئے۔ فضیل مکی نے یہ سن کر شرم وندامت سے گردن جھکالی۔

حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی چشتیؒ بھی سماع بہت سنا کرتے تھے۔ آپ کے زمانہ میں بڑے بڑے مجہتد مفتی اور ملا تھے مگر کسی کو مجال نہ تھی کہ حضرت کے خلاف زبان اعتراض کھول سکے۔ ہر مجہتد مادی سماع کے اباحت کا قائل تھا۔ حضرت کے سماع میں تمام محفل وجد میں آجاتی تھی۔ درودیوار تک جنبش کرنے لگتے تھے۔ حضرت کا جب ارادہ سماع سننے کا ہوتا تو یاران ہم مشرب کو اطلاع بھیج دیتے تھے۔ قوال بھی تین روز پہلے سے اپنی حرکات وافعال کی نگہداشت کرتے تھے۔

آپ کے زمانہ میں ایک مرتبہ سخت امساک باران ہوا خلیفہ وقت نے بارش کی دعا کے لئے حضرت سے درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا۔ قوالوں کو بلاؤ جس وقت ہم پر کیفیت طاری ہوگئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں گے۔ اسی وقت بارش ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت شیخ دینوریؒ بھی ہر سال اپنے پیروں کا عرس کیا کرتے تھے۔ اور سماع سنا کرتے تھے۔ کسی شخص نے پوچھا حضرت آپ سماع کیوں سنتے ہیں۔ فرمایا ہمارے پیغمبر محمد مصطفے ﷺ مولا علی کرم اللہ وجہہ اور ہمارے پیروں نے سنا ہے۔ آج چونکہ ہمارے پیر کا عرس اور وصال حبیب کا دن ہے اس خوشی میں ہم سماع سنتے ہیں ان بزرگوں کی برکت ہے یہ سعادت ہمیں بھی نصیب ہو جائے۔

پیری مریدی کا بیان

موجودہ زمانے میں پیری مریدی کی جس قدر مٹی پلید ہے ناقابل بیان ہے نہ پیروں میں پیروں کی سی شان نظر آتی ہے۔ نہ مریدوں میں مریدوں کی سی بات۔ ایک رسم ہے جو جاری ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ موجودہ زمانہ میں صحیح معنی میں پیر بڑی مشکل اور جدوجہد سے ہی مل سکتا

ہے۔

پیر جن اوصاف کا حامل ہونا چاہئے اگر اس معیار پر موجود زمانہ کے پیروں کو جانچا جائے تو سوائے گنے چنے اصحاب کے ایک شخص بھی اس معیار پر صحیح وسچا نہ اترے گا۔ مگر اندھیری رات میں آفتاب کی عدم موجودگی میں چراغ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ رات میں آفتاب کہاں سے لایا جائے۔

ارادت کے کیا معنی ہیں: ارادت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کسی جھوٹے سچے پیر سے بیعت ہو کر گیروا کپڑے پہن لئے اور اپنے کو شبلی اور جنید ثانی سمجھنے لگے۔ مرید حقیقت میں وہ ہے جو اپنے ارادہ اور اختیار تک کو پیر کے سپرد کرے پیر کو حاکم تسلیم کرے۔ اور اس کے حکم کے آگے بلا چون و چرا سر جھکا دے حق وتبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَلاَ وَرَبِّکَ لَا یُومِنُونَ حَتّٰی یُحَکِّمُوکَ فِیمَا شجر بَینَهُم ثُمَّ لَا یَجِدُ وَافِی اَنفُسِهِمُ حَرَجاً مِمَّا قَضَیتَ وَیُسَلِّمُوا تَسلِیماً. (النساء۔۶۵)

(ان لوگوں کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو گا جب تک محمد ﷺ کو اپنا حاکم نہ سمجھیں۔ اور آپ کے حکم کے آگے بلا چون وچرا سر نہ جھکا دیں اور ان کے دل میں کسی قسم کی تنگی و گرانی محسوس نہ ہو اور وہ پورے طور پر اپنے آپ کو آپ کے سپرد نہ کر دیں۔

صحابہ کرام کی ارادت کی شان وہی ہے جو آیت متذکرہ بالا میں مذکورہ ہے۔ جب صحابہ کرام ارادت کے متذکرہ بالا پختہ رنگ میں رنگے جا چکے تو حق تعالیٰ نے دین کی تکمیل اور تمام نعمت سے سرفرازی عطا فرمائی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی وَرَضِیْتُ لَکُمُ الاسلامَ دِیْنًا.

پھر جب صحابہ کرام معرفت وسعادت کے مرتبہ کمال کو پہنچ گئے تو دوسروں کو ان کے اتباع کا حکم دیا گیا۔

پھر تمام تابعین اور تبع تابعین کی شاندار الفاظ میں تعریف کی گئی۔

اور امت کے لئے ان کے ہاتھ بیعت کرنا وسیلہ سعادت آخرت قرار دیا گیا۔

پیر کیسا ہونا چاہئے: پیر حقیقی معنی میں وہی پیر ہے جس میں حسب ذیل شرائط پائی جاتی ہوں۔

(۱) مسلک صحیح رکھتا ہو۔

(۲) حقوق و فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرتا ہو۔

(۳) مذہب اہلسنت والجماعت رکھتا ہو۔

(پہلی شرط کی توضیح) مرید اور طالب صادق کو سب سے پہلے صحیح اور درست سلسلہ کی جستجو کرنی چاہئے۔ اس معاملہ میں آج کل بہت ہی زیادہ گڑبڑ ہے ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بزرگ اپنی حیات میں اپنا قائم مقام یا خلیفہ اپنے لڑکے کو مقرر نہیں کرتے نہ اس بارے میں وصیت کرتے ہیں۔ وصال کے بعد تیسرے دن لوگ باپ کا خرقہ بیٹے کو پہنا کر ان کی جگہ بٹھلا دیتے ہیں خلقت ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگتی ہے۔ اور وہ اپنے باپ کی جگہ پیر بن بیٹھتا ہے۔ اور وہ اس بات سے قطعی ناواقف ہوتا ہے کہ بغیر اجازت والد کے بیٹے کو اپنے باپ کا خرقہ پہننا جائز بھی ہے یا نہیں۔ خرقہ پوشی کے لئے اولاً ارادت دوم اجازت شرط ہے۔

اسی طرح قطب اور غوث کی اولاد بغیر رخصت و اجازت محض اولاد ہونے کے رشتہ سے لوگوں کو مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم فلاں قطب یا غوث کے صاحبزادہ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے اور ہم نے جو کچھ کیا درست کیا۔ حالانکہ یہ فعل سراسر ضلالت اور گمراہی ہوتا ہے۔

(دوسری شرط کی وضاحت) پیر کے لئے عالم اور عامل ہونا بھی شرط ہے۔ علم کے بغیر عمل دشوار ہے۔ پیر وہی شخص بن سکتا ہے جو فرائض واجبات سنن اور مستحبات کی ادائیگی میں کوتاہی یا سستی نہ کرتا ہو۔ اور ایسے شخص کے لئے جو مرجع خلائق ہو، جزئیات شریعت کا بھی لحاظ رکھنا ضروری ہے ایسے ہی شخص کی ذرا سی بے احتیاطی مریدوں کی گمراہی کا باعث ہوگی۔

مرید کو سب سے پہلے ان شرطوں کو دیکھنا چاہئے کہ وہ جس پیر کے ہاتھ پر بیعت ہونا چاہتا ہے اس میں یہ شرطیں ہیں یا نہیں۔ اگر یہ تینوں شرطیں موجود ہیں تو بلا شبہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دینا چاہئے۔ اور اگر تینوں شرطوں میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو وہ پیر بنانے کا اہل نہیں۔

یہ شرطیں پیر بننے کی شریعت کے اعتبار سے ہیں۔ طریقت کے قانون کی رو سے اگرچہ پیری کی بہت شرطیں ہیں لیکن بعض اہم اور ضروری یہ ہیں۔ ایک یہ کہ پیر لقمہ حلال کھاتا ہو حرام اور

مشتبہ لقمہ سے پرہیز کرتا ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ سچ بولتا ہو اس کی زبان پر کبھی جھوٹ غیبت اور فحش بات نہ آتی ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ وہ دنیا کا حریص نہ ہو۔ لذات اور شہوت کا تارک ہو۔ رجوع خلائق کی طرف اس کی رغبت نہ ہو۔ اغنیاء اور مالدار لوگوں سے میل جول کو پسند نہ کرتا ہو۔ اور حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو جو درجہ اعزاز حاصل ہو اس پر فخر و مباحات نہ کرتا ہو۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ مال جمع کر کے نہ رکھتا ہو۔ فتوحات سے جو کچھ ملتا ہو صرف کر دیتا ہو جمع کر کے نہ رکھتا ہو۔ ہاں البتہ یہ جائز ہے کہ اگر کسی جگہ سے زیادہ فتوحات حاصل ہوئی ہوں تو جمعیت خاطر یا اہل و عیال کے نان و نفقہ کے لئے ذخیرہ کر لے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ پیر خوش خلق ہو۔ خلقت کی ایذا رسانی سے رنجیدہ اور ترش رو نہ ہو اس لئے کہ نہ ہر کہ مردم آزار ست حق سبحانہ تعالیٰ از وے بیزار ست۔ (یعنی جو بندوں کو آزار پہنچاتا ہے حق تعالےٰ اس سے بیزار ہے)

چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو تکریم و تعظیم کی نیت سے نہ دیکھتا ہو خود بینی کی جگہ اس میں صدق اور خودنمائی کی جگہ اخلاص ہو۔ ساتویں شرط یہ ہے کہ وہ لوگوں کو مرید بنانے کا آرزو مند نہ ہو۔ آٹھویں شرط یہ ہے کہ وہ مخلوق کی جفا کا متحمل ہو۔ نویں شرط یہ ہے کہ ذنوب و معاصی سے محترز ہو۔ دسویں شرط یہ ہے کہ وہ طالب استقامت ہو کشف و کرامات کا طالب نہ ہو۔

<u>ثبوت بیعت و علامت:</u> پیران طریقت نے برادری میں شامل ہونے کی چند علامتیں مقرر کر رکھی ہیں۔ ایک ثبوت یا علامت کاغذی ہے کہ پیر اپنے مرید کو اپنے سلسلہ کا شجرہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر یا لکھوا کر عطا فرماتے ہیں۔ دوسرا ثبوت مریدی کا وہ کلاہ ہے جو پیر اپنے ہاتھ سے مرید کو عطا کرتے ہیں۔

<u>مرید دو قسم کے ہوتے ہیں:</u> مرید دو قسم کے ہوتے ہیں رسمی۔ حقیقی۔ مرید رسمی وہ ہے جس کو اپنے پیر سے کلاہ و شجرہ حاصل ہو۔ پیر نے جن باتوں کو کرنے کا حکم دیا ہو اس کی تعمیل میں مصروف رہے۔ اور جن باتوں سے منع کیا ہو اس سے باز رہے۔ مرید حقیقی وہ ہے جو ظاہر اور باطن میں پیر کا متبع ہو اس کی تمام حرکات و سکنات کے مطابق ہوں۔ اور اس کا کوئی قدم خلاف راہ و روش نہ اٹھتا ہو۔

مرید کو حلقہ ارادت میں شامل کرنے کے بعد پیر کو چاہئے کہ وہ مرید کا امتحان لے۔ اگر

وہ اپنی طلب میں صادق ہو تو سر کے بال منڈوا کر خرقہ پہنا کر ذکر و مراقبہ کی تعلیم کرے۔ اور مرید کو ایک گوشہ میں بٹھا کر اس کی دیکھ بھال اور تربیت میں مصروف ہو جائے۔ سر منڈانے کی حدیث میں فضیلت منقول ہے۔ ائمہ مذاہب اربعہ اور تمام مشائخ مخلوق الراس ہمیشہ رہا کرتے تھے۔ اس لئے نئے مرید کو بھی اس سنت پر عمل درآمد رکھنے کے لئے صوفیائے کرام کے نزدیک سر منڈانا سنت ہے۔

پیر کو چاہئے کہ وہ اپنے مرید کو خالصۃً للّٰہ خرقہ عطا فرمائے۔ صوفیائے کرام کے نزدیک نئے مرید کو بھی خرقہ پہنانا جائز ہے۔ حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک مرید نے حضرت شیخ احمد غزالیؒ سے خرقہ طلب کیا۔ حضرت شیخ نے اس مرید کو میرے پاس بھیج دیا۔ میں نے اس مرید کے سامنے خرقہ پوشی کے تمام حقوق بیان کئے۔ وہ مرید حقوق اور شرائط سن کر ڈر گیا۔ اگلے روز شیخ نے مجھے بلا کر غصہ کا اظہار کیا۔ فرمایا میں نے تو تمہارے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ تم اس سے کچھ ایسی باتیں کرو گے جس سے اس کی رغبت اور شوق میں اضافہ ہو۔ تم نے اس سے ایسی بات کہی کہ وہ خود ہی اس راستہ سے ہٹ گیا۔

تم نے اس سے جو کچھ کہا۔ وہ اگرچہ صحیح تھا۔ اگر ہم بھی مریدوں سے ایسی بات کرنے لگیں تو ایک مرید بھی ہمارے پاس نہ ٹھہرے۔ سب بھاگ جائیں۔ ہم اسے ضرور خرقہ پہنائیں گے۔ کم از کم اس قوم کی مشابہت تو پیدا ہو جائے گی۔ صوفیا کے فیض صحبت سے امید ہے کہ کبھی نہ کبھی اس پر یہ رنگ اثر انداز ہو گا۔ اور خدا تعالیٰ اس کو بھی تصوف کی نعمت سے مالا مال کر دے گا۔

بہر حال خرقہ پہننے کے بعد مرید کو اپنے پیر کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ اس کو اپنے پیر کی خاص عنایت تصور کرنا چاہئے۔ اور یہ خیال تصور کرنا چاہئے کہ مجھ میں خرقہ پہننے کی اہلیت کہاں سے تھی یہ سب کرم پیر و مرشد کا ہے۔

خواجگان چشت کی متفقہ رائے ہے کہ طالب صادق کے لئے ایک ذکر اور ایک فکر کافی ہے۔ اور وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر ہے اس لئے کہ یہ افضل الاذکار ہے اس ذکر میں دیگر اذکار بھی شامل ہیں۔ مراقبہ کے معنی خدا کو حاضر ناظر جاننا۔ اس طریقہ پر کہ وہ تمام حرکات جوارح اور دل کی پوشیدہ باتوں سے واقف ہے۔

خلوت کا بیان: خلوت کم از کم چالیس دن ہونی چاہئے چالیس دن میں انسان کی طبیعت میں

تغیر وانقلاب آجاتا ہے۔ سلطان المشائخ حضرت مولانا حضرت خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہ نے حضرت نصیر الدین محمود سے فرمایا کہ تم چشتیوں کا چلہ کرو۔ حضرت شیخ نصیر الدین نے یاران طریقت سے چشتی چلہ کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ دیوار کے پیچھے بیٹھے رہو چشتیوں کے طریق میں سال بھر میں پانچ چلے ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

شرائط خلوت: خلوت یا چلہ کی چند ضروری شرائط ہیں۔ ان میں سے ایک شرط کی عدم موجودگی تحصیل مقصود میں مانع ہوتی ہے۔ شرائط یہ ہیں کہ خلوت میں بیٹھنے کے لئے حجرہ میں دایاں قدم داخل کرے۔ اور اَعُوذُ بِاللّٰہِ بِسْمِ اللہ اور سورہ ناس تین تین بار پڑھے۔ پھر دایاں پیر رکھ کر یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَلِیِّیْ فِی الدُّنیَا وَالا خِرَۃ وارز قنی مَحبتکَ اَللّٰھُمَّ ارزُقْنِی حُبَّکَ فِیْ شغَفِیْ وَاحدُ بنِی بجلا لِکَ وجمالِکَ مِنَ الْمخْلِصِینَ اَللّٰھُمَّ الح نْفسِیْ بجذباتِ ذاتکَ یا انِیْسُ مَنْ لَّا انِیْسَ لہ، رَبِّ لَا تَذَرْ نِیْ فَرْداً وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ.

پھر مصلّٰی پر قبلہ رو کھڑا ہو کر اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجھِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰت وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشرِ کِیْنَ ۔ پڑھے۔ پھر دو رکعت نماز بہ نیت جلال الٰہی ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی اور دوسری میں آمن الرسول آخر تک پڑھے۔ اور نماز سے فارغ ہو کر سر سجدے میں رکھ کر یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ کُنْ اَنِیساً فِیْ خَلْوَتی

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیْ خلوَتِیْ فِیْ ھٰذہٖ مُوْ جبَۃً لِمُشَا ھِدَ تِکَ وَوَفِّقْنِیْ فِیْہِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْ ضٰی اَللّٰھُمَّ اِنِی اَعُوْذُ بکَ مِنْ سُخطِکَ وَاسْئَلُکَ رضَاکَ اَللّٰھُمَّ جنبِیْ اَنْ اَعُوْذُ الْھَویٰ. اَللّٰھُمَّ اکْشِفُ الْغِطَاءَ عَنْ عَیْنی وَارْفَعِ الغَیْنَ عن قَلْبِیْ حَتّٰی اُشا ھِدَ جَمَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ .

یہ پڑھ کر ارادت وعقیدت کے ساتھ اثبات ونفی میں مشغول ہو جائے۔

چلہ کی شرطیں: چلہ میں بیٹھنے کے لئے طالب کو ان شرائط کا عامل ہونا ضروری ہے۔

(۱) ایک یہ کہ خلوت میں کوئی دوسرا شخص داخل نہ ہو۔ خلوت خانہ میں ہمیشہ قبلہ رو

چوکڑی مار کر بیٹھے۔ دونوں ہاتھ زانو پر رکھے۔ غسل کرتے وقت دل میں نیت رکھنا کہ یہ میت کا غسل ہے۔ اور خلوت خانہ کو ہی لحد تصور کرے۔ خلوت خانہ سے سوائے وضو نماز یا حوائج ضروریہ کہ باہر نہ آنا چاہیئے۔ اور خلوت خانہ تاریک ہونا چاہیئے۔ دروازہ پر بھی پردے چھوڑے رہیں تا کہ باہر کی روشنی اور آواز نہ آ سکے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خلوت میں محسوسات میں مشغول ہو کر عالم غیب سے محروم ہو جائے۔ خلوت میں بیٹھ کر ذکر میں مشغول ہو جائیں اور دل سے تمام خطرات دور کر دیں۔ اور خدا کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جائیں۔

(۲) خلوت میں ہمیشہ باوضو رہیں۔

(۳) تمام اوقات ذکر الٰہی میں مشغول رہیں۔

(۴) دل میں خطرات نہ آنے دیں۔ اگر آئیں تو لاَاِلٰہ الااللّٰہ سے دفع کر دیں۔ بہ حال دل کی صفائی کی طرف متوجہ ہوں۔ دل صاف ہو جانے کے بعد لغزش شہوانی محو ہو کر دل اس قابل ہوگا کہ اس پر غیبی مشاہدات کے نقش نظر آنے لگیں۔

(۵) دوران خلوت روزہ سے رہیں۔ روزہ تزکیہ نفس کے لئے ایک اہم ترین ذریعہ ہے۔

(۶) خلوت میں بیٹھ کر کسی شخص سے بات چیت نہ کریں۔ البتہ شیخ سے بقدر ضرورت گفتگو کر سکتے ہیں۔

(۷) اپنے پیر کے ساتھ رابطہ محکم رکھے۔ اگر دوران خلوت میں کوئی آفت یا خوف مرید کو پہنچے۔ اسی وقت پیر کی ولایت کی طرف متوجہ ہو اور شیخ کے دل سے استمداد کرے انشاءاللہ واردات رفع ہو جائیں گی۔

(۸) رنج یا مصیبت کے معاملہ میں کبھی نہ خدا تعالیٰ پر معترض ہو نہ شیخ پر ہر بات منجانب الٰہی اور تقدیر تصور کرے۔

خلوت کی شرطیں اگر چہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی ہیں مگر یہ آٹھ شرطیں بنیادی اور اہم ہیں۔

<u>اخلاق اہل تصوف</u>: مرید کو اپنے اندر مکارم اخلاق مقامات اور احوال پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے۔ کیا میں تمہیں ان لوگوں کے متعلق خبر نہ دوں

قیامت کے دن مجھ سے قریب تر اور میرے نزدیک محبوب ہوں گے۔ عرض کیا گیا ضرور ارشاد فرمایئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ لوگ ہوں گے جو نیک اخلاق، نرم خو محبت کرنے والے، محبت کیئے جانے والے ہوں گے۔ اور ان لوگوں کے اخلاق یہ ہوں گے۔ محبت، دلآوری، چشم پوشی، پردہ پوشی، صبر ورضا، بشارت، بردباری، تواضع، حلم، شفقت، مصیبت کو برداشت کرنا، موافقت اور احسان صلح، غیر کے نفع کو اپنی مصلحت پر مقدم کرنا، لوگوں کی خدمت کرنا محبت کرنا، کشادہ دلی، جواں مردی، عفو ودرگزر، سخاوت، وفا، حیا تمکنت، وقار، دعا، حسن ظن، انکساری، بزرگوں کی تعظیم کرنا، چھوٹوں پر رحم وشفقت کرنا، اور دوسروں کے ہدیہ کو بڑا سمجھنا، اور اپنی طرف سے ہدیہ کو حقیر خیال کرنا۔

<u>مقامات کا بیان</u>: سب سے پہلا مقام انتباہ ہے۔ جس کے معنی ہیں خواب وغفلت سے بیدار ہونا۔ اس کے بعد توبہ ہے۔ توبہ کے معنی ترک معصیت اور دائمی ندامت کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔ توبہ کرنے کے بعد کثرت سے استغفار پڑھنا۔ اس کے بعد انابت ہے جس کے معنی ہیں غفلت سے نکل کر ذکر خداوندی میں مشغول ہونا۔ اس کے بعد ورع ہے۔ ورع کہتے ہیں ان چیزوں کے چھوڑنے کو جن کی حلت میں شبہ ہو۔ اس کے بعد محاسبہ نفس ہے۔ اس کے بعد ارادت ہے۔ ارادت کے معنی ہیں راحت وآرائش ترک کر کے طاعت خداوندی میں سرگرم ہو جانا۔ اس کے بعد زہد ہے جس کا معنی باز رہنا۔ اس کے بعد فقر ہے۔ فقر کے معنی ہیں دل کو ہر دنیاوی مملوکات سے خالی کرنا اور خود دنیا کی کسی چیز کا مالک نہ رہنا۔ اس کے بعد صدق جس کے معنی ہیں مصیبتوں کی تلخی کو برداشت کرنا۔ اس کے بعد رضا ہے مصیبت خداوندی میں لذت محسوس کرنا۔ اس کے بعد اخلاص ہے معاملات خداوندی سے خلقت کو الگ سمجھنا۔ اس کے بعد توکل ہے اپنے دل سے طمع دور کرنا اور خدا ہی کی رازقیت پر بھروسہ کرنا۔

<u>احوال کا بیان</u>: دل کی صفائی کے بعد اس پر جو حالات گزرتے ہیں ان کا نام احوال ہے۔ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ حال حادثہ کا نام ہے جو سالک کے دل پر گزرتا ہے۔ اور اسے دوام واستمرار نہیں ہوتا۔ چنانچہ انہیں احوال میں سے ایک مراقبہ ہے۔ جس کے معنی ہیں صفائی اور یقین کے ساتھ مغیبات پر نظر کرنا۔

اس کے بعد قرب جس کے معنی پوری ہمت اور طاقت کے ساتھ ماسوا کو ترک کر کے

خدا کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جانا۔ اس کے بعد محبت ہے یعنی محبوب کی خواہشات کی موافقت کرنا۔ خواہ اس میں تکلیف ہی کیوں نہ پہنچے۔ اس کے بعد رجاء ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا وعدہ کیا ہے ان پر یقین رکھنا۔ اس کے بعد خوف ہے۔ دل سے اس بات کا یقین کرنا کہ خدا کی گرفت بہت سخت ہے۔

اس کے بعد حیا ہے جس کے معنی ہیں دل کو کشادہ روی سے باز رکھنا۔ اس کے بعد انس ہے یعنی تمام باتوں میں خدا تعالیٰ کے آگے عاجزی کا اظہار۔ اس کے بعد طمانیت ہے قضا و قدر کے معاملات میں خدا تعالیٰ کے فیصلہ پر یقین و اعتماد کرنا۔ اس کے بعد یقین ہے جس کے معنی تصدیق کے ہیں جس میں ذرہ بھر بھی شک نہ ہو۔ اس کے بعد مشاہدہ ہے جس کے معنی ہیں کہ عبادت اس طرح کیا کرو گویا تم خود اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر یہ بات حاصل نہ ہو تو یہ بات ضرور ہونی چاہئے کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔

یہ اخلاق و مقامات و احوال۔ کشف علویات و سفلیات اکثر پیران طریقت کو بیعت سے پہلے ہی سے حاصل تھے۔ نقل ہے کہ حضرت مخدوم فرید الدین گنج شکرؒ مخدوم شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ اور مخدوم شیخ نجم الدین کبریٰ۔ یہ تینوں حضرات بیعت کے ارادہ سے مخدوم حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت بابرکت میں گئے۔ حضرت شیخ نے بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے فرمایا کہ تمہارا حصہ خاندان چشت میں ہے تمہارا پیر دلی میں قطب الدینؒ ہے حضرت شیخ نے باقی دونوں حضرات کو بیعت کر لیا۔ اتنے میں حضرت شیخ کے ملازم نے معزز مہمانوں کے سامنے ہاتھ دھونے کے لئے لوٹا اور طشت پیش کیا۔ خادم نے سب سے پہلے سلفچی حضرت بابا فرید کے سامنے پیش کی۔ حضرت مخدوم صاحب بہت دیر تک ہاتھ دھوتے رہے، لوٹے کا سارا پانی ختم ہو گیا آپ کے بعد ان دونوں حضرات نے ہاتھ دھوئے۔ کھانا چنا گیا اور معزز مہمان کھانے میں مصروف ہو گئے۔ حضرت شیخ نجم الدین نے بابا فرید سے کہا کہ آپ نے تو ہاتھ دھونے میں سارا لوٹا ہی ختم کر دیا۔ ہمیں نہ معلوم ہو سکا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ حضرت مخدوم بابا فرید نے یہ ملازم جس نے ہمارے ہاتھ دھلائے تھے۔ حضرت شیخ کا خدمت گار ہے۔ مجھے لوح محفوظ میں لکھا نظر آیا کہ وہ دوزخی ہے مجھے بہت افسوس ہوا کہ حضرت شیخ کا خادم ہو اور دوزخ میں جائے؟ میں نے لوح محفوظ سے وہ حرف مٹا کر اس کا نام بہشتیوں میں لکھ دیا۔ اب ان دونوں بزرگوں نے اس واقعہ کو

تحقیق کی تو وہ حرف بحرف صحیح تھا۔اس واقعہ کی نقل سے غرض یہ ہے کہ بیعت ہونے سے پہلے ہی اس قسم کی مکاشفات اور تصرفات حضرت مخدومؒ کو حاصل تھے۔

اس کے بعد حضرت بابا فرید گنج شکرؒ دہلی پہنچ کر قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے شرف اندوز ہوئے اور اپنے پیر کی خدمت میں رہنے لگے کچھ عرصہ کے بعد خواجہ عالم حضرت غریب نوازؒ دہلی تشریف لائے۔حضرت بابا فرید ان کی قدمبوسی کے لئے نہ گئے۔اس لئے کہ اپنے پیر کے سامنے دادا پیر کی قدمبوسی کروں تو بات بھی اچھی معلوم نہیں ہوتی۔

اور اگر دادا پیر کے سامنے اپنے پیر کی قدمبوسی کروں تو بات بھی مناسب معلوم نہیں ہوتی۔آخر حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے حضرت خواجہ قطب بابا سے فرمایا کہ شیخ فرید کو بلاؤ۔حضرت بابا فریدؒ حاضر ہو کر اپنے پیر کے قدم بوس ہوئے۔حضرت قطب بابا نے ان کو اٹھا کر حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے قدموں میں ڈال دیا۔حضرت غریب نواز نے بابا فرید کو اٹھا کر بغل میں لیا۔اور نوازشات بے پناہ فرمائیں۔اور قطب بابا سے فرمایا کیا بات ہے شیخ فرید کا کام اب تک کیوں نہیں ہوا۔جب وہ لوح محفوظ کی تحریریں محو کر سکتے ہیں اب کس بات کی کمی باقی رہ گئی ہے۔

فوائد

(فائدہ) علم افضل ہے یا عمل اس بارے میں عوام کی رائے یہ ہے کہ علم عمل سے افضل ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔اس لئے کہ العلم بلا عمل کجسدِ بِلا روح بعض جاہل صوفیا عمل کو علم سے افضل سمجھتے ہیں بلکہ علم کو حجاب اللہ کہتے ہیں یہ بھی صحیح نہیں۔

حضرت شیخ صفی قدس سرہ کی خانقاہ میں ایک شخص شب و روز عبادت میں مشغول رہتا تھا۔حضرت شیخ سے کسی نے عابد کے بارے میں تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا لَیسَ بِشَیٔ ءٍ (وہ کچھ نہیں) کچھ عرصہ کے بعد لوگوں نے اس عابد کی تعریف حضرت شیخ کے سامنے بیان کی۔انہوں نے پھر وہی فرمایا لَیسَ بِشَیٔ ءٍ وہ کچھ نہیں۔لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔اور تفتیش کے درپے ہو گئے۔آخر رمضان کے مہینہ میں عصر کے بعد ایک شخص نے دیکھا کہ اس مرد عابد نے ازار بند سے افیون کی گولی نکال کر منہ میں رکھی تب لوگوں کو یقین آیا کہ وہ عابد افیونی تھا۔

(فائدہ) سماع میں جہاں بہت سے فوائد اور منافع ہیں لغزش اور ضلالت بھی اسی قدر

ہے۔ لیکن حضرات کے امکان وقوع سے سماع کا ترک لازمی نہیں اس لئے کہ اعمال ظاہرین افضل ترین عمل نماز ہے۔ جو بعض لوگوں کے حق میں باعث فلاح اور بعض لوگوں کے حق میں سبب عذاب دوزخ ہے۔ سہو اور غفلت نماز میں باعث عذاب دوزخ ہے۔

تو محض اس احتمال سے نماز ترک کرنا درست نہیں یہی حال سماع کا بھی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ عہد رسالت وصحابہ میں سماع نہیں ہوا کرتا تھا اس لئے سماع فعل بدعت ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ سماع فعل بدعت ہے۔ لیکن یہ بدعت کسی سنت کے مزاحم نہیں اس لئے سماع کو بدعت کہنا درست نہیں۔ سماع سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مشائخ متاخرین نے سماع کو مستحسن قرار دیا ہے۔ سب سے بڑا فائدہ سماع کا یہ ہے کہ طالب کو طلب آرزو میں بعض اوقات مایوسی کی کیفیت پیش آجاتی ہے جس سے اعمال عبادت میں کمی آجاتی ہے کیونکہ ہر وقت طبیعت پر ایک ایسا بار رہتا ہے۔ جس کی موجودگی میں ایسے کسی کام میں ذوق حاصل نہیں ہوتا۔ سماع سے یہ حالت قبض دور ہوتی ہے۔ مشائخ متاخرین نے اس عارضہ کو دور کرنے کے لئے سماع کی خوش الحانی اور عمدہ مضامین کے اشعار سے مشروع طریقہ پر مرتب کر کے طالبوں کو بوقت ضرورت بقدر ضرورت سننے کی اجازت دی ہے۔ تاکہ طبیعت کا ثقل اور کسل دور ہو کر شوق کی تیز گامی بڑھ جائے اور طبیعت کا قلق واضطراب دور ہو جائے۔

(فائدہ) نقل ہے امام شمس الائمہ گرگانی نے شیخ المشائخ حضرت خواجہ مودود چشتی سے کہا کہ روایت فقہ اور مسئلہ شرعی کی بحث سے قطع نظر آپ کے مسئلہ کے مطابق سماع کے بارے میں کیا رائے ہے سماع بہتر ہے یا نماز؟ حضرت نے جواب دیا آپ عالم دین ہیں اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اگر کوئی شخص دو رکعت نماز شرائط وارکان کے ساتھ اخلاص سے ادا کرے تو اس کے متعلق احتمال ہے کہ حق تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ اگر چاہے قبول کر لے نہ چاہے نہ قبول کرے لیکن سماع تو اللہ تعالیٰ کے جذبات میں سے ایک جذبہ ہے جس کی قبولیت میں کوئی شبہ نہیں۔ آپ عالم دین ہیں۔ اور بخوبی واقف ہیں کہ نماز ایک ایسی چیز ہے اور سماع و وجد ایک امر وہبی ہے سماع عین عنایت وقبول حق سبحانہ ہے جس میں رد کا شائبہ بھی نہیں۔

حضرت خواجہ ممشاد علو دینوریؒ نے خواب میں حضور سرور کائنات ﷺ کو دیکھا۔ آقائے دو جہاں سے دریافت کیا۔ مجلس سماع کے بارے میں حضور کی کیا رائے ہے؟ فرمایا کہ کوئی مضائقہ

نہیں۔ہاں محفل کا آغاز واختتام قرآن پر ہونا چاہئے۔

(فائدہ) دین کا کمال دیانت داری میں ہے اور اعمال کا کمال ایمانت گزاری میں ہے۔

(فائدہ) کسی شہر میں ایک عارف کامل رہا کرتے تھے۔ایک روز بادشاہ کو ان سے ملاقات کا شوق ہوا۔وزیر کو بلا کر کہا۔کہ فلاں بزرگ سے ملاقات کی کوئی سبیل نکالنی چاہئے۔ اتفاق کی بات کہ اس بزرگ کے دو پیرزادے بادشاہ کے ہاں ملازم تھے۔وزیر نے ایک کاغذ پر اطِیعُوْ اللّٰہ وَاَطِیعُوْ الرَّسولَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنکُمْ لکھ کر اس بزرگ کے پاس بھیجا۔

انہوں نے بادشاہ ان دو قاصدوں کی بڑی تعظیم وتکریم کی۔پیرزادوں نے عرض کیا کہ بادشاہ سلامت آپ کے دیدار کے طلب گار ہیں۔ہم آپ سے اجازت حاصل کرنے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ولی الامر کی اطاعت کیا کرو۔

یہ سن کر مرد بزرگ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے اولی الامر کون ہوتا ہے۔پیرزادوں نے عرخ کیا۔بادشاہ وقت۔مرد بزرگ نے فرمایا کہ اولی الامر سے مراد وہ انبیاء صفت علماء ہیں جن کی شان میں حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ہے عُلَماءُ اُمّتِی کانبیاءِ بنی اِسرائیل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیا جیسے ہیں) پیرزادوں نے کہا۔ہاں دونوں معنی بیان کئے گئے ہیں۔

مرد بزرگ نے فرمایا کہ ایک معنی پر تو حق تعالیٰ نے تمہیں توفیق بخشی ہے۔جس پر تم عمل پیرا ہو۔مجھے دوسرے معنی کی توفیق عطا فرمائی ہے۔میں اس پر عامل ہوں۔لہٰذا مجھے چھوڑو تم پہلے معنی پر عمل کرو۔میں دوسرے معنی پر۔

الغرض مرد بزرگ خود بادشاہ سے ملنے گئے نہ بادشاہ ہی کو اپنے پاس آنے کی جازت دی۔جب یہ دونوں پیرزادے اٹھ کر چلے گئے۔تو جس جگہ وہ دونوں بیٹھے تھے۔مرد بزرگ نے اس جگہ کی مٹی کھدوا کر پھینکوادی۔

(فائدہ) روح انسانی کا تعلق خواہ وہ نیک ہو یا بد قالب سے رہتا ہے۔موت کے بعد منقطع نہیں ہو جاتا۔جسم خاکی اگرچہ میں گل سڑ جاتا ہے پھر بھی روح کا تعلق باقی رہتا ہے۔مثال کے طور پر پان کا پتہ ہے درخت سے الگ ہونے کے باوجود بھی اس کا شاخ سے تعلق رہتا ہے۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو پتہ شاخ سے الگ ہو جانے کے بعد فوراً خشک ہو جاتا۔ مگر یہ بات نہیں اگر احتیاط سے رکھا جائے۔ تو پان کئی کئی مہینوں تک تر و تازہ رہ سکتا ہے۔

(فائدہ) مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ جس وقت نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تھے۔ تو آپ کا جسم تھر تھر کانپنے لگتا تھا فرمایا کرتے تھے یہ وقت اس امانت کے ادا کرنے کا ہے جس کو زمین و آسمان برداشت نہ کر سکے تھے۔

(فائدہ) پیری مریدی کا کام لوگوں نے سہل سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ یہ بہت ہی مشکل کام ہے۔ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہ ایک روز تشریف فرما تھے احباب کا مجمع تھا۔ آپ بیٹھے بیٹھے کئی مرتبہ اٹھ کھڑے ہوئے پھر بیٹھ گئے۔ حاضرین مجلس نے دریافت کیا۔ کیا بات ہے آپ کئی مرتبہ کھڑے ہوئے۔ فرمایا ہمارے پیر دستگیر کی خانقاہ میں ایک کتا رہا کرتا تھا۔ اسی صورت و شکل کا کتا سامنے گلی سے کئی مرتبہ آیا تھا میں اس کی تعظیم کے لئے اٹھتا تھا۔

ہم شکل کتے کی اتنی تعظیم! اور اگر وہی کتا ہوتا تو نہ معلوم کس قدر تعظیم فرماتے۔

ذاکر اذکار کا بیان

کتاب منہج السالک الی اشرف المسالک میں ذکر کے بیس آداب بیان کئے گئے ہیں۔ جن میں سے پانچ آداب ذکر سے قبل ہیں اور بارہ ذکر کے وقت اور تین بعد کے۔

آداب قبل از ذکر:

(۱) توبہ

(۲) اطمینان

(۳) طہارت

(۴) اپنے شیخ سے امداد طلب کرنا۔

(۵) اور شیخ کی امداد کو پیغمبر ﷺ کی امداد سمجھنا۔ اور سرور عالم ﷺ کی امداد کو خدا کی امداد تصور کرنا۔

آداب وقت ذکر:

(۶) ذکر کے لئے چار زانو یا نماز کے قعدہ کی طرح بیٹھنا۔

(۷) دونوں ہاتھ گھٹنوں کی چپنیوں پر رکھنا۔

(۸) خوشبو لگانا یا خوشبو سلگانا۔

(۹) پاک صاف کپڑے پہننا۔

(۱۰) حجرہ کا تاریک ہونا۔

(۱۱) دونوں آنکھوں کو بند کرنا۔

(۱۲) دونوں کانوں کے سوراخ خوب بند کرنا۔

(۱۳) شیخ کو اپنے روبرو موجود تصور کرنا۔

(۱۴) صدق ظاہر اور باطن ہو اور ریا یا شہرت مقصود نہ ہونا۔

(۱۵) کلمہ توحید کا ذکر کرنا۔

آداب بعد ذکر:

(۱۶) ذکر کرنے کے بعد بہت دیر تک خاموش رہنا۔

(۱۷) حبس نفس۔

(۱۸) ہر مرتبہ ذکر کرتے وقت اس کے معنی کا دل میں استحضار کرنا

(۱۹) ذکر کرنے کے بعد ٹھنڈی ہوا یا ٹھنڈے پانی کے استعمال سے پرہیز کرنا۔

ابن عطاء اللہ شاذلی فرماتے ہیں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے سے عرش الٰہی حرکت میں آجاتا ہے۔ جو شخص کلمہ توحید روزانہ صبح کو بطہارت کامل پڑھے گا حق تعالیٰ اس پر رزق کے اسباب سہل فرمادے گا۔ اور جو شخص ایک ہزار مرتبہ کلمہ توحید پڑھ کر سوئے گا۔ نیند میں اس کی روح عرش کے نیچے آرام کرے گی۔ اور جو شخص زوال کے وقت کلمہ توحید ایک ہزار مرتبہ پڑھے گا اس کا شیطان کمزور اور حقیر ہو جائے گا۔

اور جو شخص نیا چاند دیکھ کر کلمہ طیبہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو تمام بیماریوں سے حفاظت میں رکھے گا۔ اور جو شخص شہر میں داخل یا خارج ہونے کے وقت ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھے گا ہر طرح محفوظ و مامون رہے گا۔ نیز جو شخص ایک ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر ظالم اور سرکش کے سامنے جائے گا۔ حق تعالیٰ اس سرکش کو زیر کردے گا اور اگر بہ نیت کشف غیوب ایک ہزار مرتبہ پڑھے گا حق تعالیٰ اس پر اسرار ملک و ملکوت واضح کردے گا۔ اور جو شخص ستر ہزار مرتبہ پڑھے گا وہ بلا شبہ جنت

میں داخل ہوگا۔

بعض عارفین نے کہا کہ زبانی ذکر سے دل بھی ذاکر ہو جاتا ہے اس لئے ذکر کرتے وقت زبان اور دل کو مطابق رکھنا چاہیئے۔

اذکار اور مراقبات کے سینکڑوں ہزاروں اقسام کتب میں مذکور ہیں۔ ذیل میں ان بعض اذکار و مراقبات کا مختصر تذکرہ پیش کیا جاتا ہے جو صوفیائے کرام کے معمولات ومختارات میں سے ہے۔

طریقہ ذکر: طالب حق کو چاہئے کہ قبل از صبح صادق یا مغرب وعشا کے درمیان گوشہ خلوت میں چارزانو بیٹھ کر بائیں پاؤں کی رگ کیماس کو داہنے پیر کے انگوٹھے سے خوب دبائیں اور دونوں ہاتھ دونوں زانوں پر رکھ کے انگلیاں کھول دیں اور لَا اِلٰـهَ پہلوئے چپ مقام دل سے شروع کریں۔ یعنی خم ہو کر سر کو بجانب وزانوئے راست سے گزار کر داہنے مونڈھے پر پہنچائے اور وہاں سے بجانب پشت قدرے خم دے کر مقام دل پر بچشم پوشیدہ الا اللّٰـه کی ضرب لگائیں۔ نفی کے وقت آنکھیں کھلی رہیں اور اثبات کے وقت اس معنی کو ذہن میں رکھیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں۔ دس ضرب لگا کر ایک مرتبہ محمد رسول الله کہیں۔ ذکر جس قدر ہو سکے کرے۔

طریقہ ذکر اسم ذات

اللہ اسم ذات الٰہی کے تین طریقہ ہیں اول یہ کہ حبس دم کے ساتھ آنکھیں کھول کر اس قدر اللہ اللہ کہیں کہ سامنے اندھیرا چھا جائے اور زبان گنگ ہو جائے۔

اس ذکر سے بے اختیار دل ذاکر ہو جاتا ہے اور کچھ عرصہ کی مشق کے بعد تمام اعضائے جسمانی بلکہ تمام چیزیں ذاکر نظر آنے لگتی ہیں اور تھوڑی ہی مدت میں فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔

دوسرا طریقہ پاس انفاس کا ہے جس وقت سانس باہر آئے لَا اِلٰـهَ اور جس وقت اندر جائے الا اللّٰه کہیں۔ یا ہو ہو کہیں اور ہر وقت اسی شغل میں مصروف رہیں۔

تیسرا ذکر ہا۔ ہو۔ ہی۔ اسی ذکر کا نام ذکر آور دو برد ہے۔ پیران پیر حضرت غوث الاعظم دستگیر کے معمولات سے ہیں۔ اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ چارزانو بیٹھ کر گردن کو پیٹ تک خم کر دے اور اپنے مونڈھے کی طرف منہ لے جا کر ہا کہیں اور بائیں مونڈھے پر ہو اور سر کو نیچے

جھکا کرہی کا ضرب لگائیں۔

دوسرا طریقہ پاس انفاس کا ہے جب سانس باہر آئے لَا اِلٰـہَ کا تصور کریں اور سانس باہر آتے وقت اور اندر جاتے وقت ناف پر نگاہ رکھیں۔

اذکار نفی و اثبات

(ذکر دوضربی ومادم) لَا اِلٰـــہَ کی ضرب دائیں مونڈھے پر۔ اور الا الـــلّٰـــہ کی ضرب (دل پر) لگائیں اور ۳ یا ۵ یا ۷ یا ۹ ضرب کے بعد مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہیں۔

(ذکر چہار ضربی) بجلسہ معہود بیٹھ کر لا کو درمیان دونوں زانو کے کھینچ کر بائیں زانوں پر لائیں۔ اور الـلّٰـہ کو دائیں مونڈھے پر ضرب دے کر ہا کو بھی بائیں مونڈھے اور بازو ہر ضرب دیں اور چوتھی ضرب الا اللّٰہ کی دل پر لگائیں۔

(ذکر پانچ ضربی) بائیں پہلو سے لا الٰہ شروع کر کے داہنے مونڈھے تک لائیں اور داہنے مونڈھے کی ہڈی کو اٹھا کر الا اللّٰہ کی ضرب لگائیں۔ پھر سر کو نیم پشت کی جانب سر لے جا کر بائیں مونڈھے پر لائیں۔ پھر دونوں مونڈھے کانوں تک اٹھا کر ایک ضرب لگائیں پھر دوزانو ہو کر دونوں سرین زمین سے قدرے اونچا کر کے پانچویں ضرب لگائیں۔ اس کے بعد پھر سر سے شروع کریں۔ یہ واضح رہے کہ اس ذکر میں حبس دم ضروری ہے۔

(ذکر ہفت ضربی) سر کو زمین کی طرف لے جا کر لا الٰـہ کہتا ہوا اوپر اٹھائے اور آسمان کی طرف الا اللّٰہ کی ضرب لگائے۔ پھر سر جھکا کر ایک ضرب زمین پر۔ اس کے بعد ایک ضرب داہنی طرف اور ایک ضرب بائیں طرف اور ایک ضرب آگے اور ایک ضرب جانب پشت خم کھاتا ہوا لگائے۔ اور ساتویں ضرب سر بلند کر کے دل پر لگائے۔

(نوٹ) دل پر ضرب لگانے کا فائدہ یہ ہے کہ بعض اموات حرکتِ قلب بند ہو جانے یا اس پر چربی چڑھ جانے سے واقع ہو جاتی ہیں۔ اس ذکر کی مشق سے ذاکر اس قسم کی موت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(ذکر شانزدہ ضربی) دوزانو بیٹھ کر دونوں ہاتھ زانوں پر رکھیں اور سر کو تین چکر دیں۔ اور اس درمیان میں حبس دم کے ساتھ لا الٰہ کا تصور کریں۔ پھر تین مرتبہ معدہ کو بہ تصور الا الـلّٰـہ نیچے سے اوپر کی طرف کھینچیں پھر ایک ضرب الا الـــلّٰـــہ کی درمیان دوزانو کی لگائیں۔ باقی

ضربات بھی اس طرح مقامات مذکور پر لگا کر سولہ ضرب پوری کریں۔

یہ ضربات دور بدور اس لئے مقرر کی گئیں ہیں کہ انسان کے ہر عضو کے ساتھ دل کے پردوں کا تعلق ہے۔اس طرح ذکر کرنے سے دل صاف ہو کر حجاب اکبر پردوں سے باہر آئے گا اور صوفی کو مکاشفہ و مشاہدہ ہونے لگے گا۔

(نوٹ) نفی اور اثبات میں مبتدی کے لئے مرشد کی تلقین ضروری ہے مرشد ایک لفظ کلی فرما کر لاالٰہ الا اللہ کے معنی سمجھا دے تا کہ خطرات کی نفی ایک بار ہی حاصل ہو جائے۔

ذکر اثبات

(طریقہ ایک ضربی) جلسہ معہودی میں مسلسل بائیں زانو پر الا اللّٰہ کی ضرب لگائیں۔اور زبان سے الا اللہ کہتے رہیں اور باطن میں: لاموجود الا اللہ کا فکر رکھیں۔

(طریقہ دو ضربی) ایک ضرب بائیں زانو پر اور ایک ضرب نیم کج ہو کر بائیں کہنی پر لگائیں اور الا اللّٰہ کہتے ہوئے سر زمین کی جانب لے جا کر اوپر لائیں اور ایک ضرب اپنے آگے لگائیں پھر سر کو داہنی کہنی کی طرف زمین کے نزدیک پہنچا کر اوپر کی طرف لائیں اور ایک ضرب اپنے سامنے لگائیں۔اسی طرح متواتر ضرب لگاتے رہیں۔

(طریقہ ذکر سہ ضربی) بہ نشست مذکور ایک ضربی زانوئے چپ پر اور ایک کوب درمیان اپنے اور ضرب زانوئے چپ اور ایک کوب درمیان اپنے گریبان پھر ایک ضرب درمیان دو زانو کے اور کوب الا اللہ درمیان اپنے یعنی دل پر لگاتا ہوا پے در پے ذکر کرتے رہیں۔

اذکار اسم ذات

(طریقہ یک ضربی) نشست مذکور پر بیٹھ کر سر کے داہنے مونڈھے کی طرف قدرے بلند کریں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے بائیں پہلو پر ضرب لگائیں اور اسی طرح متواتر لگاتے رہیں۔ اثنائے ذکر میں آنکھیں کھلی رکھیں اور بدن کو بہ شکل اللہ تصور کریں۔

(طریقہ یک ضربی باسم ذات) دونوں ہاتھ زانو پر رکھ کر اللہ اکبر کہتا ہوا معدہ کو اوپر کی طرف سختی سے کھینچیں اور دوسرا اللہ اکبر کہتے ہوئے زیر ناف ضرب لگائیں اور پے در پے ضرب کرتے رہیں۔

(طریقہ ایک ضربی باندھو) جلسہ معمولی میں بیٹھ کر داہنے مونڈھے کی طرف سے اللہ کہتے ہوئے بائیں پہلو پر ضرب لگائیں۔ اور یہاں سے "ہو" کہتے ہوئے سر کو داہنے مونڈھے پر لے جائیں اور اسی طرح متواتر ذکر کرتے رہیں۔

(طریقہ ذکر لا متناہی) بائیں زانو سے دائیں زانو کی جانب ہُو کہتے ہوئے ایک سانس میں دور مدور لگائیں۔

اذکار متفرقات

ذکر لاہوتی: سر کو بائیں کندھے کی جانب جانب لے جا کر اور کی جانب پشت کو خم دے کر دو ہو متصلا کہیں اور ایک ضرب اپنے درمیان لگائیں۔ لیکن منہ اسی جگہ رہے۔ پھر سر کو کتف مذکور رکھ کر دو ہو متصلا کہیں۔ اور ایک ضرب پہلوئے راست پر لگائیں۔ بعدہ دو ضرب بائیں جانب اور دو ضرب درمیان دو زانو اور ایک ضرب درمیان اپنے۔ اور دو ضرب زانوئے راست اور ایک ضرب پہلوئے چپ پر لگائیں۔

پھر سر کو کتف راست پر لے جا کر ہو کہیں۔ اور ایک ضرب پہلوئے چپ پر لگائیں۔ پھر تین بار سر زمین سے قدرے بلند کر کے دو زانو بیٹھیں اور تین ضرب لگائیں اور چپ سے جانب راست پھر جائیں اور سرے سے شروع کریں۔

ذکر جبروتی: سر کو درمیان زانو کے زمین کے نزدیک لے جا کر یا احد کہتا ہوا ضرب لگائیں۔ اور یا واحد کہہ کر ضرب لگائیں پھر یا واحد یا احد متواتر دس بار کہیں۔ اور سات ضرب اللہ کہتے ہوئے لگائیں۔ اور پھر سرے سے شروع کریں۔

ذکر ملکوتی: ایک ضرب زانوئے چپ پر لگائیں اور یا بدیعُ کہیں اور ایک ضرب پہلوئے راست پر اور یا باعثُ کہیں اور ایک ضرب زانوئے راست پر یا نورُ کہتے ہوئے ایک ضرب پہلوئے چپ پر یا شہیدُ کہتے ہوئے۔ پھر سر اور کمر بلند کر کے اللہ کہتے ہوئے ضرب لگائیں اور سرے سے شروع کریں۔

ذکر ناسوتی: سر کو تین بار درمیان زانو کے لے جائیں اور وہاں سے اللہ کہتے ہوئے باہر لائیں۔ یا اللہ کی ضرب اپنے درمیان دیں۔ پھر سر کو اسی جگہ لے جا کر اسی طرح یا اللہ کی ضرب زنوائے چپ پر لگائیں۔ پھر سر کو محل مذکور پر لے جا کر بطرز مذکور یا اللہ کی ضرب زانوئے راست پر

لگائیں۔

ذکر حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی: سر کو کتف چپ سے لا الٰہ کہتے ہوئے کتف راست پر لائیں اور پھر وہاں سے زانوئے چپ پر الا اللہ کی ضرب لگائیں۔ اور متواتر اسی طرح مشغول رہیں۔

ذکر حلاج: یہ ذکر شیخ الاسلام والمسلمین حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے ہندی زبان میں ایجاد کیا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں اور زبان سے اِھُون تون کہیں اور تھوڑی دیر اسی طرح دیکھتے رہیں۔ پھر زمین کی طرف دیکھیں۔ پھر زمین کی طرف دیکھیں اِھُون تُون کہہ کر کچھ دیر دیکھتے رہیں۔ اور پھر درمیان خیال کے متواتر ۳ بار یا ۷ بار ھہیں تون کہیں۔ اس کے بعد پھر ابتداء سے شروع کر دیں۔ اس ذکر سے دوئی رفع ہو کر یگانگت حاصل ہوتی ہے۔

اذکار خفیہ

ذکر جہری اور نفی و اثبات سے فراغت کے بعد جب دل میں نورانیت جلوہ گر ہونے لگے۔ اس وقت ذکر خفی میں مشغول ہونا چاہئے اور ذکر خفی کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) پاس انفاس: سانس باہر آنے کے وقت لا الٰہ اور سانس اندر جانے کے وقت الا اللہ کے تصور میں مشغول رہیں۔

(۲) ذکر قلب بلا تعین جلسہ حبس دم کریں اور یہ تصور اسم ذات کا دل کو جنبش دے کر معدہ کو اوپر کی جانب کھینچ کر نیچے کی طرف لائیں اور اسی طرح کرتے رہیں۔ جب سانس گھٹتا ہوا محسوس ہو چھوڑ دیں۔ تھوڑی دیر بعد پھر شروع کریں۔

(۳) ذکر استیلا: سالک کو چاہئے کہ خیال کے قلم سے کلمہ طیبہ لوح باطن پر لکھے وہ اس طرح کہ اول زبان کو تالو سے لگائے۔ اور سانس کو بند کر کے لام کو کتف راست سے شروع کریں۔ اور الف لا کی جانب چپ سے بلند کر کے الف کے سر کو بائیں مونڈھے تک لے جائیں اور اللہ کو الف و لام کے درمیان قائم کریں اور الا اللہ دل پر لکھیں۔

تصورات کا بیان

اذکار سے فراغت کے بعد سالک کو تصورات میں قدم رکھنا چاہیئے۔ شروع شروع میں سالک کو ہر وقت اور ہر حال میں اپنے مرشد کا تصور کرنا چاہیئے کہ فنافی الشیخ کا درجہ حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد اسم ذات کا شروع کریں اور اس کو درجہ بڑھائیں کہ درمیان میں طالب کا وجود باقی نہ رہے۔ هو الاول هو الاٰخِرُ هُوَ الظاهرُ هو الباطِنُ کی شان پیدا ہو جائے۔

اشغال و تفکرات کا بیان

سلطان الاذکار: غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبل بعثت غارِ حرا میں چھ سال تک شغل سلطان الاذکار میں مشغول رہے۔ اس سے جو فوائد اور کشائش ظاہری اور باطنی حاصل ہوتی ہے۔ بیان سے باہر ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ جنگل یا کسی مکان زمین جہاں آدمی کا گزر نہ ہو اور نہ کسی کی آواز آئے۔ رات کو یا دن کو بطور سہ پایہ بیٹھ کر دونوں انامل سبابین سے کان بند کر لیں۔ فوراً کانوں میں ایک آواز سی آنے لگے گی۔ طالب کو چاہئے کہ پوری توجہ کے ساتھ اس آواز سے مشغول ہو جانا چاہئے اور ایک لحظہ بھی غافل نہ رہے۔ رفتہ رفتہ یہ آواز ذاکر کو جمیع جہات سے احاطہ کر لے گی۔ پھر تو یہ حالت ہو گی۔ کہ کانوں میں انگلیاں نہ دیئے بغیر یہ آواز سنائی دینے لگے گی اور جس وقت اس شغل کا غلبہ ہو گا اس کی آواز اس قدر شدید ہو گی کہ ڈھول اور نقارہ کی آوازیں بھی مغلوب ہو جائیں گی۔

جو کیفیت اس شغل سے ظاہر ہوتی ہے بیان سے باہر ہے۔ مفصل معلومات اپنے پیر و مرشد سے حاصل کیئے جا سکتے ہیں۔

افادات حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسودراز حسینی قدس اللہ سرہ،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن ، والصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اما بعد معلوم ہوا کہ اذکار حضور علیہ وسلم سے مروی ہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے اصحاب کو تلقین فرمائے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے علی کیا میں تم کو ایسا راستہ بتاؤں کہ تم اس کے ذریعہ سے خدا کو دیکھ لو۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا حضور ہاں (ضرور بتائیے) فرمایا کہو۔ لاالہ الا اللہ ۔علیؓ نے کہا۔ یہ تو ہم سب پڑھتے ہیں۔ فرمایا جس طرح میں تم کو بتاؤں اس طرح کہو۔ بعدزاں حضور نے ذکر ذوالحلقتین تعلیم فرمایا جس کی ترکیب یہ ہے کہ لاالٰـہ کو ذہن قلب سے نکال کر گردن اور سر کو دائیں جانب کھینچے اور یہ تصور کرے کہ غیراللہ کو دل سے نکال کر پھینک رہا ہے۔ یہ ایک حلقہ ہوا۔

پھر گردن کو بائیں طرف لاکر ذہن قلب پر ضرب لگائے اور تصور کرے کہ اس کے اندر نورالٰہی داخل ہورہا ہے اوران دونوں حلقوں میں گردن کی پیچیدگی سے یہ مراد لے کہ ایک میں دنیا اور دوسری میں عقبیٰ کو لپیٹ دیا اور پشت کے پیچھے ڈال کر ان سے بے خبر و بے غرض ہوگیا محض خدا کو دل میں ثابت و باقی رکھا۔

ضرب زور کے ساتھ بلند آواز سے لگائے اور کوشش کرے کہ یہ آواز دل کے اندر سے برآمد ہو۔ ذکر کی حالت میں ذاکر کو یہ خیال جمانا بھی ضروری ہے کہ خداوند تعالیٰ کا مشاہدہ کررہا ہے۔ تاکہ ذکر کے ساتھ ہی مراقبہ بھی ہوتا جائے ۔ ذکر کی حالت میں خدا سے غافل نہ رہے و

کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ حضور قلب کے ساتھ اپنے مقصود کی طرف متوجہ رہے اور خطرات کو دل میں نہ آنے دے۔ جن کا بہترین علاج یہ ہے کہ حالت ذکر اور دیگر حالات میں بھی اپنے شیخ و مرشد کی طرف توجہ اور ان کا تصور قائم رکھے۔ اس ذکر کے دو طریقے ہیں۔ ایک وہ جن میں بآوازِ بلند ضرب لگائی جاتی ہے۔ اس کو ذکر جلی کہتے ہیں۔ اور دوسرا وہ جس کے اندر آہستگی ضرب لگاتے ہیں اس کا نام ذکر خفی ہے۔

یہ بھی معلوم رہے کہ اگر ذکر کے ساتھ حبس دم کا بھی لحاظ رکھا جائے گا تو خطرات کے دفع کرنے میں اس کی تاثیر بلیغ ہے۔ اور ذکر سے علاوہ دیگر اوقات میں بھی نہایت مفید ہے۔ خصوصاً کھانا کھانے اور پانی پینے میں جب حبس نفس کا خیال رکھے۔ تو بہت جلد مقصود کو پہنچے گا۔

ذکر فنا و بقا: جس کو نفی اثبات آور دو برد بھی کہتے ہیں اس کی ترکیب یہ ہے کہ پہلے ضرب ذہن قلب پر لگائے۔ اور دوسری یا تو سر کو زمین پر جھکائے ہوئے قبلہ کی طرف یا دائیں جانب اور ذہن قلب پر یا بائیں جانب اور ذہن قلب پر لگائے۔ نماز اذکار کی بیٹھک یہ ہے کہ دونوں گھٹنے زمین پر رکھے ہوں اور دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑے رکھے۔ اور لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ یا لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ یا لَا مَطْلُوْبَ اِلَّا اللّٰہ یا لَا مَشْھُوْدَ اِلَّا اللّٰہ کا تصور کرے۔ ان میں سے جس کا تصور کرے گا اسی کے موافق اس پر کشف ہوگا۔

چونکہ صوفیوں کے تمام کاموں کا دار و مدار قلب پر ہے۔ اس واسطے قلب کے احوال سے بھی واقف ہونا ضروری ہے۔ قلب صنوبری شکل کا مضغہ گوشت ہے۔ روح انسانی کی قرار گاہ اس کے اندر ہے اور روح حیوانی وہ چیز ہے جس سے روح انسانی یعنی نفس ناطقہ تعلق رکھتا ہے۔

اس نفس ناطقہ ہی کو صوفیائے کرام روح القدوح اور روح اعظم کہتے ہیں یہ خداوند تعالیٰ کی شانوں میں سے ایک شان اور اس کے امور میں سے ایک امر اور اس کا فیض خاص ہے۔ پھر یہ قلب بائیں جانب لٹکا ہوا ہے۔ ذہن اس کا اوپر کی طرف بائیں جانب مائل ہے جب تم اس پر ضرب لگاؤ گے تو اس طرف کی چربی پگھل جائے گی اور اس کے اوپر کی غلاظت و پردے جنہوں نے اس کو ڈھانک رکھا ہے۔ دور ہوں گے۔ اور اس کا منہ کھل جائے گا۔ اسی واسطے یہ نصیحت یاد ہے کہ جب ذکر سے فارغ ہو تو زور سے سانس نہ لیا کرو۔ بلکہ سانس کو روک کر تھوڑا تھوڑا چھوڑا

کرو۔ تا کہ ذکر کی ساری حرارت یکبارگی نہ نکل جائے۔ نیز جس قدر سانس چھوڑے مونہہ بالکل نہ کھولے۔ ذکر کی تعداد کم سے کم پانچ سو مرتبہ ہے اور زائد سے زائد تین ہزار مرتبہ۔ مگر جس قدر زائد ذکر کرے گا بہتر ہے اور درجہ ایک ہزار مرتبہ ہے۔

ذکر فنا و بقا: کی ایک ترکیب یہ ہے کہ دایاں گھٹنا کھڑا کرے اور بائیں گھٹنے کو لٹا کر بائیں پیر پر اس طرح بیٹھ جائے جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں۔ اور سینہ کو قبلہ کی طرف تنا ہوا رکھے۔ پھر ایک ضرب یعنی لاالٰہ کی کھڑے گھٹنے پر لگائے اور دوسری ضرب یعنی الاّاللہ کی دل پر لگائے۔

اسی ذکر کی ایک ترکیب یہ ہے کہ دونوں گھٹنے زمین پر لٹکا کر ان کے اوپر یعنی گھٹنوں کے بل کھڑا ہو۔ اور سینہ کو قبلہ کی طرف خوب تان لے اور ایک ضرب دائیں طرف اور دوسری دل پر لگائے۔ یہ ذکر ابدالوں کا ہے۔ اور اسی ذکر سے میرے شیخ مخدوم پر جو کچھ ظاہر ہوا وہ ہوا۔ اور ترکیب یہ بھی ہے کہ ایک گھٹنے کے بل رکوع کرے اور دوسرے گھٹنے کو پڑا رہنے دے اور ضرب لگائے۔

ایضاً فنا و بقا کے ذکر کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ ذاکر کھڑے ہو کر ایک قدم یعنی دایاں پیر آگے بڑھائے اور اوپر کی طرف قصد کر کے لاالٰہ کی ضرب لگائے پھر الاّاللہ کی ضرب دل کے اوپر دے اور پیر پیچھے ہٹالے۔

ذکر کشف قرآن: چار قرآن شریف لے کر ایک آگے اور ایک دائیں اور ایک بائیں طرف اور ایک اپنی گود میں رکھے۔ اور ایک دفعہ ایک ضرب دائیں طرف کے قرآن پر اور دوسری اپنی گود کے قرآن پر لگائے۔ پھر ایک ضرب بائیں طرف کے قرآن پر اور دوسری اپنے آگے کے قرآن شریف پر لگائے۔ اس ذکر کی تاثیر سے کماحقہ، تجلی قرآن اس پر ہوگی۔

دوسری ترکیب: یہ ہے کہ ایک قرآن شریف اپنے آگے رکھ کر ایک ضرب اس پر لگائے اور دوسری ضرب اپنے دل پر لگائے اس ذکر کی برکت سے حق تعالیٰ کی تجلی ہونے لگتی ہے۔

ذکر ناری: یہ ذکر آگ کی دہکتی ہوئی بھٹی کے آگے کرتے ہیں۔ اور دوسری ضرب دل پر لگا کر ذات واحد کو باقی رکھتے ہیں۔ اس ذکر کی برکت سے ذاکر کے مونہہ اور دل پر انوارِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے مگر ہر ذکر کے واسطے شرط یہ ہی ہے کہ بکثرت کیا جائے اور اپنے مقصود کی طرف ایسا متوجہ ہو کر بجز اس کے اور کوئی خطرہ دل میں نہ آئے۔ اور ممنوعات شرعی سے پورا پرہیز رکھ کر قو

تقویٰ کا پابند رہے۔(جب کی تفصیل کتاب خاتمہ شریف میں بخوبی بیان کی گئی ہے) مخدومی حضرت بندہ نواز سرہ فرماتے ہیں جو شخص طہارت ظاہری و باطنی اور حضور قلب کے ساتھ جو ذکر و مراقبہ بجالائے گا۔وہ کوئی سا بھی ہو اس کا مقصود حاصل ہونا ضروری ہے۔

پھر یہ شخص کوئی سا شغل وکسب کرتا ہو تو کچھ حرج نہیں یعنی بادشاہ یا قاضی و مفتی ہو کر یا کوتوال وسپاہی ہو یا تاجر ہو یا کاشتکار ہو کچھ بھی ہو جب ان شرائط کے ساتھ اس کام میں مشغول ہوگا اس کا نتیجہ پائے گا۔ذرا کر کے دیکھئے تو سہی۔

ذکر فنا و بقا کی ایک ترکیب یہ ہے کہ چت لیٹ کر پہلی ضرب دائیں طرف اور دوسری ضرب بائیں طرف لگائے۔

ایضا فنا و بقا کی ایک ترکیب ہندی یہ بھی ہے کہ وہ لکڑی جس کو ظفر تکیہ کہتے ہیں سینہ سے لگا کر ایک ضرب اوپر کی جانب سر اونچا کر کے لگائے اور دوسری ضرب نیچے کی طرف سر کو جھکا کر لگائے۔

ایضاً فنا و بقا کی ایک ترکیب ہندی یہ بھی ہے کہ چار زانو بیٹھ کر دائیں ہاتھ سے پیر کا دایاں انگوٹھا پکڑے اور بائیں ہاتھ سے بایاں پھر ایک ضرب لاالٰــــہ کی دائیں مونڈھے پر اور دوسری الاّاللہ کی دل پر لگائے۔

ذکر فنا و بقا یک ضربی گردن کو نیچے کر کے ناف کے پاس سے لَاالِٰــــہ کھینچ کر دائیں مونڈھے تک لے کر جائے پھر الاّاللہ کے ساتھ دل پر ضرب لگائے۔

ذکر سہ ضربی۔پہلی ضرب دائیں طرف دوسری بائیں طرف اور تیسری سر کے اوپر کی طرف اور چوتھی دل پر لگائے۔

ذکر پنج ضربی۔پہلی ضرب دائیں طرف دوسری بائیں طرف اور تیسری سر کے اوپر کی طرف اور چوتھی دل پر اور پانچویں آگے کی طرف نیچے کو اترتی ہوئی۔

ذکر حواشی۔ضرب کے ساتھ دائیں ہاتھ کی پانچوں انگلیاں پہلے پیشانی پر رکھے پھر دائیں مونڈھے پر پھر بائیں پر پھر دل پر انگلیوں کا رکھنا اشارہ کے طور پر ہوتا ہے۔

ذکر جبروتی۔لَاالَٰــــہ کو دل سے نکال کر اوپر کی طرف لے جائے خوب کھینچ کر پھر الاّاللہ کہہ کر دل پر ضرب لگائے۔

ذکر ابدال ۔ دونوں ہاتھ اوپر کی طرف دراز کرے جیسے کہ انوارِ الٰہی کو پکڑ تا ہے پھر ہاتھوں کو منہ کے پاس لاکر اِلَّا اللّٰہ کی ضرب لگائے۔ گویا انوارِ الٰہی کو منہ میں رکھ لیا۔ اس ذکر میں پہلی ضرب کے ساتھ ہمک کر آگے بڑھنا بھی چاہیئے ۔ اور دوسری ضرب کے وقت اپنی جگہ بیٹھ جائے۔ یہ ذکر کھڑے ہوکر بھی کیا جاتا ہے۔

ایضاً ذکر ابدالی۔ دونوں ہاتھوں کو دل کے پاس سے لَا اِلٰہ کہہ کر مٹھیاں بند کئے ہوئے آگے کو اوپر کی طرف لے جائے جیسے کہ ماسوی اللہ کو دل سے نکال کر پھینک دیا اور مٹھیاں کھول دے۔ پھر انوارِ الٰہی کا لے لینے کا تصور کر کے مٹھیاں بند کر کے اِلَّا اللّٰہ کہتا ہو دل پر ضرب لگائے اور دل کے پاس ہاتھ لاکر کھول دے۔ یہ دونوں ذکر بہت بڑی تاثیر رکھتے ہیں۔ جب ذاکر یہ ذکر کرتا ہے ابدال اس کے پاس آکر ذکر میں شریک ہو جاتے ہیں۔

جب ذاکر کثرت سے ذکر کرتا ہے تو اس کی زبان کے ساتھ اس کا دل بھی ذکر میں شریک ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد اگر زبان سے ذکر موقوف بھی کردے تو دل سے برابر جاری رہتا ہے۔ اور اس کی آواز کانوں سے سنائی دیا کرتی ہے۔ خود ذاکر کو بھی اور اس کے پاس جو لوگ بیٹھے ہوں ان کو بھی یہ ذکر روح کی طرف ترقی کرتا ہے۔ پھر سر کی طرف اخفی کی طرف اور یہی اس گروہ کا مقصود ہے۔ مخدومی حضرت بندہ نواز قدس سرہ فرماتے ہیں کہ زبان کا ذکر تعلقہ ہے اور دل کا ذکر وسوسہ ہے اور روح کا ذکر مشاہدہ ہے۔ اور سر کا ذکر معائنہ ہے۔ اور خفی کا ذکر مبائبہ ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کے درمیان بہت سے درجات وحالات ہیں جن کو وہی لوگ جانتے ہیں جو وہاں پہنچتے ہیں۔ خدا ہم کو بھی نصیب فرمائے۔

ذکر اَنَا فِیْہِ ھُوَ فِیَّ دل کی طرف سر جھکا کر کہے اَنَا پھر اوپر کی طرف سر اونچا کر کے کہے ھُوَ پھر دل کے پاس منہ کو جھکا کر ضرب لگائے۔ فِیَّ اس ذکر کے معنی یہ ہیں کہ میں اس میں ہوں وہ مجھ میں ہے اس ذکر کے طور سے اس مصرع کا پڑھنا بھی اچھا ہے۔ اَنَا مَنْ اَھْویٰ وَمَنْ اَھْوِیٰ اَنَا اور اگر چاہے تو مذکورہ بالا ترکیب سے یہ الفاظ رکھے۔ اَنَا اَنْتَ ۔ اَنْتَ اَنَا۔ یعنی میں تو ہوں تو میں ہوں۔ بعض صوفیا اسی ترکیب سے یہ الفاظ کہتے ہیں۔ اَنَا ھُوَ. ھُوَ اَنَا۔ آخری لفظ کے ساتھ دل پر ضرب لگائے۔ اور ہندی زبان میں ذکر اسی ترکیب سے ان الفاظ میں کیا جاتا ہے۔ ھُوْنَ تُو. تُو ھُوْنَ۔

ذکر ہو: پہلے دائیں طرف منہ کر کے کہے ھُو پھر بائیں طرف ھُو کہے اور ھُو کہہ کر ضرب لگائے۔

ایضاً سانس ہر ایک آمد و رفت کے ھُو کہے۔ یہ ذکر بڑا عجیب و غریب ہے۔ جو اس ذکر کے ورد کرے وہی اس کا لطف اٹھائے گا۔ کہتے ہیں کہ انسان یک شبانہ روز میں بیس ہزار سانس لیتا ہے۔ قیامت کے روز اس سے پوچھا جائے گا کہ یہ سانس کس کام میں خرچ کئے۔ پس یہ ذکر گویا اسی سوال کا جواب ہے۔ یعنی میں نے ان کو تیرے ہی ذکر میں خرچ کیا۔

ذکر یاھُو: پہلے یاھُو کہہ کر دائیں طرف پھر بائیں طرف پھر آگے کی طرف مائل ہو کر کہے اور چوتھی بار یاھُو کہہ کر دل پر ضرب لگائے۔

ذکر لاھُو لاھُو سر کو نیچے قلب کی طرف جھکا کر لاھُو کہتا ہوا دائیں مونڈھے کے اوپر لے جائے اور خیال کرے کہ ماہیت ماسوی اللہ کو دل سے نکال کر پس پشت پھینک دیا یا پھر لاھُو کہہ کر دل پر ضرب لگائے اور ذاتِ احد کو دل میں ثابت کرے۔

ذکر تجلی ذات: دائیں طرف منہ کر کے اَللّٰہَ ھَاء کے زَبر کے ساتھ کہے اور بائیں طرف اَللّٰہ ھَاء کے زِیر کے ساتھ کہے پھر اَللّٰہُ ھَاء کے ساتھ کہہ کر دل پر ضرب لگائے۔

ذکر کشف ارواح: اس ذکر سے ہر ایک روح کا حال منکشف ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ کسی شخص کی روح ہو اور کہیں ان کا مزار ہو۔ ترکیب اس کی یہ ہے۔ جس طرح ذکر کے لئے بیٹھتے ہیں۔ اسی طرح بیٹھ کر پہلے اکیس مرتبہ یَا رَبُّ کہے پھر آسمان کی طرف منہ کر کے کہے یا رُوْحُ اور یا رُوْحُ الرُّوْحُ کہہ کر دل پر ضرب لگائے۔ روح سامنے آجائے گی اور کل حالات معلوم ہوں گے۔ جب اس ذکر کی اچھی مشق ہو جاتی ہے۔ تو قبر پر جانے کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے یا چلتے پھرتے ہر ایک حالت میں کشف ارواح ہو جاتا ہے۔

ذکر اجابت دعوت: یعنی دعا قبول ہونے کے واسطے دائیں طرف منہ کر کے کہے یَاقَرِیْبُ اور بائیں طرف یَارَقِیْبُ اور دل کی طرف متوجہ ہو کر یَا مُحِیْط کہے اور اوپر کی طرف منہ کر کے یَا مُجِیْبُ۔ یہ کثرت کے ساتھ کرنا چاہئے۔ جب فارغ ہونے کا ارادہ کرے تو دل میں اپنے حصول مقصد کا تصور جما کر گھٹنوں کے بل کھڑا ہو جائے اور آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر دعا کرے۔ قبول ہوگی۔ حضرت مخدوم کے بعض مریدین یَا مُحِیْطُ کی جگہ یَا مُجِیْبُ اور

یَامُجِیبُ کی جگہ یَامُحِیطُ کہتے ہیں۔

ایضاً۔ دعا کی قبولیت کے واسطے صاحبِ فصوص (یعنی حضرت شیخ ابن عربی) سے منقول ہے کہ دائیں اور بائیں طرف دل پر یَارَبِّ کہے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہے یَارَبِّیّ۔

ذکر نور: یانور کہہ کر دل پر ضرب لگائے پھر دائیں طرف منہ کر کے یَـا نُوْرُ اور بائیں طرف یَانُوْرُ النُّوْرُ کہہ کر دل پر ضرب لگائے۔ یہ ذکر روزانہ بلاناغہ کیا جائے تو قلب بہت جلد روشن ہو جائے گا۔

ذکر حق: اس کی ترکیب وہی ہے جو چہار ضربی کی ہے ہر ضرب میں حق کہے اور چوتھی ضرب دل پر لگائے اس ذکر کے کرنے سے ذکر پر بہت سی خوفناک اشیاء کا ظہور ہوتا ہے اگر ان کو سنبھال لیا اور صبر و استقامت سے کام لیا۔ تو بہت سے عظیم الشان کاموں کے لائق و قابل ہو جائے گا۔ اس ذکر کو سہ ضربی کر لے۔

ایضاً۔ دائیں جانب منہ کر کے حق قاف کے سکون کے ساتھ اور بائیں طرف حقی اور دل پر اَنْتَ کہہ کر ضرب لگائیں۔

ذکر ہندی: جوگیوں کی نشست کو موافق بیٹھے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہے وُھِیْ ھے کم از کم ایک ہزار بار کہے اور اس ذکر کی کثرت سے ہوا میں اڑنے کی طاقت ہو جاتی ہے اور تمام مکان ذاکر کے جسم سے پُر ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ فارغ ہو کر اپنی حالت میں واپس آئے۔

ایضاً سہ ضربی دائیں طرف کہے وُھِیْ ھے بائیں طرف بھِی ھے اور دل پر بھِیْنَ ھَے کہہ کر ضرب لگائیں۔

ذاکر اسم شیخ: اپنے مرشد کا نام لیتا ہوا آسمان کی طرف منہ کرے اور دل پر ضرب لگا کر ختم کر دے۔ کم از کم ایک ہزار بار کہے اور یہ ذکر نہایت ہی مفید ہے جس کثرت سے کرے گا زیادہ فائدہ ہو گا۔

ذکر وضع مراض واسقام: دائیں طرف یَـا اَحَدُ اور بائیں طرف یَـا صَمَدُ اوپر کی طرف یَا وِتْرُ اور دل پر یَا فَرْدُ کی ضرب لگائے۔

ذکر کشف حقائق الاشیاء جہاں ہوں وہیں بیٹھ کر آگے کو اوپر کی طرف منہ کر کے کہے یَا اَحَدُ پھر یَـا صَمَدُ کہہ کر دل پر ضرب لگائے اور چاہے تو یہی دنوں ضربیں دائیں اور بائیں

طرف لگائے۔

ذکر مشی اقدام: اگر جلدی جلدی چل رہا ہو ہر قدم کے اٹھانے اور رکھنے پر اِلَّا اللّٰہ کہتا چلا جائے اور اگر متوسط چال سے چل رہا ہے تب ایک قدم رکھنے کے وقت لَا اور دوسرا رکھنے پر اللّٰہ کہے۔ اور اگر آہستگی سے چل رہا ہو تب دایاں پیر رکھے وقت لَا اور بائیں کے وقت اللہ پھر دائیں کے وقت اِلَّا اور بائیں پر اللّٰہ کہے اور ان میں سے جو پسند ہو وہی چار اسموں کی بہ ترتیب ضرب لگائے۔ یَا عَلِیُّ یَا رَافِعُ یَا رَفِیعُ۔ اس ذکر کے ذریعہ سے آسمانوں پر عروج نصیب ہوتا ہے۔

ذکر کشف عرش: آسمان کی طرف منہ کر کے کہے اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشُ کہہ کر قلب پر ضرب لگائے۔

ذکر کشف ملکوت: اس میں کشف ارواح بھی ہو جاتا ہے اور فرشتے بھی نظر آتے ہیں اور گفتگو کرتے ہیں۔ ترکیب اس کی یہ دعا ہے کہ دائیں طرف سبوّح" اور بائیں طرف قدّوس" پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کہے۔ ربُّ الملائِکَۃِ والرُّوحُ۔

إن هو إلا ذكر للعالمين

ہر کو مرید سید گیسو دراز شد | واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

فوائدِ حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ

ماخوذ

از مکتوباتِ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

اُردو

مرتبہ

محمد معشوق حسین خان سلطانی

(فرزند نواب معشوق یار جنگ بہادر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فائدہ نمبرا

حُسنِ خاتمہ کے بیان میں

حُسنِ عاقبت اور خاتمہ بالخیر تمام مہموں میں ایک اہم ترمہم اور تمام مرادوں میں عزیز ترین مراد ہے جس شخص کا جو حال و مقام ہوتا ہے اسی اعتبار سے اس کے خاتمہ کا اچھا ہونا مقصود ہوتا ہے۔ مثلاً عام علماء اگر شرک سے محفوظ اور کفر جلی کے دائرہ سے باہر رہیں اور اسی حال پر ان کا آخری سانس ٹوٹے تو کہا جائے گا کہ ان کا خاتمہ بالخیر ہوا اور جنت کی امید بندھ گئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ان کا ورد ہوگا۔ الٰہی بحق حضرت خاتم الانبیاء واہل بیت اصفیاء، ہمارے ہر کام کا انجام بخیر کر۔

مگر اہلِ طلب و ارادت کا بہترین حال یہ ہے کہ ہر روز اور ہر رات دریائے شوق موجیں مارتا رہے اور دردِ طلب بڑھتا رہے اور ہر سانس عشق و محبت کے سوز و اندوہ میں نکلے جیسی کہ ان کی طلب ہے۔ اگر محبوب پہلو میں آملا تو زہے نصیب اور اگر یہ دولت نصیب نہ ہوئی اور آستانہ یار ہی پر عمر گزر گئی تو بھی زہے دولت۔ لیکن اگر نہ یہ نصیب ہوا اور نہ وہ، تو معاذ اللہ ایسی بلائے عظیم کو آسمان و زمین بھی نہیں اٹھا سکتے۔ ان اہلِ طلب کے دردِ دل میں ذرا سی کمی بھی ہو جاتی ہے تو اپنے آپ کو کافر اور جہنمی سمجھنے لگتے ہیں۔ مثلاً ایک بندۂ خدا ہے جس کو عمرِ دراز ملی۔ ہمتِ بلند عطا ہوئی۔ سوائے خدائے عزوجل کے جو اس کا مطلوبِ حقیقی ہے نہ کسی شئے کی خواہش رکھتا اور نہ کسی غیر کی طرف متوجہ ہوتا ہے لیکن عالمِ قرب وقدس کا دروازہ اس کے لئے ذرا سا بھی نہ کھلا اور فتح باب کی صورت ہی نہ دیکھی۔ بایں ہمہ ہزار ہزار نیاز و سرافگندی سے یار کی چوکھٹ پر سر رکھے ہوئے ہے اور وہاں سے ہرگز نہیں اٹھتا۔ نہ قبول کی طرف التفات کرتا ہے اور نہ وصول کی طرف۔ یہ شخص سید الفقراء اور جوانمردوں کا جوانمرد ہے۔ اپنے سوز و ذوق میں اسے وہ لذت

آرہی ہے کہ نہ معلوم واجدِ واصل کو بھی نصیب ہے یا نہیں۔ عزیز یہ شئے ایسی نہیں ہے جس کی طلب میں کوئی نقصان یا خسارہ ہو۔ نقصان وخسارہ کا تو سامان ہی اٹھ گیا اور نفع ہی نفع باقی رہ گیا ہے۔ ایسی تجارت میں جس قدر زیاں ہے اسی قدر فائدہ بھی بڑھ چڑھ کر ہے۔

بادل گفتم مرا مبر بردر او　　کو محتشم است و من ندارم سر او

دل گفت کہ ایں حدیثِ بیہودہ مگو　　یا در برِ او کشند یا بردرِ او

ایسے حال و مقام میں وصل وہم خیال ہے اور دردِ اندوہ وفراق نقدِ حال ایسے شخص کا خاتمہ بالخیر ہونا یہ ہے کہ اس وقت دم ٹوٹے جب کہ دریائے شوق وشورش جوش وشور میں ہو اور اپنے بارگاہِ قدس ووصال کے دروازے ہی پر عشق کے اس موج در موج سمندر میں اسے غوطہ دے اور اسی حالت میں ہاتھ پاؤں مارتا ہوا وہ اس جہاں سے رخصت ہو جائے۔ یہ ہوا تو بس اس کا خاتمہ بالخیر ہوا۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن کو تو نے نعمتیں عطا فرمائیں۔

اہلِ تحقیق کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں نہ دنیا نہ آخرت اور نہ دوزخ و بہشت، نہ کشف و کرامت، نہ زیادت و نقصان اور نہ رد وقبول، کسی کی خبر نہیں ہوتی۔

آنجا کہ منم نہ لاست نے جائے نعم　　زیرا کہ ہمہ یکے است وافزونست نہ کم

ایسا شخص فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہے اور ازل و ابد دونوں جگہ اللہ جل شانہٗ کی امان میں ہے لا تبقی و لا تذر اس کی صفت قرار پاتی ہے۔ پھر ان اہل تحقیق میں ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو تجلیاتِ قہر وجلال اور تجلیاتِ لطف و جمال میں کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔ تجلی جلال یہ ہے کہ بندہ مالکِ حقیقی کی عزت وعظمت، ہیبت وکبریائی کی آنچ میں تپتا رہے۔ تجلیات قہر وہ ہیں جنہیں اگر صورت دی جائے تو مکروہات شرعی ستور وخر، مار وکژدم، شیر گرگ کی صورت میں نظر آئیں۔ انہیں نعتِ قہر کہتے ہیں۔ تجلی جمال ان سب اشیاء میں پائی جاتی ہے جو ملیح وخوبصورت ہوں۔ ناز وکرشمے، غنج و دلال ان کی رگ رگ میں ہوں اور تجلیاتِ لطف لقائے یار و ایصال راحت اور اثباتِ کرامت میں پرتو فگن ہوتی ہیں۔ لیکن در حقیقت قہر وجلال بھائی بھائی اور لطف و جمال بہنیں بہنیں ہیں۔ جلال، جمال میں مندرج ہے اور جمال، جلال میں مندرج ہے۔ ایسے

پرست کا حُسنِ خاتمہ اس میں ہے کہ تجلی جمال پر سانس ٹوٹے۔ ان تجلیات کو اختیاری نہ سمجھنا۔ حضرت امیر المومنین امام حسن علیہ السلام کا جب آخروقت آیا تو روتے تھے اور کہتے تھے کہ ایسے مالک کے روبرو جارہا ہوں جسے کبھی نہیں دیکھا۔ اس بارگاہِ معلّٰی سے ہر وقت نئی تجلی ہوتی رہتی ہے اور بہت ڈر لگتا ہے کہ نہ معلوم بندہ کے آخری وقت وہ کس صفت پر متجلی ہو اور اس کے علمِ نفسی میں کیا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں۔ ان تجلیات کی نہ نہایت ہے نہ تکرار اور نہ دو شخصوں پر ایک سی تجلی ہوتی ہے۔

نہ دانم برچہ گردد آخر ایں کار   مرا دل والہ ▪ معشوقہ خود کام

تیسرا بے چارہ و مسکین وہ ہے جسے کبھی ایک جھلک سی دکھا دیتے ہیں اور کبھی مدہوش کر دیتے ہیں۔ کبھی پردہ اٹھا دیتے ہیں اور کبھی پردہ گرا دیتے ہیں، کبھی سامنے بلا لیتے ہیں اور کبھی پیچھے ہٹا دیتے ہیں، کبھی باریابی عطا فرماتے ہیں اور کبھی دور باش کہتے ہیں، کبھی نوازتے ہیں اور کبھی گدازتے ہیں۔ یہ مسکین سوختہ افروختہ۔ ریختہ بیختہ۔ دردمند و مستمند عاجز و مسکین بیچارہ درماندہ خوف و ہیبت سے لرزتا رہتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے کہ دروازہ بند کا بندر ہے اور کہیں غیرت میں آکر محبوب دور باش نہ کہہ دے۔ شب و روز اسی خوف میں رہتا اور آہ و بکا کرتا رہتا ہے۔

تا چہ خواہد کرد بر من دورِ گیتی زیں دو کار
دست او در گردنم یا خونِ من در گردنش

ایسے بزرگوار کا حُسنِ عاقبت اس میں ہے کہ آخری دم تجلی ذات و عیاں و صفات پر نکلے رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

ان کے علاوہ ایک اور شخص ہے جو اپنے آپ سے بیزار جان و تن سے سیر ہے۔ بس ایک اللہ جل شانہٗ سے لو لگائے بیٹھا ہے کہ جس صفت پر چاہیں اسے رکھیں نہ کسی طرف نگاہ ڈالتا ہے اور نہ رُخ کرتا ہے اس کے لئے دوزخ کے دو رُخ ہیں، ایک ظاہر جس کے اندر رحمت ہے اور ایک باطن جس کے سامنے عذاب ہے۔ ہشت بہشت اس کے سامنے نیست ہیں۔ وہ نہ دوزخ کے پھیر میں ہے اور نہ جنت کے۔ ایسے شخص کا حُسنِ خاتمہ اس میں ہے کہ وہ اسی ایقان پر آخر دم تک جما رہے۔

اب آپ فرمائیے! کہ آپ کون ہیں؟ کیا شئے ہیں؟ کس صفت سے تعلق رکھتے ہیں

اور کس قماش کے ہیں؟ اور کس جماعت میں آپ کا شمار ہے؟ آپ کا کیا انجام ہونے والا ہے۔ ایسے بےغم بیٹھے ہوئے ہیں کہ گویا فکر کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔

نہ یک فسوس کہ ہردم ہزار بارفسوس   نہ یک دریغ کہ ہردم ہزار بار دریغ

ان تمام حالات ومقامات کو سننے اور سمجھنے کے بعد یہ سوال کیوں نہیں کرتے کہ آخر کونسا عمل کیا جائے جو حُسنِ عاقبت کی امید ہو۔ یادرکھو کہ بس ایک ہی عمل جو گونازک ترین اعمال سے ہے مگر بہت آسانی سے اکتساب کیا جاسکتا ہے۔ یعنی خطرات کو دفع کرو اور توجہ میں یہاں تک استغراق حاصل کرو کہ سوائے خدائے عزوجل اور اس کے حضور وشہود کے تمہارے دل میں غیر کے لئے گنجائش نہ رہے اور نفس کو یاوہ گردی سے پاک وصاف کردو۔ مختصر یہ کہ ایک نفسِ پاک اور دل متوجہ پیدا کرو۔ جس کسی کو یہ نعمت نصیب ہوگی اسے بیس میں سے انیس درجہ حُسنِ عاقبت کی امید رکھنا چاہیئے اور ایک درجہ جو چھوڑ دیا گیا وہ تقدیرِ ازلی کی رعایت سے چھوڑ دیا گیا ہے ورنہ جب کہ تمہارا منہ سب طرف سے ہٹ کر خالقِ حیات وممات کی طرف ہوگیا ہے اور اس کی منزلِ امن وامان میں تم نے اپنا رختِ وجود رکھ دیا ہے تو پھر بس امید ہی امید رکھنا چاہیئے ناامیدی کی کوئی وجہ نہیں۔

فائدہ نمبر۲

غمِ عاقبت و دیدارِ الٰہی کے بیان میں

اللہ جل شانہٗ جس طرح اپنے بندوں کی ذات کا خالق ہے، اسی طرح ان کے افعال کا بھی خالق ہے اور یہ جو حدیث شریف میں ہے السّعید من سعد فی بطن امّہ و الشقی من شقی فی بطن امّہ ۔ یعنی سعید اور شقی دونوں ماں کے پیٹ ہی سے سعید و شقی پیدا ہوتے ہیں تو یہ اللہ جل شانہٗ کے علم نفسی کی طرف اشارہ کرتا ہے، رہا واقعہ نفس الامری وہ یہ ہے کہ جو سعید ہے وہ غمِ عاقبت رکھتا ہے اور اس سے حسنات و مبرات ہی ظاہر ہوتے ہیں اور جو شقی ہے وہ انجام سے غافل ہے اور اس سے منہیات و سیئات سرزد ہوتے ہیں۔ پس ذرا گریبان میں منہ ڈال کر اپنے آپ کو دیکھو اور اپنے افعال پر نظر کرو کہ وہ کس طرف اشارہ کرتے ہیں۔ نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوزخ و بہشت اور اہل دوزخ و اہل بہشت سب کی توضیح فرما دی اور تم بے غم حزم بیٹھے ہو۔ یاد رکھو کہ عذاب کی چند قسمیں ہیں۔ ایک عذابِ حسی ہے جسے سب جانتے ہیں، مگر ایک عذابِ تنہائی و قلق و اضطراب ہے۔ دوسرا شہودِ جمال رحمٰن سے محروم رہنے کا عذاب ہے۔ اسی طرح نعیمِ بہشت ہیں۔ وہاں آرام و قرار ہے۔ وہاں رب جل وعلیٰ کے جمالِ جہاں آراء کا ہر ساعت ایک نیا شہود بھی ہے۔ یہ توضیح سن کر تمہیں رغبتِ طلب تو ہوتی ہے مگر حصولِ مقصد کے اسباب کہاں ہیں۔ اضطراب کہاں، چشمِ نمناک کہاں؟ آہِ سرد کہاں! ہائے۔ اس کلام میں دردمندی اور سوز و ساز کی طرف ایما فرمایا گیا ہے۔ مگر ایسا شخص چاہیئے جو کار افتادہ اور گرفتارِ بلا ہو تا کہ اس کلام سے کچھ ریزہ چینی کر سکے۔

ہمیشہ اپنے احوال کا تجسس و تفحص کرتے رہو اور اپنے مزید نفع و نقصان سے غافل نہ رہو۔ اگر مقصود سے دامن خالی ہے تو خیر دردِ طلب ہی سے دامن پُر کر لو، اگر جوانمردوں کی طرح معرکہ میں حملہ آور نہیں ہو سکتے تو خیر مردوں کی طرح نعرہ ہی مارو۔ اگر گریہ نہیں آتا ہے تو خیر رونے والوں کی سی صورت ہی بناؤ۔

گریا رنمی کند قبولت   خودرا بہ ستم او بہ زلف او بہ بند

اگر کار برعکس ہے تو بھی ہمت نہ ہارو اُسی کے دروازے پر ڈہی دے کر بیٹھ جاؤ۔

بت پرست کو نہیں دیکھتے کہ بے چارے کا محبوب گم ہو گیا ہے، مگر ایک پتھر سے صورت محبوب تراش کر اپنے وہم میں محبوب ہی کو حاضر و شاہد تصور کر رہا ہے، تم بھی کیوں نہیں ایک وجدان پیدا کرتے اور اپنے محبوب کو حاضر و ناظر جانتے، جس طرح بت پرست پتھر کی مورت سے فیضیاب ہو رہا ہے، تم بھی ضرور بالضرور اپنے تصورِ یار سے مستفید ہو گے۔ درحقیقت اس تصور سے بھی ایک فیض پہنچتا ہے جو عالمِ حقیقت ہی سے نازل ہوتا ہے۔ حسین منصورؒ نے انا الحق کہا اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے سبحانی ما اعظم شانی کہا۔ نہ وہ حق تعالیٰ تھے اور یہ ذاتِ سبحانی لیکن آفتاب و ماہتابِ حقیقت اور شمعِ انوار الوہیت کا ایک پرتو پڑا تھا تو ایسے کلمات کہے جب کوہِ طور پر تجلی ہوئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظر اس پر پڑی تو آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ فخر موسی صعقا۔ جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے تبت الیک اسے دیکھا نہیں اور عکس ہی عکس کے مشاہدہ پر ہوش میں نہ رہے، مگر رجوع اسی طرف کیا اور ہر شئے کو دل سے دُور کر کے اسی کے ہو رہے۔

یاد رکھو کہ اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو کیا ہوا وہ تو تمہیں دیکھتا ہے۔ اِنْ لَمْ تَکُنْ تَرٰہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ اگر تمہارا بھی وہم دور ہو جائے اور قربِ حقیقی کا تصور جم جائے تو عجب نہیں کہ تم بھی اپنے دل کو ماسوی سے خالی کر کے اسی کے ہو رہو اور تبت الیک کے مصداق بن جاؤ۔ کسب یہی ہے اور راہِ وصول یہی ہے، یہی سنت اللہ ہے جو عام راستہ ہے۔ اگرچہ اس کے علاوہ ایک مَوھَبَتْ کا بھی راستہ ہے۔ مثلاً تم نے کسی بھوکے کو کھانا کھلایا، پیاسے کو پانی پلایا۔ تمہارا یہ عمل قبول فرمالیا گیا اور بارگاہِ وہّاب العطایا سے بلاکسب ایک نعمت نصیب ہوگئی تو بھی یہی تصور و تخیل دل میں متمکن کیا جائے گا اور اس سے فیض پہنچے گا۔

قیامت میں جب اہلِ جنت داخلِ جنت ہو چکیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ اور بھی کوئی آرزو ہے۔ وہ کہیں گے جس قدر ہم چاہتے تھے اس سے بہت زیادہ مل گیا۔ اللہ جل شانہٗ فرمائے گا کہ نہیں ابھی ایک تمام نعمتوں کی نعمت باقی ہے یعنی میرا دیدار، یاد رکھو معشوق خود عاشق کا خواہاں ہوتا ہے، مگر اس کی غیرت یہ چاہتی ہے طلب عاشق ہی کی طرف سے ہو۔

یہ مسلّم ہے کہ بندہ اللہ جل شانہٗ کو خواب میں دیکھ سکتا ہے۔ رُؤْیَۃُ اللّٰہِ فِی الْمَنَامِ

جَائِزۃ" سب علماء یہ پڑھتے اور جائز سمجھتے ہیں۔ حیرت تو یہ ہے کہ مسائلِ حیض ونفاس کی تحقیقات میں وہ اپنا زیادہ وقت صرف کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں مگر رویتِ محبوب کا اندوہ کبھی انہیں بے قرار نہیں کرتا اور اس آرزو میں سوتے وقت کبھی آنکھ نہیں موندتے، نہ آہِ سرد ان کے منہ سے نکلتی ہے اور نہ ایک آنسو ان کی آنکھ سے ٹپکتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فائدہ نمبر ۳، ۴

انوارِ غیبی۔ طلب و محبتِ الٰہی کے بیان میں

جب آئینۂ دل طبیعت کے زنگ اور بشریت کی ظلمت سے پاک و صاف ہو جاتا ہے تو اس میں انوارِ غیبی کے قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ شروع شروع میں یہ انوارِ تجلی کی چمک کی طرح آتے جاتے ہیں۔ پھر جتنی جتنی قلب میں صفائی بڑھتی جاتی ہے۔ ان میں قوت آتی جاتی ہے اس کے بعد چراغ شمع اور آگ کے شعلوں کی طرح یہ چمک نظر آتی ہے۔ یہ سب اَرضی انوار ہوتے ہیں جن کے بعد ستاروں چاند اور سورج کی چمک کی طرح کچھ انوار نظر آتے ہیں۔ یہ علوی انوار ہوتے ہیں۔ ان میں کبھی کبھی ایسی روشنی ہوتی ہے کہ ہزاروں چاند اور سورج ان کے آگے ماند ہوتے ہیں۔

جو نور کہ بجلی کی چمک کی طرح ہوتا ہے وہ اکثر و بیشتر وضو اور نماز کی برکت سے ظاہر ہوتا ہے اور جو چراغ و مشعل کے نور کے مانند ہوتا ہے، وہ یا تو ولایتِ شیخ یا نبوّتِ پیغمبر علیہ السلام سے رونما ہوتا ہے۔ قندیل یا مشکوٰۃ کی طرح جو نظر آئے تو وہ بھی یہی نور ہے لیکن جو نور کہ ستاروں اور آفتاب و ماہتاب کے مانند ہوتا ہے وہ روحانیت کا نور ہے، جس قدر دل میں صفائی ہوتی ہے اسی قدر اس نور میں تابش ہوتی ہے۔ اگر ماہِ تمام نظر آئے تو سمجھنا کہ آئینۂ دل صاف ہو گیا۔ جتنی چاند میں کمی ہوگی اسی قدر صفائی قلب میں کمی ہوگی اور اگر سورج نظر آئے تو سمجھنا کہ یہ روح کے نور کا عکس ہے اور اگر دونوں ایک ساتھ نظر آئیں تو گویا قلب و روح دونوں منور ہیں لیکن نورِ رُوح ابھی تک حجاب میں ہے۔ صورتِ خورشید ایک حجاب کی دلیل ہے ورنہ نورِ روح بے شکل و بے صورت ہے۔ کبھی کبھی صفاتِ خداوندی کے انوار بھی ان حجاباتِ روحانی و قلب کی آڑ میں لمعہ افگن ہوتے ہیں۔ یہ انوار خود بتاتے ہیں کہ کس عالم کے ہیں۔ جان میں ایک ذوق پیدا ہو جاتا ہے اور یہی ذوق ان کی معرفت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ الفاظ میں یہ شئے ادا نہیں ہو سکتی صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ صفاتِ جمالی کے انوار منور کر دیتے ہیں اور صفاتِ جلالی کے انوار میں سوزش ہوتی ہے۔ یہ محرق ہوتے ہیں نہ کہ مشرق، اگر تمہیں یہ انوار کچھ نظر نہ آئیں تو بھی روا ہے مزے کرو۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب دل پورے طور پر مصفا ہو جاتا ہے تو بتقاضائے بشریت

اٰیٰاتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَ فِیْ اَنْفُسِھِمْ اگر آدمی خود اپنے اندر نظر ڈالتا ہے تو اسے سب حق ہی حق نظر آتا ہے اور اگر باہر نظر ڈالتا ہے تو بھی سب حق ہی حق نظر آتا ہے۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ کا نورِ مبارک رُوح کے نور پر عکس افگن ہوتا ہے اور مشاہدہ بھی ذوق کے ساتھ ہوتا ہے جب بغیر روحی و قلبی حجاب کے نورِ حق تعالیٰ مشہود ہوتا ہے تو بے رنگی و بے کیفیتی، بے حدی اور بے شکلی نمایاں ہوتی ہے۔ تمسک و تمکین کا لوازمہ ساتھ ہوتا ہے۔ یہاں طلوع ہے نہ غروب نہ یمین ہے نہ یسار، نہ فوق نہ تحت، نہ مکان نہ زمان، نہ قرب نہ بُعد، نہ شب نہ روز، نہ عرش نہ فرش اور نہ دنیا نہ آخرت۔ یہاں پہنچ کر قلم ٹوٹ جاتا ہے۔ زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ عقل خبط اور فہم و علم گم ہو جاتے ہیں۔ یکھو عجب و خود بینی سے بھاگتے رہنا۔ مقامِ بُعد میں رہ کر حسرت نایافت میں گھلنا بہتر ہے۔ مگر مقام قرب میں پہنچ کر عجبِ یافت میں مبتلا ہونا بہتر نہیں۔ اس لئے کہ عُجب مقدمۂ زوال ہے۔ خبردار اس مقام کی دوری اور ہولناکی سے خاطر میں کوئی فتور و نفور پیدا نہ ہونے پائے کہ تم چھوڑ چھاڑ کر راہِ فرار اختیار کرو۔ یہ خوف صرف لکھنے اور کہنے میں آتا ہے۔ درحقیقت مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔

نومیدی کسی حال میں جائز نہیں۔ یہاں کارِ بے علّت ہے۔ بہت سے ایسے ہوئے ہیں جنہیں بت کے سامنے سے اٹھا کر طرفۃ العین میں حتیٰ کہ بت کے سامنے سجدہ گاہ ابھی گرم ہی تھی کہ انہیں تمام ملک و فلک سے اتنا آگے پہنچا دیا ہے کہ جن وانس و ملک انہیں لوٹانا چاہیں تو کچھ نہ کر سکیں اور حیران رہ جائیں اور کہیں ان کا نشان بھی نہ پائیں اور کہیں کہ یہ کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ کارسازِ حقیقی فعال لما یرید ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ کوئی اس سے جواب طلب کرنے والا نہیں۔ اس بارگاہ میں نہ چون و چرا کی گنجائش ہے اور نہ سبب و علّت کو دخل ہے۔

اے برادر حق تعالیٰ تمہیں اپنا طلب گار بنائے۔ وہی صاحب دولت کی منتہا اور مرجع ہے۔ شروع ہی میں الست بربکم کا تم سے عہد لے کر اسی نے تمہاری طینت در روحانیت اور ذرۂ انسانیت پر اپنے نور کی بارش فرمائی اور جرعہ جامِ الست پلا کر تمہیں ایسا مزہ چکھا دیا کہ وہ کبھی زائل نہیں ہو سکتا۔ اسی مزے میں تمہاری حیات ہے۔ وہ نورِ مبارک ہمیشہ اپنے مرکز اور معدن کی طرف رجوع ہوا کرتا ہے اور اس عالم سے الفت نہیں رکھتا۔

عشاق تو از ازل چو مست آمدہ اند　　　سرِ مست زبادۂ الست آمدہ اند

پروانہ صفت عشاق بڑے جانباز ہوا کرتے ہیں۔ روزِ الست ہی ان کی گردن میں جذبۂ الوہیت کی کمند ڈال دی گئی ہے اور اب تو پر و بال لاکر سرِ اوقاتِ جمال اور شمع جلال کے گردا گرداتنی پرواز کرتے نظر آتے ہیں کہ اس کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْراً تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذراعاً ۔ایک جذبہ حق نے جس کی شان یہ ہے کہ جَذْبَةٌ مِنْ جَذَباتِ الْحَق تُوازِی عَمَلَ الثَّقَلَیْن انہیں کنارِ وصل تک پہنچا دیا ہے اور یہ آواز آ رہی ہے کہ تو کب تک ہماری ہوائے ہویت میں ان پر و بال سے طیرانی کرتا رہے گا۔ اب آشیانہ والذین جاھدوا فینا میں قرار لے تاکہ سنت لنھدینھم سبلنا کے مطابق اپنے انوار کے شعاع سے ہم ایسے پر و بال کرامت فرمائیں کہ سر یھدی الله لنورہ من یشاء تجھ پر کھل جائے۔

اے برادرِ زینہار بددل نہ ہونا کیونکہ ہوائے لطف چل رہی ہے اور وہ افتادہ لوگوں ہی کی تلاش میں رہتی ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ سات سو ہزار برس مملکتِ سجادہ و اطاعت کے سالکوں اور خانقاہ عصمت و صلاحیت کے تکیہ نشینوں نے متکۂ عزت سے کمر کو سہارا دے کر یہ کہنا شروع کیا تھا کہ "کار ما داریم" ہم نے خدمت کی ہے کہ ناگاہ بادِ لطف چلنے لگی اور آب و خاک کے ڈھیر کو جو قدموں تلے پڑا ہوا تھا اٹھا کر کھڑا کر دیا اور ندا دی کہ انی جاعل فی الارض خلیفة۔ ملائکہ نے عرض کیا ہمیں اس کے فتنہ و فساد جھیلنے کی طاقت نہیں۔ ارشاد ہوا لیس فی الحب مشاورۃ ہمیں اس سے الفت و محبت ہے اور الفت و محبت میں کسی مشورہ کی ضرورت نہیں

"با تو چہ گویم کہ تو مجنون نہ"

تمہارے دروازے پر بھیجیں تو تم رد کر دینا۔ تمہارے ہاتھ فروخت کریں تو تم مت خریدنا۔

اے جانِ برادر طلب میں محکم و مستقل رہو۔ اس راہ میں اپنے گناہوں پر نظر ڈالنا اور مایوس ہونا نہایت برا کام ہے، مگر ان میں مبتلا ہونا بھی سخت شنیع ہے۔ جس کسی سے عداوت ہوئی ہے تر دامنی سے ہوئی ہے۔ یہ بھی سمجھ لو کہ دستارِ خواجگی سر پر رکھ کر یہ کام کسی سے نہیں ہو سکتا۔ خود اپنے باپ حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھو۔ چلہ کی ابھی صبح ہی ہوئی تھی کہ آنکھ کھلتے ہی جمالِ عشق پر نظر پڑتی ہے۔ یہ نگاہِ عشق جنت میں بھی انہیں آرام لینے نہیں دیتی۔ کہتے ہیں کہ ہمارا یہ قدم جو مسافرانہ اور سالکانہ ہے پیشی میں رہ کر گرفتار بندش نہیں رہ سکتا اور عشق و محبت کا

سر پر خمار جو ہمیں ملا ہے وہ تاج کا بار نہیں اٹھا سکتا۔ ہمیں الف کے مانند قد عطا ہوا ہے اسی طرح ہمیں آزاد رہنا چاہیئے۔ علل و اسباب اور حشم و خدام کو آگ میں جھونک دینا چاہیئے۔ یہ کہہ کر ایک عاشقانہ نعرہ مارتے ہیں اور لبیک کہہ کر ہشت بہشت کو وداع کرتے ہیں، جب تک جنت میں ہے تاج بر سر و خلعت در بر مقربان بارگاہ کی طرح رہے۔ جب وہاں سے نکل کر عشق و عاشقی کی راہ اختیار کی تو سترِ عورت کے لئے بھی درخت کے پتوں کے سوا کچھ نہ ملا، مگر آدم کے ذرّہ ذرّہ سے یہ نعرۂ عشق بلند تھا۔

اے قبلۂ حقیقی بنمائے رُخ کہ مارا   بگرفت دل بکلّی زیں قبلۂ مجازی

وہاں بہشت کے درختوں کے زیرِ سایہ عشق کے سبق کی تکرار نہیں کی جا سکتی۔ اس کے لئے شارستانِ ابتلا میں گھر بنانا چاہیئے اور ذبیرستانِ بلا میں عمر بسر کرنی چاہیئے۔ محبت میں بلا ایسی ہی ہے جیسے کہ دیگ میں نمک۔ بغیر اس کے مزہ ہی نہیں معلوم ہوتا۔

وہ صاحبِ جمال کہ اپنے عشق پر ناز کرتا ہے وہ دادِ جمال نہیں دیتا۔ دادِ جمال دینا تو یہ ہے کہ کل جب یہ خطاب آئے کہ ہماری طرف نظر کرو تو یہ کہے کہ ایسے جمالِ مبارک پر مجھ جیسے کا نظر ڈالنا! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہاں میری نظر کہاں یہ جمالِ جہاں آرا!!

اے برادر جس روز کہ بساطِ محبت بچھائے اسی روز تمام مرادوں کو آگ لگا دے۔ سالکِ اول حضرت آدم صفی صلوات علیہ نے سو برس خونِ جگر منہ پر ملا۔ حضرت نوح علیہ السلام جیسے برگزیدۂ بارگاہ کے جگر پر یہ تیر پڑا کہ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ۔ خلیل اللہ جیسے پیغمبر پر جسے خلعتِ خُلّت عطا ہوا تھا نمرود طاغی کو مسلّط فرمایا گیا۔ یوسف علیہ السلام کو مصر کے بازاروں میں چار سو پھرا کر غلاموں کی صف میں کھڑا کر کے چند کھوٹے درہموں پر بیچ ڈالا۔ زکریا علیہ السلام کو آرہ سے دو پارہ کیا۔ ایوب علیہ السلام کو سالہا مرضِ سرطان میں مبتلا رکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے کلیم اللہ کو لن ترانی کا چرکا لگایا۔ یہ سب کچھ عشق و عاشقی میں سزاوار ہے اور ہوا کرتا ہے۔

حسن را قاعدہ جور است بتامی دانم   با کہ کردی کہ بہ مقصود وفا خواہی کرد

اے برادر یہی مقصود ہونا چاہیئے مرد کو چاہیئے کہ یہ کہے یا جان جائے یا مقصود ہاتھ آئے۔

یا بدست آریم سرے یا در اندازیم سر   یا بکامِ دشمناں گردیم یا سلطان شویم

یہ مقصود گوہر شب چراغ ہے اور اس کی قیمت اسی لئے زیادہ ہے کہ یہ موتی دریائے

خونخوار کی موجوں میں ملتا ہے۔ اس گوہر نایاب کے لاکھوں طالب ہوتے ہیں جو اس کے لئے جان فدا کرتے اور قعرِ دریا میں سر کے بل جاتے ہیں کہ کہیں سے اس کی مہک اور خوشبو ہی مل جائے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص غافل دار یہاں قدم رکھے۔ صد ہزار بحرِ جلال کی مچھلیاں منہ کھولے منتظر ہیں کہ اگر کوئی غفلت و تر دامنی کرے تو اسے نگل لیں تا کہ اس کے آنے جانے کا کسی کو پتہ ہی نہ لگے۔ کوئی غافل جب اس سمندر میں تر دامن رہ کر قدم رکھتا ہے تو وہ لعین نہنگِ قعرِ دریائے جلال جو اس بارگاہ کا دربان ہے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا تو شاید مجھے نہیں جانتا۔ میں وہ ہوں کہ آسمانِ اوّل کے سکّان مجھ سے تسبیح کے آداب سیکھتے تھے اور آسمان دوم کے سکّان مجھ سے تہلیل کے آداب حاصل کرتے تھے۔ اسی طرح تمام دیگر آسمانوں والے میرے لئے مسندِ درس و تدریس بچھاتے تھے لیکن میں نے ان سب دولتوں پر لات ماری اور لعنت کا قشقہ پیشانی پر کھینچ کر شرعِ محمدی (ﷺ) کی گلی میں آ بیٹھا کہ کسی تر دامن کو یہاں دھنسنے نہ دوں۔ اب تو اگر جانا چاہتا ہے تو اخلاص کا تاج سر پر رکھ اور چلا جا ورنہ میرے شکار بند میں تیری جگہ ہے۔

اے برادر یہ لعین کسی ایرے غیرے کم ہمّت کمینہ خصلت کے لئے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کرتا۔ بڑا مغرور اور ہٹیلا ہے۔ جب تک کہ کوئی صدیق اس مملکت میں قدم نہیں رکھتا اور کوئی اصلی پاکباز ادھر نہیں آتا یہ لعین اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کرتا۔

فائدہ نمبر 5

غفلت سے بچنے کے بیان میں

ایک گلخن تاب بادشاہ کے جمال جہاں آرا پر عاشق تھا۔ بادشاہ کو بھی اس کا علم تھا۔ ایک روز اس کی طرف سے بادشاہ کا گزر ہوا۔ عشق کی خلش اندر چھیڑ کر رہی تھی۔ بادشاہ نے باوصف علم دولت وسلطنت گلخن تاب کو دیکھنے کے لئے اس کے مکان پر نظر ڈالی مگر وہ حاضر نہ تھا، یہ نظر جب خالی گئی تو بادشاہ خجالت سے عرق عرق ہوگیا۔ پس اے غافل دعوی عشق مت کر یا تو اسی کا ہو رہ۔ حاضر باش بن اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے غافل مت ہو یا پھر لاف زنی نہ کر۔ مرد حازم بن اور احتیاط برت۔ تو نہیں جانتا کہ ایک صیاد ایک تالاب پر سے گزر رہا تھا۔ وہاں اسے کچھ مچھلیاں نظر آئیں۔ اس نے کہا آؤ ان کا شکار کریں۔ کچھ مچھلیاں جو محتاط تھیں تاڑ گئیں اور پہلے ہی سے بھاگ گئیں۔ جو غافل تھیں وہ جال میں پھنس گئیں۔ خرم سے انہی کو فائدہ ہوا جنہوں نے غفلت نہیں کی تھی۔ پس بندہ کو بھی چاہیئے کہ غفلت کو راہ نہ دے ورنہ دشمن کے پھندے میں پھنس جائے گا اور ہلاک ہوگا۔ یاد رکھو مخبر صادق علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ قیامت آنے والی ہے اور کھوٹا کھرا، غافل وحازم سب ظاہر ہو جائیں گے لیکن قبل اس کے کہ قیامت آئے خدائے عزوجل نے دنیا کو دار الامتحان بنایا ہے۔ یہ دنیا عروس بیوفا اور فریبندۂ لابقا ہے۔ مرد عاقل وحازم کا شیوہ یہ ہے کہ اس طرف منہمک نہ ہوا اور حق الحقیقۃ ہی کی طرف نظر رکھے اور زہد اختیار کرے۔ زہد ہی یار باوفا اور ہمنشین باصفا ہے، پس اگر بندہ خرم وزہد اختیار کرے گا اور اپنے خالق سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوگا تو بس کامیاب ہوگا۔ فقد فاز فوزاً عظیما اور اگر اس کے برعکس ہے تو پھر اس کی ہلاکی وگرفتاری لازمی ہے اعاذ ناالله منها۔

ماخوذ از مکتوب نمبر (۵) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ جو بعض مریدوں کے نام ہے

فائدہ نمبر 6

عقل و عشق و اتباعِ شریعت سُنت و نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں

عقل مردوں کے لئے ایک بیش قدر چیز ہے مگر عشق وہ شے ہے جو بڑے بڑے قلعے اور پہاڑوں کی اونچی اونچی چوٹیاں آناً فاناً میں فتح کر دیتا ہے۔ عقل کہا کرتی ہے کہ خطرہ میں مت پڑو مگر عشق کہتا ہے کہ تم پرواہی نہ کرو۔

یہ عشق ہے اور یہ عقل، جن کی صفات حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز بیان فرما رہے ہیں اور بڑے بڑے لوگوں کا بھی یہی قول رہا ہے۔ عشق ایک سہ حرفی لفظ ہے جس میں کوئی حرفِ علت نہیں۔ پس عشق جیسا ظاہر لفظ میں ہے ویسا ہی باطنی معنی میں علت سے خالی ہے۔ عشق کو علت سے کیا تعلق، جیسے کہ دیوانہ کو اس کی دیوانی حرکتوں سے پہچانتے ہیں اور شاعر کو اس کی ترکیبوں اور اشعار سے اسی طرح عاشق کو اس کے احوال سے شناخت کرتے ہیں۔ مجنوں سے کسی نے کہہ دیا کہ لیلیٰ مرگئی۔ بوجہ جنسیت عشق اس کے دل پر ایک تیر تو لگا مگر وہ لیلیٰ کے دروازہ پر آ کر لیٹ گیا گویا کہ قیلولہ کر رہا ہے۔ اس کی لیلیٰ نہیں مری تھی اس کے فکر اور اندیشہ میں وہ اسی کے پاس موجود تھی۔ اسی طرح تم بھی فکر و اندیشہ کو ہاتھ سے نہ جانے دو، درحقیقت تمہیں بھی ایسا ہی نظارہ نصیب ہوگا۔

تاچندو لابہ ایں و آں آویزی انگاہ کہ مرد شوی زیںہا خیزی

یعنی اے دل تو کب تک این و آں میں مبتلا رہے گا جب اس سے دست بردار ہو کر صرف اسی کے واسطے الگ کھڑا ہو جائے گا تو اس وقت تو مرد ہوگا۔ قیامت میں جب حشر کا میدان ہوگا تو عشاق مستانہ وار خوش خوش نظر آئیں گے عقل کا اس وقت کہیں ٹھکانہ نہ ہوگا۔ جمال ازلی طالب اپنے محبوب کی طلب میں ادھر ادھر تلاش میں ہوگا کہ ناگاہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تجلی جمال فرمائے گا اس گرفتار و مبتلائے عشق پر جس خیال میں کہ وہ ہوگا اسی کے مطابق جمال کی تجلی ہوگی پھر اس کی حالت ہو جائے گی جو ہو جائے گی میں نے ایک طالب عاشق کو اپنے کانوں یہ نالہ وزاری کرتے سنا ہے کہ الٰہی اس ذات مقدس کو جو کہ عزت و کبریائی کے پردوں میں مستتر ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے ایک نظر دکھا دے پھر اس کے بعد دوزخ کے ساتوں طبقوں کو مجھ

ماخوذ از مکتوب نمبر (۶) خواجہ بندہ نواز گیسودراز رضی اللہ تعالیٰ جو بعض مریدوں کے نام ہے

پر جھونک دینا کچھ پروا نہیں۔ میں نے اپنے حضرت پیرو مرشد کو یہ رباعی بار بار پڑھتے سنا ہے۔

صوفی شوم و خرقہ کنم فیروزہ وردے سازم زدرد تو ہر روزہ

زنبیل بدست دل دیوانہ دہم تا از در تو درد کند دریوزہ

یعنی ماسوائے اللہ سے دل کو پاک و صاف کر کے اور ایک فیروزی رنگ کا خرقہ پہن کر فقیروں کی صورت بنا کر روز تیری عشق و محبت کا راگ گاتا رہوں اور اس دیوانے دل کے ہاتھ میں ایک جھولی دیدوں کہ تیرے دروازے پر ڈھئی دے کر عشق و محبت کی بھیک مانگتا رہے۔

اب عقل کی شگوفہ کاری دیکھو۔ خرم و احتیاط اس کا جزو ہے۔ اس حزم نے مچھلیوں کو جو حازم تھیں کیا فائدہ پہنچایا۔ ماہی گیر اپنا جال ٹھیک کر رہا تھا کہ حازم مچھلیاں تاڑ گئیں اور مردہ صفت بن گئیں۔ صیاد نے گندہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ پس تدبیر کو جو تقدیر کے ساتھ ہم رشتہ ہے ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہیئے رہا اگر کوئی شخص بے خود ہو اور ایک طرح کا نشہ اس پر سوار ہو تو اس پر کوئی جواب دہی نہیں۔ حتیٰ کہ ایک مثال ہے کہ ایک شخص تھا جو مویز کی شراب تیار کر کے بہت سی پی گیا۔ جب نشہ غالب ہوا تو اسی ترنگ میں ایک مردہ عورت کو سمجھا کہ اس کی عروس ہے۔ یہ سب مستی و بے خودی کی کیفیتیں ہیں مگر وہ دیوانہ جو اپنے سے بے گانہ اور محبوب سے یگانہ ہے اس کی شان اور ہے۔

ہاں اے دل دیوانہ بخرام بمی خانہ کاندر خم و پیمانہ تنہا ہمہ او دیدم

کہا جائے گا کہ یہ سب حکایتیں بے اصل اور موضوع ہیں، ہاں ہوں گی، مگر جو معنی ان میں ہیں انہیں دیکھنا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی فرد بھی اس عالم میں جناب باری تعالیٰ کے فیض احدیت سے خارج نہیں۔ ہر مخلوق اپنے نفع اور ضرر پہنچانے والے کو جانتی پہچانتی ہے اور سب اس آیت پاک کی تفسیر معلوم ہوتی ہے، اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ایک حکایت ہے کہ چوہوں میں ایک بادشاہ ہوتا ہے، سب سے زیادہ موٹا تازہ، تمام چوہے دور دور جا کر چرتے ہیں لیکن یہ ایک مغرز مقام پر رہتا ہے اور سب اس کے سامنے دانہ چارہ پیش کرتے ہیں اور جب یہ بڈھا بیکار ہو جاتا ہے تو مار ڈالتے ہیں۔ یہ ایک نظام ہے۔ آخر یہ کہاں سے آیا؟ یہ اسی فیض احدیت کا نتیجہ ہے یعنی اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی اسی طرح کہا جاتا ہے کہ ایک سانپ ہوتا ہے اندھا۔ آبادی سے بہت دور رہتا ہے۔ جنگل سے بستی کے اندر بعض باغوں میں آتا ہے۔ اور وہاں کی بعض اشیاء پھول پتی سے آنکھیں ملتا ہے اس سے اس کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔

یہ کس نے اسے سکھلایا کہ تیرے لئے یہ شے نافع ہے۔ یہ سب اسی فیض باری نسم کی شگوفہ کاریاں ہیں۔ ان مچھلیوں نے جو حازم نہ تھیں ماہی گیر کو دیکھ کر ادھر ادھر بھاگنا شروع کیا اور ماہی گیر نے جب جال ڈالا تو اس میں آ گئیں اور پھنس کر ہلاک ہوئیں۔ انہوں نے بھی اپنے ضرر کو دیکھ لیا تھا مگر چونکہ عقل سے کام نہ لیا اور حزم نہ رہا اس لئے ہلاک ہوئیں۔ یہ تدبیر کو تقدیر سے ہم رشتہ نہ کرنے کا نتیجہ تھا۔ ان کہانیوں سے سبق حاصل کرنا چاہئے اے دوستو اے بھائیو وقت کے یکا یک آ جانے اور تقدیر کے دفعتہً ظاہر ہو جانے سے غافل نہ رہو یا کُم عَنْ فُجاءة الْاَجل وَ بَغْتَة التَّقْدِیر میں نے بہت دیکھا ہے کہ لوگ غفلت میں سوتے کے سوتے رہ گئے ہیں اور تقدیر کا لکھا یکا یک ان کے سامنے آ گیا ہے۔ اب ایک حکایت اور سنو، طیفور شامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو نور حضور اور اللہ جل شانہٗ کی شان بندہ نوازی اور تربیت شکر گزاری سے کافی حصہ ملا تھا ایک باران پر فیض قدسی کا دروازہ کھلا تو التماس کیا اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ وَ اغْفِرلِیْ ۔ الٰہی مجھ پر رحم کر اور بخش دے۔ حضرت عزت تقدس و تعالیٰ سے ندائے بے صوت آئی کہ اِذْھَبْ فَقَدْ غَفَرتُ لَکَ جا ہم نے تجھے بخش دیا۔ طیفور رحمتہ اللہ علیہ کے لئے یہ فرحت و انبساط کا وقت تھا اور ادھر در فیض و بخشش وا تھا، دعا کی الٰہی سب کو بخش دے۔ ارشاد ہوا "بخش دیا" اب بے باکی دکھلاتے ہیں اور عبودیت کے مقام سے قدم اٹھا کر مقام فضول میں قدم رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابلیس کو بھی بخش دے۔ اس پر ڈانٹ پڑی کہ وہ آتشی ہے۔ آتش کی تاب لا سکتا ہے، تو خاکی ہے۔ اپنا غم کھا دیکھو فضولیات میں پڑنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے تم اس سے بچتے رہو۔ میں نے چند سالکان عارف اور فنا فی اللہ کو دیکھا ہے کہ ان کے بعض کلمات سے اسلام کو نقصان پہنچا ہے مثلاً مولانا فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ، مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ محی الدین ابن العربی وغیرہ ان سے بعض مسائل میں ایسے کلمات قلم سے نکل گئے ہیں جن سے اسلام کو نقصان پہنچتا ہے یعنی عوام ان کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے اور بہک جاتے ہیں اے عزیز اب سچے طالب نظر نہیں آتے اور مجاہدہ و ریاضت اور مواجب دینداری باقی نہ رہی۔ زمانہ خراب ہے حقیقت کو جاننے والے نہیں رہے۔ اتحاد جس کا صوفی ذکر کیا کرتے ہیں یہ نہیں ہے کہ دو وجود ایک ہو جائیں لاحول و لا قوۃ الا باللہ یا یہ کہ سالک ہلاک و فنا ہو جاتا ہے۔ بمصداق کُلُ شَیٍٔ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَهٗ محمد حسینی بھی اسی خیال میں تھا مگر جب حقیقت ظاہر ہوئی تو پردہ اٹھ گیا۔ شریعت غرا کو

جسے صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتنی محنت و مشقت سے رائج کیا تھا ایسے کلمات سے حک نہ کرنا چاہیئے یہ مناسب نہیں اَللّٰھُمَّ الْھِمْنَا رُشْدَنَا وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَ حَبِیْبِکَ وَ نَبِیِّکَ وَ صَفِیِّکَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْن ۔ اتباع شریعت ہی میں سلامتی ہے، ہاں مگر عشق یہ ایک دوسری ہی شئے ہے۔

عشق آمدو خانہ کرو تاراج　　مانیز نہیم دل بہ تاراج

مجنوں ہر نماز عصر کے وقت مستانہ والہانہ جو عاشقوں کی رفتار ہے کوئے لیلیٰ میں آتا اور جہاں لیلیٰ رہتی تھی اس کی کھڑکی کے نیچے جا کر ایک پتھر پر لیٹ رہتا۔ لیلیٰ کی نظر بھی اس پر پڑتی ۔ رقیبوں کو برا معلوم ہوا۔ انہوں نے کہا کہ یہ شخص مار پیٹ سے نہ مانے گا آؤ پتھر کے نیچے آگ جلائیں اور اسے خوب گرم کریں، جب مجنوں لیٹے گا تو اسے حال معلوم ہوگا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ادھر وہ دیوانہ فرزانہ، از خویش بیگانہ اپنے وقت پر آیا۔ پتھر پر جو ہمہ تن آگ ہو گیا تھا بیٹھا اور لیٹا اور جل بھن گیا اور بدن سے دھواں نکلنے لگا۔ رقیب دوڑے کہ ارے دیوانے تو جل گیا اس نے کہا تن جل گیا تو کیا ہوا دل عرصہ ہوا کہ جل بھن چکا ہے اس سروقد لالہ رخ پستہ لب سے اس کے سوا اور کیا حاصل۔

حاصل عشقش سہ سخن بیش نیست　　سوختم و سوختم و سوختم

ایک دفعہ حضرت داؤد علیہ السلام سے اللہ جل شانہٗ نے اپنے دوستوں کی تعریف کی کہ ہم نے بارہا ان کے دل پر بلائیں نازل فرمائیں مگر وہ ان سب کو اس طرح پی گئے جیسے مصری کے گھونٹ اور ان بلاؤں پر فخر و ابتہاج کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل میں بھی ایک جوش آیا اور عرض کیا کہ ایک بلا مجھ پر بھی نازل فرما بارگاہ عزت کے پردے سے ندا آئی کہ تمہیں اس کی طاقت نہیں کہ ہمارے پیکان کے زخم کو سہ سکو، مگر حضرت داؤد علیہ السلام نے استدعا کی چنانچہ درخواست قبول ہوئی اور ایک امتحان میں ڈالے گئے۔ قصہ یہ ہے کہ ایک روز وہ بیت المقدس میں بیٹھے زبور کی تلاوت فرما رہے تھے کہ ایک چڑیا جس کا جسم زر خالص کا اور چونچ مروارید کی تھی پاس نظر آئی آپ نے جلدی سے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ بچوں کے کھیلنے کے لئے ایک کھلونا ہاتھ آئے گا، مگر چڑیا اچک کر آگے گئی۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا تو وہ زینہ پر پہنچ گئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام اٹھے اور اس کے پیچھے پیچھے کوٹھے پر پہنچے تو ایک مکان کا منظر نظر آیا کہ صحن بام پر ایک

عورت ماہ پیکر، سرو قد، پستہ لب، بادام چشم نہارہی ہے۔ غیر مرد کو دیکھ کر اس نے سر کو جنبش دی اور بالوں کا جوڑا کھل کر سارے جسم پر آگیا اور لمبے لمبے گھنے بالوں سے تمام بدن چھپ گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل پر عشق کا ایک تیر لگا اور آہ سرد کھینچ کر بیٹھ گئے یہ اوریا کی بیوی تھی جس کو آپ نے جہاد پر بھیجا چنانچہ وہ میدان جنگ مارا گیا اور آپ نے اس عورت سے شادی کر لی۔

اسی قصہ کو اللہ جل شانہٗ نے قرآن پاک میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے ایک کہتا تھا کہ اس کے پاس ننیانوے بھیڑیں ہیں اور میرے پاس صرف ایک بھیڑ ہے پھر بھی اس نے میری ایک بھیڑ چھین لی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس سے تنبیہ ہوئی اور بارگاہ الٰہی میں توبہ کے لئے سجدہ میں گر پڑے۔ فَخَرَّ سَاجِدًا وَ اَنَابَ۔

یہ ہیں عشق کی کارستانیاں۔

عشق آمد و خانہ کرد خالی
برداشتہ تیغ لاو بالی

کسی کا شعر ہے۔

من از عشق تو خون خور دن گرفتم
تو دیری زی کہ من مردن گرفتم

یعنی تیرے عشق میں خون جگر کھانے لگا ہوں خدا تیری عمر دراز کرے میں نے اب جان ہی دے دینے کا قصد کر لیا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ یہ شعر لکھ کر فرماتے ہیں کہ اے احمق یہ کہاں کی شکایت و حکایت نکالی۔ مرنا چاہتا ہے تو مر جا۔ ابدی عمر نصیب ہوگی۔ قیس عامری کی یہ دعا یاد رکھ۔

یا رب تو مرا بروئے لیلیٰ
ہر لحظہ بدہ زیادہ میلی

اللھم زد فزد

فائدہ نمبر 7

ذکر و معائنہ و مشاہدہ کے بیان میں

زبان سے ذکر کرو تو وہ لقلقہ کہلاتا ہے، اور دل سے ذکر کرو تو وسوسہ، دل کے ذکر کو ذکر خفی کہتے ہیں۔ اس میں دل ہی دل میں ذکر کر کے دل پر ضرب لگاتے ہیں۔ اس کے دو طریقے ہیں ایک میں ظاہر کی رعایت کرتے ہیں یعنی گو ذکر دل ہی دل میں ہوتا ہے مگر ظاہر میں بھی جسم کو کچھ حرکت دی جاتی ہے اور دوسرے میں ظاہر کی بالکل رعایت نہیں کرتے یعنی ظاہر جسم کو کوئی حرکت نہیں دیتے صرف حس کے ساتھ دل پر ضرب لگائی جاتی ہے اس میں بہت اثر ہے۔ پھر ایک ذکر روحی ہوتا ہے جسے مشاہدہ کہتے ہیں یعنی ذکر کرتے وقت ذاکر سمجھتا ہے وہ حضوری میں ہے اور سامنے بیٹھ کر ذکر کر رہا ہے۔ اسے ذکر روحی اس لئے کہتے ہیں کہ روح اسے دیکھتی ہے اور اس ذکر کے ساتھ خود بھی ذکر کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور ذکر ہے وہ ذکر سّر کہلاتا ہے جسے معائنہ کہتے ہیں۔ معائنہ اور مشاہدہ میں فرق ہے مثلاً ایک شے کو صبح تڑکے دیکھو، پھر اسی کو دوپہر کو دیکھو۔ ان دونوں اوقات کے دیکھنے میں بہت فرق ہوگا۔ صبح کے وقت جھٹ پٹا سا ہوتا ہے اور کچھ اندھیرا باقی رہتا ہے لیکن دوپہر کو سورج کی روشنی ایسی جگمگاتی رہتی ہے کہ کوئی شے چھپی نہیں رہتی۔ مشاہدہ بعض اوقات صاف نہیں ہوتا کبھی اس میں ہلکا سا حجاب ہوتا ہے۔ اور کبھی واضح تر اور کشادہ تر مشاہدہ ہوتا ہے، نیز ایسا بھی ہو سکتا ہے جیسے کہ آفتاب کا عکس پانی یا آئینہ میں، لیکن دوپہر کو جس طرح صاف ایک شے نظر آتی ہے اسے معائنہ کہتے ہیں اس میں کوئی حجاب یا دھندلا پن نہیں ہوتا اس کو کشف حقیقت کہتے ہیں، امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَنْوَارُ الْمُکَاشِفَۃِ بِتَجَلِّی الصِّفَاتِ وَ اَنْوَارُ الْمُشَاھِدَۃِ بِظُھُوْرِ الذَّاتِ یعنی مکاشفہ کے انوار کا خزانہ صفات ربانی کی تجلی ہے اور مشاہدہ کے انوار کا قیام ظہور ذات سے ہے تجلی اور ظہور میں بہت فرق ہے۔ مثلاً معشوقہ لب بام آتی ہے اور عاشق صحن خانہ یا کہیں گلی میں ہوتا ہے اور نظارہ کرتا ہے اسے مشاہدہ کہتے ہیں لیکن ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ عاشق معشوقہ سے ہم زانو یا ہم بستر ہوتا ہے اور ایک دوسرے سے دل کی باتیں کرتے ہوئے ہیں یہ معائنہ ہے اور ظہور ذات۔

ذکر خفی میں مغائبت ہوتی ہے یعنی ذکر مذکور میں گم ہو جاتا ہے مگر مذکور کی شان یہ ہے کہ کسی

شے کے واقع ہونے سے نہ اس کی ذات میں کوئی تغیر ہوتا ہے اور نہ صفات میں، پس اس سے اور گم ہونے سے کیا تعلق۔ ہاں ذاکر جو وجود وصفات دونوں اعتبار سے فانی ہے وہ بیشک باقی نہیں رہتا اور گم ہو جاتا ہے اور انوار صمدیت اسے گھیر لیتے ہیں، اس کے بعد نہ قرب رہتا ہے اور نہ بعد اور نہ گم ہونا اور نہ ملنا اور نہ فصل اور نہ وصل۔

تو او نہ نشوی ولیکن ارجہد کنی
جائے برسی کز تو توئی برخیزد

کچھ معلوم ہے کہ وہ کیسا فرماتا ہے لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوم آج کس کی حکومت ہے پھر خود ہی جواب دیتا ہے لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّار یعنی اللہ کی جو یکہ وتنہا اور ہر شے پر غالب اور چھایا ہوا ہے، لیکن یہ بھی معلوم ہے کہ میں کیا کہتا ہوں میں کہتا ہوں کہ اللّٰہ نور السمٰوت و الأرض یعنی وہ آسمان وزمین اور ہر شے کا اجالا اور ہر شے پر محیط ہے۔ پھر جب وہی سب پر چھا گیا تو کونین کا وجود کہاں رہا۔ کونین اس میں فنا اور گم ہو گئے مگر شکر کا نام اور صفات سننا اور بات ہے اور شکر کھانا اور بات ہے پھر شکر کی حقیقت اور اس کے مبدا اور معاد پر آگاہ ہونا دوسری بات ہے اور پھر خود شکر ہو جانا کچھ اور ہی بات ہے خدائے پاک ہمیں تمہیں سیدھے راستے پر رکھے اور جن باتوں کو وہ پسند نہیں کرتا ان سے بچائے اور کجروی اور لغزش اور خطا سے اپنی پناہ میں رکھے۔

فائدہ نمبر 8

چندروزہ زندگی کو غنیمت سمجھنے اور بیعت غائبانہ کے بیان میں

حدیث شریف میں ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْھِمَمِ وَیَکْرَہُ سَفْسَافَھَا یعنی اللہ جل شانہ بلند ہمتوں اور اونچے ارادوں کو پسند فرماتا ہے اور حقیر اور پست ہمتوں اور رذیل ارادوں کو پسند نہیں کرتا۔ دنیا کے جاہ و دولت اور مال و نعمت اک بجلی کی چمک اور بادل کے چلتے پھرتے سایہ کی طرح ہے بجلی کبھی چمکی کبھی ڈوبی، کبھی آئی، کبھی گئی اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایسی وہمی چیز سے کیا دل لگایا جائے۔ کھاری مٹی میں کیا بویا جائے۔ پانی پر کیا نقش جمایا جائے اس میں نہ بھلائی کی امید ہے اور نہ کامیابی کی۔ ایک سوکھی لکڑی کا گھوڑا بنانا ہے جس کا نہ قدم اٹھ سکتا ہے اور نہ اس سے منزل طے ہو سکتی ہے آخر کار عاجز ہو کر بے دست و پاء بیٹھ جاتا ہے مگر اس عاجزی اور منزل طے نہ کرنے کا احساس نہیں ہوتا۔ افسوس صد افسوس بھلے آدمی۔

رخت بردار ازیں سرائے کہ ہست بام سوراخ وابر طوفاں بار

بادل گھرا چھایا ہوا ہے اور مکان کے چھت میں سوراخ پڑے ہوئے ہیں اس گھر سے جلد اپنا بوریا بدھنا سنبھالو۔ مقصود یہ ہے کہ اس زندگی کو چندروزہ مگر بہت غنیمت سمجھو اور جو سانس چل رہی ہے اسے بڑی نعمت جانو اور خدائے عزوجل کی جو طاعت و عبادت کر سکتے ہو کرو اور اس کی یاد سے ہر وقت اپنے دل و جان کو مالا مال رکھو اور اس کے سوائے اور کسی طرف دل نہ لگاؤ اور اس جہاں کے کام کو اس جہاں کے سپرد کر دو۔ پس اگر ایک ایسا نفس جو نا مرضیات سے پاک و صاف ہے اور ہر وقت حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے، تمام شرطوں کے ساتھ جیسا کہ حق ہے تمہیں نصیب ہو جائے تو شکر کرو، پھر گو تم دنیا میں رہو گے مگر سارے کام ٹھیک ہوتے رہیں گے جب دل میں خدائے عزوجل کی لو لگ گئی اور نفس میں پاکی آ گئی تو ضرور بالضرور درجات میں ترقی اور مرفہ الحالی شروع ہو جائے گی خبردار خبردار ایک سانس بھی غفلت میں نہ نکلے۔

نصیحت ہمیں است جان برادر کہ اوقات ضائع مکن تا توانی

اے بھائی جہاں تک ہو اوقات ضائع نہ کرو جو کچھ کرو خدا کے لئے اور خدا کے دیدار کے لئے

کرو خداداں ہو جاؤ گے۔

اس فرزند شائستہ کے لئے جس کی درخواست حصول بیعت تم نے بھیجی تھی اپنی پہنی ہوئی ایک ٹوپی بھیجتا ہوں۔ خدا اسے دل خداشناس اور نفس حق پرست دے تمہیں اپنی طرف سے وکیل کرتا ہوں، اس سے کہنا کہ مولانا نظام الدین کے ہاتھ کو ہمارا ہاتھ سمجھے اور ان کی زبان کو ہماری زبان اور جو تلقین کہ لکھتا ہوں اسے سمجھے گویا کہ میری زبان سے سنی ہے، اس سے کہنا کہ مولانا کو صدر میں بٹھانا اور ان کی طرف منہ کر کے تین جگہ زمین پر سر رکھنا اور سمجھنا کہ تمہارا منہ ہماری طرف ہے، ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا اور سمجھنا کہ ہمارا ہاتھ ہے اور ان کی زبان کو ہماری زبان سمجھنا اور ان کے اس بول کو سننا کہ تم نے عہد کیا اس ضعیف سے۔ اس ضعیف کے پیر سے اور پیر کے پیر سے اور تمام مشائخ طبقات رضوان اللہ علیہم اجمعین سے۔ آنکھ کی اور زبان کی نگہبانی کرنا اور جلوۂ شریعت پر رہنا اور جب مولانا پوچھیں کہ تم نے قبول کیا تو کہنا ہاں قبول کیا۔ پھر وہ کہیں گے الحمد للہ اور قینچی لے کر سر کے دونوں طرف سے تھوڑے تھوڑے بال کاٹ دیں گے۔ اور تکبیر کہتے جائیں گے اور اپنے ہاتھ سے میرے نائب بن کر جو ٹوپی میں نے بھیجی ہے تمہارے سر پر رکھ دیں گے اور اس وقت بھی تکبیر کہتے جائیں گے، پھر دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے ہدایت کریں گے جب نماز پڑھ چکنا تو ان کے سامنے اس طرح آنا جس طرح پیر کے سامنے آتے ہیں اور کچھ نذر پیش کرنا جو اگر ہو سکے تو ہمارے پاس بھیج دینا ورنہ وہیں راہ خدا میں خرچ کر دینا۔ جب مولانا نظام الدین یہ کہیں کہ تم نے اس ضعیف سے عہد کیا تو ضعیف سے یہ سمجھنا کہ وہ خود ہم ہیں اسی طرح ہر قول کو سمجھنا پھر ہمارے اس ارشاد کو جو وہ نیابتاً اپنی زبان سے کہیں گے ہمارا سمجھنا۔

یعنی پانچ وقت نماز باجماعت گزارنا۔ جمعہ کی نماز اور غسل کو ناغہ نہ کرنا ہاں اگر کوئی شرعی عذر مانع ہو تو مضائقہ نہیں۔ ہر روز مغرب کی نماز کے بعد تین سلام سے چھ رکعت نماز پڑھنا اور ہر رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھنا۔ اس نماز کے بعد دو رکعت اور سلامتی ایمان کے لئے پڑھنا اور اسے ہمیشہ اس طرح پڑھتے رہنا کہ ہر رکعت میں سات سات بارہ سورۂ اخلاص اور ایک ایک بار قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس دونوں سورتیں پڑھیں اور سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کریں اور تین مرتبہ یہ دعا مانگیں یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ثَبِّتْنِیْ عَلَی

لِاُیمان یعنی اے وہ ذات جو زندہ و پائندہ ہے ہمارے قدم ایمان پر جمائے رکھ، پھر عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت اور پڑھیں جس کی ہر رکعت میں دس دس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا ہوگا اور سلام پھیرنے کے بعد ستر مرتبہ یا وھاّب کہنا ہوگا۔ اس طرح پر کہ "ھ" جس پر تشدید ہے سینے کے اندر سے نکل رہی ہے اور ہر ماہ میں چاند کی تیرہ، چودہ، پندرہ کو جو ایام بیض کہلاتے ہیں روزہ رکھنا ہوگا۔ اگر کسی وجہ سے ناغہ ہو جائے تو اسی ماہ میں پھر رکھ کر پورا کر لیں اور سفر و حضر کسی حالت میں نہ چھوڑیں۔

فائدہ نمبر 9

یادِ محبوب اور وقت کی معموری کے بیان میں

اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً میں تمہیں آدمیوں کا پیشوا بناؤں گا۔ اے فرزند یہ کار عظیم تمہیں دیا گیا ہے اس کے حق کی ادائی ضروری ہے انبیاء بھی اس بوجھ تلے دبے جاتے تھے، شرط کار یہ ہے کہ خلق خدا کی خیر خواہی اور نصیحت ہر وقت پیش رہے اس کی جفا و قفا پر صبر کرے اور کسی ملامت کرنے والے کی علامت کی پروا نہ کرے شکستگی اور بیچارگی کو اوڑھنا بچھونا بنائے بلکہ اور بڑھاتا رہے اور جس شے میں نقصان وزیاں کار ہو اس سے دور بھاگے۔ جن وانس کو پیدا کرنے سے مقصود صرف عبادت اور بندگی ہے محبت کی بات ہو یا معاشرت کی، دوستی کی بات ہو یا معاملہ کی، اگر وہ خدائے عز وجل لئے ہے تو کیا کہنا۔ یہ کام جو تم نے اپنے سر لیا ہے اس میں لازمی شرط یہ ہے کہ بندہ بذل ایثار سے کام لے۔ اللہ جل شانہٗ کی راہ میں خرچ کرے اور دوسرے لوگوں کی حاجتوں کو حاجتوں پر ترجیح دے اور اگر کل کے لئے کچھ نہ بچے تو کوئی اندیشہ نہ کرے۔ پھر ظاہر ساتھ اتنا نہیں بلکہ معافی کے ساتھ بہت زیادہ دل کو مشغول رکھے۔ دنیا کی وجاہت اور خدا کی آمد وشد کے لئے صورت بنانا کہ لوگ اسے دیکھیں اور ہجوم کریں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اس طرف بالکل خیال نہ کرے اور جو کچھ پیش آئے آئے، صرف اپنے کام یکطرفہ ہو کر مشغول رہے۔

فارغ چہ بود ز خود گذشتیم	ما را نہ غمے نہ غمگسارے

بہر حال جو سامنے آئے آئے تم اس طرف بالکل متوجہ نہ ہو نہ دائیں طرف دیکھو اور نہ بائیں طرف۔ سیدھے منہ اٹھائے صراط مستقیم پر چلے جاؤ۔

در ہر دو جہاں ہر چہ شود گو شو گو	وز دور زماں ہر چہ شود گو شو گو
مشغول بحق باش و ببر از دو کون	وز سود و زیاں ہر چہ شود گو شو گو

اے فرزند ہم نے جو بتایا ہے اسی پر قائم رہنا اور قدم پیچھے نہ ہٹانا، اگرچہ تم ہم سے بہت دور اور گو صحبت اور نور حضور سے بہت سی برائیاں اور خرابیاں دور اور دفع ہوتی رہتی ہیں تاہم

تدبیر ہے کہ جو کچھ ہم نے بتایا ہے اسے کرتے رہو اور تمام معاملات میں اسی تعلیم پر چلو۔ سرسری طور پر نہیں بلکہ توجہ دل کے ساتھ، تو گو مشرق و مغرب کا فاصلہ درمیان میں کیوں نہ ہو، ہمارے ہم زانو کہے جاؤ گے یہ ایک کلیہ اور اصل اصول ہے اپنے اوقات کو اوراد و اذکار سے معمور رکھو اور تمام اعمال و اذکار میں اس کلیہ پر عامل رہو۔

نصیحت ہمیں است جان برادر — کہ اوقات ضائع مکن تا توانی

مَنِ فَاتَ وَقْتَه فَقَدْ فَاتَ رَبَّه جس نے اپنے وقت کو کھویا اس نے اپنے رب کو کھویا۔ دنیا کے اشغال ہر سالک راہ کے مزاحم ہوا کرتے ہیں لیکن طالب خدا کو چاہیئے کہ اگر پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے تو بھی دوڑنے سے باز نہ رہے۔

یاد رکھو کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوا کرتا ہے لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ یہ ہادی مرشد ہے۔ مرشد کا جب دامن تھاما تو اس سے چپٹ جاؤ ذکر و مراقبہ تخلیہ و تجلیہ جو کچھ وہ بتائے اس پر عمل کرو لا الہ تخلیہ ہے اور الا اللہ تجلیہ ہے۔ مراقبہ کی حالت ہو یا اجتماع کی دونوں صورتوں میں دل میں آنے جانے والی باتوں کو روکو اور نہ آنے دو اور جو خدشات اور توہمات ان باتوں سے پیدا ہوں ان سے انکار کرو اور دفع کرو اس سے تجلیہ و تخلیہ حاصل ہوگا، اگر ایک ہادی کی پیروی تمہیں میسر ہو گئی تو یہ بڑی نعمت ہے اس کے بڑے اثرات دیکھو گے۔ اس باغ سے جتنے معرفت کے پھل تمہیں نصیب ہوں گے اتنی ہی نعمت زیادہ ہوگی۔ کسی دین میں ان دو صفتوں کے بغیر سلوک طے نہیں ہو سکتا۔ سوائے اس طلب کے جو عزم و ھم کی شدت کے ساتھ ہو اور بجز اس تزکیہ نفس کے جو کمال حضوری کے ساتھ ہو اس معشوقہ تک لے جانے والا اور کوئی نہیں۔ اگر حضوری بکمال کو تم تخلیہ و تجلیہ کا نام دو تو بھی جائز ہے۔ لوگوں سے صحبت کم رکھنا اور کم کھانا پینا لازمۂ حال ہے۔ عاشقوں سے پوچھو کہ معشوق کے بغیر ان کا کیا حال ہوتا ہے محنت و بلا اور معشوقہ کی یاد عاشق کی غذا ہے، اگر مواجہہ یار ہے تو تجلیات حسن کی بجلیوں سے اضطراب ہے اور اگر درمیان میں پردہ آ گیا ہے تو عدم حضوری سے بیقراری ہے۔ کھانا پینا کہاں، خواب و خور کہاں، غیر یار سے صحبت کہاں۔

باغم تو الفت و ہم خانگی — از دگراں وحشت و بیگانگی

عاشق صادق نہ سوائے دوست کے اور کسی کو دیکھتا ہے اور نہ سوائے اسی کے ذکر کے اور کچھ

پسند کرتا ہے۔ اس کے منہ سے جب نکلتا ہے تو دوست ہی کا نام نکلتا ہے۔ اسی کے خیال میں
مستغرق ہے اور کچھ گفت ہے اور نہ شنید۔ یہ منزل گم شدہ اور بیخود لوگوں کی ہے نہ کچھ اپنا خیال
اور نہ رشتہ داروں کا بلکہ ایک لحظہ کے لئے بھی خلق کے ردو قبول پر نظر مت ڈالو ورنہ دیدار دوست
سے محروم ہو جاؤ گے نعوذ باللہ منہا اور اسے ضائع ہونے مت دینا اور نوافل و فرائض میں مشغول
رہنا لاَنَّ مَنْ فَاتَ وَ قْتَہُ فَقَدْ فَاتَ رَبَّہُ اس لئے کہ جس نے اب وقت کو ہاتھ سے کھویا
نے اپنے رب کو کھویا۔

فائدہ نمبر 10

مجاہدہ وریاضت وتعمیل حکم پیر کے بیان میں

ہمارا یہی مطلب ومقصود ہے کہ جولوگ ہم سے تعلق پیدا کریں وہ ماسویٰ اللہ سے منقطع ہوکر اپنا وقت تنہائی میں گزاریں اور مدام شغل میں بسر کریں۔ خواجہ نظام الدین احمد بدایونی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پیرومرشد سے ایک مرتبہ استدعا کی کہ حضور میں چاہتا ہوں کہ ہرجائی نہ بنوں۔ شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا مگر مجاہدہ شرط ہے۔ پس آپ نے بہ تقلید شیخ صوم دوام اختیار کیا، پس تم بھی مجاہدہ اور ریاضت کو آخروقت تک لازم کرلو سب سے کہہ دو کہ جو مرید کہ فاصلہ کے لحاظ سے پیر سے دور ہے مگر اس کے فرمان پر قائم اور جو اسے حکم دیا گیا ہے۔ اس پر عامل ہے اور رضائے پیر کا خواہاں اور ہر وقت یادالٰہی کی طرف متوجہ ہے وہ دور نہیں بلکہ قریب ہے اور ہم زانوئے پیر ہے اور جو اپنے شیخ کے فرمان پر نہیں چلتا تو عیاذاًباللہ گو اس کا مکان بہت قریب ہو مگر وہ اتنا دور ہے جتنا مشرق سے مغرب۔

فائدہ نمبر 11

عشق ووصول وذکر وقرب کے بیان میں

اس دنیا میں سب سے بہتر کام طلب خدائے عزوجل اور اس کا وجدان وعرفان ہے۔ گو کل موجودات کیا حجر کیا شجر کیا فرشتہ کیا جن کوئی اس کی معرفت سے خالی نہیں لیکن انسان کو ایک خاص عرفان وجدان نصیب ہوا ہے جس سے بہت ہی کم مخلوق آگاہ ہے۔ یہ عرفان خاص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے پیروؤں کے ساتھ مخصوص ہے۔ معرفت کے لئے یہ ضرور ہے کہ یہ خیال بطور دوام جگہ کرلے کہ وہ معشوق کی خدمت میں حاضر اور اس کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ جب یہ توجہ بطور تام حاصل ہو جائے گی تو طالب یا تو اس کے دروازے پر پڑا رہے گا یا اس کے کام میں رہے گا۔ اس کے لئے لازم ہے کہ ماسوائے اللہ سے دل کو پاک وصاف کر کے اخلاق کی درستی اور تزکیہ کی کوشش کرے دل میں سوائے اس کے اور کسی کا خیال نہ آئے۔ تصور میں بس اسی کی صورت اور زبان پر بس اسی کا ذکر رہے جب بات کرے تو اسی کے لطف وکرم کی اسی کے وفا وجفا کی۔ اسی کے بخشش وعطا کی۔ اس میں کبھی یہ ہوگا کہ غلبہ حال میں معشوق کے ناز وکرشمہ ولب ورخسار کی باتیں بھی منہ سے نکلنے لگیں گی۔ مگر یہ سب پرکار محبت کی گردشیں ہوں گی۔ معشوق کے کوچہ میں جس بہانہ سے ہو آتا رہے بلکہ مسکین وعاجز وخستہ وار اس کی گلی میں ایک تنکا کی طرح پڑا رہے طرح طرح کی تدبیریں کرے، طرح طرح کے ٹونے ٹوٹکے کرے کہ کسی طرح حصول مقصد نصیب ہو۔ کوئی ایک دروازہ کھل جائے اسی کوشش میں اس کے دروازے اور درگاہ کے بیٹھنے والوں اور اس بارگاہ کے رہنے والوں سے ملاقات اور دوستی پیدا کرے تاکہ معشوق تک رسائی کا سامان ہو بلکہ یہاں تک کوشش کرے کہ آشنائی خاص حاصل ہو جائے۔ اس کوشش میں خواہ جان صرف کرنی پڑے خواہ مال، خواہ جاہ کام آئے، خواہ عزت وجلال، اس درگاہ کے کمترین بندوں کے کمترین غلام بن جائے انہیں لوگوں سے کام نکلا کرتا ہے اس لئے انہیں سے موافقت پیدا کرنا ضرور ہوتا ہے۔

طالب کو چاہیئے کہ ہمیشہ ذکر ومراقبہ اور فکر وتلاوت میں مشغول رہے۔ جس حال میں رہے اس کی مناسبت سے فکر وذکر کرے اور امید وبیم میں رہے، یعنی یہ امید رکھے کہ ایک دن مقصود ضرور

حاصل ہوگا اور معشوق ومطلوب کے حضور تک پہنچ جائے گا۔لیکن ڈرتا بھی رہے کہ محبوب مرتبہ والا ہے۔ایسا نہ ہو کہ کسی بے ادبی سے دھتکار دیا جائے اور آغوش سے ہٹا کر دروازہ کے باہر اور در سے ہٹا کر یاوہ گرد نہ کر دیا جائے کبھی اس کے بہاو جمال میں دارفتہ اور کبھی اس کے کمال و جمال میں مضطرب وآشفتہ رہے۔طالب یا تو مسجد یا گورستان میں یا جنگل اور ویرانے میں رہتا ہے یا ان مشائخ اہل ارشاد اور عارفان امجاد کی خدمت میں رہتا ہے جن کی ملازمت کے بغیر کام نہیں چل سکتا یعنی جب تک کوئی اس کی رہبری نہ کرے گا وہ ہرگز مراد کو نہ پہنچے گا۔پس اے بھائی جو کچھ پاس ہے سب ان پر سے تصدق کر دو اور جو عزت و شرف حاصل ہے سب ان پر نثار کر دو اس لئے کہ سب سے اہم کام اخلاق کی زینت و آراستگی ہے تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ وَ تَصَفُّوا بِصِفَاتِهِ اللہ جل شانہ کے سے اخلاق سیکھو اور اسی کی سی صفت اختیار کرو جب تک کہ اس کی صفتوں سے متصف نہ ہو گئے اس کی ذات کا مشاہدہ نہیں نصیب ہو سکتا۔افسوس کہ یاروں نے نفس ذلیل سے انس پیدا کر لیا ہے اور اللہ کی طرف سے فارغ و بے غم ہیں۔

اے فروماندگان بے مقدار	در چہ کارید و در چہ مصلحت اید
در قدح جرعہ وما ہشیار	در جہاں شاہدے وما فارغ

اے جوانمرد یہ آگ تیرے سینے سے کیوں نہیں بھڑکتی اور تیرے دل میں کیوں نہیں جگہ کرتی! ہائے یہ کیا ہو گیا ہے اے یار عزیز و برادر شفیق طلب کرو طلب اور اس راہ میں جما کر قدم رکھو،لیکن جب تک کوئی رہبر نہ ہوگا اور اس کی پیروی نہ کرو گے راہ مقصود دکھائی نہ دے گی اور منزل کا نشان نہ ملے گا۔میرے خواجہ فرمایا کرتے تھے کہ جو کوئی بغیر پیر کے جلدی سلوک طے کرتا جائے گا اس کی مثال اس رسی بٹنے والے کی طرح ہے جو جس قدر اور آگے بڑھے گا اسی قدر پیچھے کھلتا جائیگا اور سب سے پیچھے چلے گا۔طالب کو لازم ہے کہ ہر وقت اوراد و وظائف میں مشغول رہے اشراق و چاشت تہجد واوّابین کی نمازیں۔فی زوال (سایہ ڈھلنے کے وقت) کی نماز،اوقات مرجوہ (یعنی جب قبولیت کی امید ہے اس وقت) کی نماز شام کے وقت ہو یا صبح کے وقت۔انہیں برابر پڑھتا رہے یہی سب ہمارے ہاں کے ٹونے ٹوٹکے ہیں۔ایک دروازہ سے نہیں بلکہ مختلف دروازوں سے اندر داخل ہو۔ہر دروازے کو کھٹکھٹاؤ پھر دیکھو کہ کس دروازہ سے فتوح روح ہوتی اور عروس روح تجلّی فرماتی ہے۔تحقیق یہ ہے کہ جب تک یہ سب کام نہ کرتے رہو گے کامیابی کا منہ نہ دیکھو

گے اور یہ سب ظاہری اسباب یا باطنی نعمتیں اس وقت تک نصیب نہ ہونگی جب تک کہ طلب میں شدت اور محبت میں غلبہ نہ ہو۔ یہ شے سب پر مقدم ہے جس راہ پر کہ میں بلا رہا ہوں اس میں ایسی تجارت ہے کہ جتنا زیادہ نقصان ہوگا اتنا ہی فائدہ زیادہ ہوگا وہ کون خوش نصیب جوانمرد اور کس باپ کا جایا ہے جو اس راہ میں نقصان برداشت کرنے اور نفع کمانے پر آمادہ ہے۔ لوگ آبِ رواں پر نقش کاڑھنا اور اس سے عشق بازی کرنا چاہتے ہیں۔ سبحان اللہ اس طرح کبھی کعبہ وصال تک نہیں پہنچ سکتے شور زمین میں کاشت کرتے اور فصل درو کرنا چاہتے ہیں بہرحال اگر اس عالم کو کوئی نقد شے تمہارے ہاتھ لگ گئی ہے تو زہے بخت ورنہ وائے محرومی۔ اس بیچارے پر صد ہزار افسوس ہے جو محروم رہا۔ خبردار طلب کا دامن مت چھوڑنا اور ادھر ادھر نظر مت ڈالنا۔ اس نعمت کے سوا جو کچھ ہے وہ ہزل و ہزیان ہے، جس طرح کیمیا گر پارے کو کھرل میں ڈال کر گھوٹتا ہے، تم بھی جب تک اس طرح گھوٹے اور رگڑے نہ جاؤ گے کام نہ بنے گا۔ بس اس راہ میں بھسم ہو جاؤ واللہ جب تک کہ تمہیں محبت کی چنگاری اور معرفت الٰہی کی سرخ گندھک نہ ملے گی تمہارے وجود کا تانبا کبھی سونا نہیں بن سکتا۔

نصیحت کرو بکنو ساں اگر آزادۂ بستاں ۔۔۔ وگر گوئی کہ نستانم غلام تست بکنو ساں

فائدہ نمبر 12

معرفت الٰہی کے بیان میں

وہ شے جس کی طلب سب سے زیادہ کرنی چاہیئے اور وہ مقصد و مراد جو سب سے زیادہ پیاری اور اہم شئے ہے معرفت الٰہی ہے۔ یہ نعمت اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ محبت نہ ہو۔ محبت کی دو قسمیں ہیں ایک عام اور دوسری خاص جب پہلی جلوہ گر ہوتی ہے تو بندہ امتثال اوامر یعنی بجا آوری احکام کی طرف دل لگاتا ہے اور دوسری یعنی خاص قسم جیسا کہ اس کا نام ہے ویسے ہی اس کی حقیقت ہے۔ یہ شئے لطف محض اور اللہ تعالیٰ کی دین ہے، کسب سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کی علامت تزکیہ نفس اور توجہ تام ہے جسے یہ دو نعمتیں نصیب ہوئی تو سمجھو اسے محبت کی نعمت بھی عطا ہوئی۔

تزکیہ نفس کم کھانے، کم بولنے اور کم ملنے جلنے سے حاصل ہوتا ہے۔ استقامت شرط کار ہے مگر توجہ تام بغیر پیر و مرشد کی تلقین کے میسر نہیں ہوتی، اگر پیر و مرشد اپنی صورت کے تصور اور حضوری کے لئے کہے تو اس میں مصلحتیں ہوتی ہیں۔ آدمی بن دیکھی چیز کا تصور مشکل سے کرسکتا ہے۔ شیخ کی صورت اس کی دیکھی بھالی ہوتی ہے۔ اس کا تصور ممکن ہے اور یہ بات جلد حاصل ہو جاتی ہے۔ اس طرح جب دل جمعی پیدا ہوئی تو مرید آسانی سے آگے ترقی کرسکتا ہے۔ تصور حضور میں جو بات پیدا ہوتی ہے وہ گو مراقبہ کرنے پر بھی حاصل ہوتی ہے لیکن ہر وقت اپنے آپ کو پیر و مرشد کی حضوری میں تصور کرنے میں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اتفاق سے کبھی کبھی دونوں کے قلب ایک دوسرے کے آمنے سامنے آجایا کرتے ہیں اور محاذات ٹھیک بیٹھ جاتا ہے پھر پیر کے قلب سے مرید کو براہ قلب فیض پہنچتا ہے وہ بھی ایسا فیض کہ جو کچھ پیر نے سو ریاضتوں میں حاصل کیا تھا وہ مرید کو باوجود اس کی گونا گوں گرفتاریوں کے بہ آسانی حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ آفتاب کا عکس اس پانی میں پڑ رہا ہے جو اس کے محاذی ہے، اس پانی کے سامنے ایک دیوار ہے اس پر بھی یہ عکس پانی پر سے چمک کر پڑ رہا ہے جسے عکس کا عکس کہنا چاہیئے۔ یہی حال مرید کے قلب پر عکس پڑنے کا ہے، جو کچھ پیر نے ساری عمر میں طرح طرح کی محنت و مشقت سے کمایا تھا طالب کو پہلے ہی قدم میں حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ نعمت قلم و زبان سے بیان

نہیں ہوسکتی۔ طالب کو جب اس کا ادراک ہوتا ہے تو پہلے پہل اس کی سمجھ میں نہیں آتا مگر تلقین پیر
جس قدر بالمشافہ مفید و موثر ہوتی ہے، غائبانہ طور پر خط و کتابت سے اتنی مفید و موثر نہیں ہوتی گو
اس کا بھی کچھ اثر ہوتا ہے اور فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ یہ کہنا کہ شہد ایسا ہوتا ہے اس کا مزہ ایسا ہوتا
ہے اور بات ہے اور پیر کا اس کے چند قطرے منہ میں ڈال دینا اور بات ہے۔ یہ کام پیر و مرشد
کے حضور میں بنتا ہے اور جو دولت اور اثر نصیب ہوتا ہے وہ اور ہی بات ہے۔ دل کی آنکھ اگر
بینا ہے تو بیناتر ہو جاتی ہے اس کام میں مداومت کی بہت ضرورت ہے۔ فتح باب کا انتظار کرنا
اور امید رکھنی چاہئے، تاوقتیکہ بندہ خدا کے ساتھ ایک نہ ہو جائے، یعنی جدھر دیکھے خدا ہی کو
دیکھے۔ جانے پہچانے تو صرف اسی کو جانے پہچانے نہ اس کے سوا اور کوئی نظر آئے اور نہ سوائے
اس کے کسی اور کی واقفیت و شناخت باقی رہے، اگر یہ بات نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں۔ میدوار رہو
داتا بہت سخی ہے۔

فائدہ نمبر 13

محبت الٰہی و حضوری دل و رضا بالقضا کے بیان میں

نماز پڑھنا روزے رکھنا، خیر خیرات کرنا یہ کام تو بیوہ بڑھیا بھی کر لیا کرتی ہے۔ طالبان خدا کے کام اور ہیں جو بغیر پیر کی مدد کے نہیں ہو سکتے، اس درخت کا پھل محبت الٰہی ہے۔ یہاں عقل گم اور دل پردۂ عدم اور جان حیرت و ہیجان میں ہے۔

یاد رکھو کہ بغیر حضوری قلب کوئی عبادت، عبادت نہیں اور کوئی طاعت، طاعت نہیں اور حضوری قلب صرف پیر کی توجہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے سامنے رہنے کی ضرورت ہے۔ غائبانہ خط و کتابت سے کام لینا کافی نہیں۔ ہاں اگر پیر کے حکم پر عمل کیا جائے تو حضوری دل بہ آسانی حاصل ہو سکتی ہے۔ لوگ اسے محال کہتے ہیں، مگر یہ کوئی محال شئے نہیں۔ مشکل بے شک ہے، مگر عجب بات ہے کہ ایسی مشکل شے پیر کے واسطے سے سہل بلکہ سہل ترین، ممکن اور قریب الحصول ہو جاتی ہے۔

یہ مردوں کے کام ہیں، اگر عورتیں بھی انہیں کریں تو وہ بھی مردوں میں شمار ہوں گی اور اگر مرد پست ہمتی کریں اور عورتوں کے سے کام کریں اور ہوائے نفس کی غلامی میں گرفتار رہیں تو وہ مرد عورت ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔

زندگی ہمیشہ عبادت الٰہی میں گزارنا چاہئے اور اگر دور و نزدیک کے عزیز رشتہ دار ہوں تو ان کا حق ادا کرنا اور جیسے کہ چاہیئے اچھی زندگی بسر کرنا اور اس جہاں سے صرف نیک عمل لے جانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

سن لو جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے وہ خالق خیر و شر ہے جیسا وہ کرے اس پر راضی رہو اور ہرگز ہرگز ناخوشی کا اظہار نہ کرو، تمہارے غم و غصے سے سوائے نقصان کے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور وہی ظاہر ہوگا جو اللہ شانہ کی مرضی ہے، ارادہ اسی کا ارادہ ہے، علم اسی کا علم ہے وہ قادر مطلق ہے اگر کہے کہ ہم سر پر تلوار کا وار کرتے ہیں تو دم مت مارو سر جھکا دو اگر کہے کہ جگر کو پارہ پارہ کرتے ہیں تو خبردار آہ تک مت نکالو، اگر وہ دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو پیشانی پر

شکن تک مت لاؤ۔ مگر ہاں وہ غفور ورحیم ہے بڑا عفو فرمانے والا اور کرم کرنے والا ہے اس سے ہمیں مغفرت ورحمت عفو وکرم ہی کی توقع ہے۔ بندہ کو سوائے اس کے آستانہ پر سر رکھ دینے کے اور کوئی چارہ نہیں۔

چہ چارہ باشد بیچارگان درد ترا — جز آں کہ بر سر خاک درِ تو خوں بازند

یہی مردوں کے کام ہیں۔

فائدہ نمبر 14

فراغتِ دل سے یادِ الٰہی کرنے کے بیان میں

اس سے بڑھ کر کونسی دولت ہو سکتی ہے کہ تم فراغت کے ساتھ، آنے جانے والوں، دوست دشمن، آشنا و بیگانہ، سب کی مزاحمت سے محفوظ اپنے خدا کی یاد میں مستغرق رہو۔

بہ فراغ دل زمانے نظرے بہ خوب روئے
بہ ازاں کہ چتر شاہی ہمہ عمر ہائے و ہوئے

تمہیں لوگوں کی صحبت سے کیا کام، تعلیم وتعلّم سے کیا نسبت، وضو و نماز اور جو کچھ لازمات دین ہیں انہیں کافی جانتے ہو اب خدائے عزوجل کی یاد میں مستغرق رہو۔ جس روز کوئی تمہارے پاس نہ آئے نہ تم کسی کا منہ دیکھو اور نہ کوئی تمہارا منہ دیکھے، اس روز گویا تمہاری معراج ہے جو لوگ حمام کی تصویروں سے امید وصال اور کھاری مٹی سے کھیتی کاٹنے کی توقع رکھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے جو لوگ پانی پر نقش بناتے ہیں یا بدکاروں سے عشق بازی کر کے امید وفا رکھتے ہیں انہیں دیدار یار نصیب نہیں ہو سکتا۔ جس لمحہ تمہارے دل میں غیر خدا کا خطرہ آئے اس لمحہ اپنے آپ کو مشرک و بت پرست سمجھو۔

فائدہ نمبر 15

محبت الٰہی کے بیان میں

محبت تین قسم کی ہے، ایک محبت عامہ ہے۔ تمام علمائے تفسیر واحادیث اور استادان فقہ متفق ہیں کہ خدائے عزوجل کی محبت سے مراد اس کے احکام کی فرمانبرداری ہے۔ عقل بھی یہی کہتی ہے۔ نفس بھی یہی جانتا اور سمجھتا ہے چنانچہ رابعہ عدویہ کہتی ہیں۔

تُعصِیْ الالٰہ وَاَنتَ تظھرُ حُبَّہٗ   ھٰذا العَمرِیْ فِی الفِعَالِ بَدِیْعٌ

لَوکَانَ حُبُّکَ صَادِقاً لَاطَعتَہٗ   اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُحِبُّ مُطِیْعٌ

یعنی اللہ جل شانہٗ کی نافرمانی کرتے ہو اور پھر یہ بھی کہتے ہو کہ مجھے اس سے محبت ہے یہ عجیب بات ہے۔ اگر تم اپنی محبت میں سچے ہوتے تو ضرور اس کی فرمانبرداری کرتے۔ اس لئے کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کی ہمیشہ اطاعت کیا کرتا ہے۔

دوسری قسم محبت خاصہ ہے۔ اس کے بھی تین حصے ہیں۔ محبت افعال، محبت صفات اور محبت ذات، محبت افعال میں صانع کے مصنوعات کا نظارہ ہوتا ہے۔ اس میں اندیشہ یہ ہے کہ تبقاضائے بشریت بندہ ان مصنوعات ہی کی محبت میں مبتلا ہو کر نہ رہ جائے۔

دوسری محبت صفات ہے، جتنے حسین وجمیل ہیں وہ سب جمال الٰہی سے اکتساب جمال کرتے ہیں۔ خود اللہ جل شانہٗ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ اللّٰہ نور السمٰوات والارض نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح یعنی اللہ آسمانوں اور زمین کا اجالا ہے۔ اس کے نور کی مثال چراغ کی سی ہے (آخر آیت تک پڑھ جاؤ) یہ آیت ہے اور وہ حدیث واقوال ہیں اور محبت صفات کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اسی زنجیر میں بہت سے مجذوب وسالک گرفتار رہ گئے ہیں اور قید سے خلاصی نصیب نہ ہوئی۔ ذات جو اس پردہ کے پیچھے ہے اس کی طرف نظر نہ گئی اور جس ذات نے نعت لطف و جمال اور صفت رحمت وکرم کی صورت میں جلوہ فرمایا ہے ادھر نگاہ نہ تھی۔ بہت سے بڑے بڑے لوگوں کو اس میدان میں رہ جانا اور بہت سے راہ چلنے والوں کو یہیں گرفتار بلا ہونا پڑا ہے ملحد وزندیق ہو گئے ہیں۔ اس گھاٹی سے جان بچا لینا سوائے پیر کی عنایات کے ممکن نہیں۔ محبت ذات اسی کی عنایت وتوجہ سے حاصل ہو سکتی ہے اور بس۔

تیسری قسم محبت اخص الخواص ہے وہ ذات مقدس ومطہر کی محبت ہے۔ ابرار واحرار کی زبان و فعل سے اس کا بیان نہیں ہوسکتا۔ یہاں بیان کا دروازہ بند اور عقل کی زبان پر گرہ لگی ہوئی ہے اَللّٰھُمَّ لاَ اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ یعنی اے بارالٰہی تیری تعریف کا احصی ہم نہیں کر سکتے تو ویسا ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی ثناء کر کے فرمایا ہے اسے ایک اشارہ سمجھو اَلْعِجْزُ عَنِ الْمَعْرِفَةِ مَعْرِفة (یعنی معرفت الٰہی سے اپنی عاجزی اور بیچارگی کو جاننا بھی ایک معرفت ہے) جو ایک رمز ہے اس پر غور کرو۔ خبردار دھوکہ دینے والوں کے دھوکے میں مت آنا اور ان کی پیروی نہ کرنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور یہ نعمت نہیں نصیب ہو سکے گی۔

"ترا ممکن چنیں دولت تو از بے دولتی غافل"

مگر ایک لحہ کے لئے بھی ہوس نفس کے پھندہ میں نہ پڑنا، کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس جہاں سے چلے جاؤ اور اس دولت نقد میں سے کچھ بھی تمہارے حصہ میں نہ آئے۔ ایک وقت ایسا آئیگا کہ اپنے تمام کئے پر پشیمان ہونا پڑے گا۔ پس غافل اور بے غم مت بیٹھو۔ آخر تمہیں خدا کے ساتھ رہنے میں کیا نقصان ہے اگر کسی بے حقیت خیالی وفانی شے کو دے کر اس نعمت کو خرید لو اور ایک ذلیل شے کے بدلے خدا تمہارے ہاتھ آئے تو کیا یہ کوئی نقصان وزیاں کی بات ہے۔ چلے آؤ چلے آؤ ابھی وقت باقی ہے دروازہ کھلا ہوا ہے۔ درباں مزاحم کار نہیں اور راہ گزر عام ہے۔ تم ہی کیوں محروم رہو، امید ہے کہ سب مسلمان اپنے اپنے راستہ پر ہولیں گے اور مقصود سے محروم نہ رہیں گے۔

فائدہ نمبر 16

ضرورت صحبت وارشاد پیر ومحبت الٰہی کے بیان میں

جو کوئی تنہائی میں زندگی بسر کرے اور کھانے پینے میں کمی کرے اس میں نور اور صفائی قلب پیدا ہو جائے گی۔ جو خواب دیکھے گا صحیح اترے گا جو بات اس کے دل میں آئے گی تقدیر کے موافق ہو گی۔ اس عمل سے ہر قسم کے لوگ اس سے محبت کرنے لگیں گے اور معتقد ہو جائیں گے مگر اہل طریقت کے نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ مقصود جو ہے اس سب سے بہت دور ہے اور وہ بجز پیر کی صحبت کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایک مشفق پیر کے ارشاد کی بہت ضرورت ہے اس کے بغیر اس مقصد تک جو سب سے زیادہ بڑا، سب سے زیادہ اہم ہے پہنچنا دشوار ہے۔ پس پیر کی ملازمت صحبت واطاعت اختیار کرو۔ وقت بہت قیمتی ہے اور عمر تھوڑی رہ گئی ہے اور غفلت جو طاری ہے ایک جنونی کیفیت رکھتی ہے جانتے بھی ہو یہ غفلت کس چیز سے ہے۔

در جہاں شاہدے و ما غافل   در قدح جرعہ و ما ہشیار

کوشش کرو۔ گو عمر اخیر ہے مگر ممکن ہے اب بھی یہ نعمت نصیب ہو جائے۔

ایک حکایت سنو! ایک سوداگر کے پاس ایک لونڈی تھی اس سے ایک نوجوان کو عشق ہو گیا۔ اس غم میں گھلتے گھلتے وہ بیمار پڑ گیا سب طرح کے دارو درمن، ٹونے ٹوٹکے کیے گئے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایک دن ماں نے پوچھا۔ پوت تو میرا گوشت و پوست میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ بتا تو سہی کہ معاملہ کیا ہے اس نے ماں کی شفقت دیکھ کر سب حال بیان کر دیا۔ ماں نے کہا یہ کونسی بڑی بات ہے۔ سوداگر کے یہاں پیام بھیجا کہ لونڈی کو ہمارے ہاتھ بیچ دو۔ اس نے انکار کیا۔ ادھر اس کنیز کی حالت بھی خراب تھی اپنے آپ گھل رہی تھی۔ حتیٰ کہ اسے دق ہو گئی۔ سوداگر نے یہ دیکھ کر سودا کر لیا اور کنیزک اس گھر میں آئی۔ نوجوان کے سب اعزا آ گئے اور بتدریج اسے محبوبہ کے آنے کی خبر دینی شروع کی کہ کہیں شادی مرگ نہ ہو جائے۔ غرض جب وہ سامنے آئی تو لڑکے نے سب کو کہہ دیا کہ راستہ خالی کر دو تا کہ میں اس جمال جہاں آراء پر ایک نظر ڈال سکوں۔ جس وقت نوجوان کی نظر اس کوکب دری پر پڑی دونوں ہاتھ بغلگیر ہونے کے لئے پھیلا دیئے لوگوں نے لڑکی کو سینہ پر ڈال دیا۔ دونوں کا سینہ سے سینہ ملا اور لڑکا جان بحق تسلیم ہو گیا۔ یہ عشق کی ایک کمترین تجلی تھی

پس اس تجلی اور نعمت کا کیا پوچھنا جو جمال و جمیل دونوں کے خالق کی تجلی ہو۔ جب اس بھید کی طلب سر پر سوار ہوگی تو کیا حال ہوگا۔ اب سنو کہ ہم جو ہر ایک کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتے اور مرید کو لیتے ہیں تو اس لئے کہ ہم اسی کام کے لئے بنائے گئے ہیں کہ اس بھید سے لوگوں کو آشنا کریں۔ ہماری مثال ایک شکاری کی سی ہے جس نے جال بچھا دیا ہے اور مرغ زیرک کا انتظار ہے اس اثناء میں چھوٹی موٹی چڑیں بھی جال میں آجائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اگر جاہ تمہارے لئے مانع ہے تو اسے کوئیں میں ڈالو اور اگر کوئی اور شے دامن گیر ہے تو اس پر بھی مٹی ڈالو اور آؤ ادھر آؤ۔

چہ بکونین می شوی مغرور ہر دو عالم بدو مبادلہ کن

فائدہ نمبر 17

ترک ماسویٰ اللہ اور حصول قرب الٰہی کے بیان میں

خدا کی یاد اور اس کے کام کے سوا جو کچھ بھی ہے سب خرافات ہے لہو ولعب ہی نہیں بلکہ ممنوع ہے۔ کیا جو شے خدائے عزوجل سے باز رکھے وہ ممنوع نہ کہی جائے گی؟ ایسی باتوں میں خبردار مت پڑنا۔ کہیں آب رواں پر کوئی نقش بنایا جاسکتا ہے۔ شور زمین میں کھیتی کرنے سے کچھ فائدہ حاصل ہوسکتا ہے؟ اندھیرے راستے میں آفتاب عالم تاب کا انتظار مت کرو۔ سب کو دل سے دور رکھو اور صرف خدا کو اس میں جگہ دو پیر سے مدد لو اور این و آن میں دل مت اٹکاؤ۔ اس میں شک نہیں کہ تدبیر معاش لابدی شے ہے مگر اس میں اتنا انہماک نہ چاہیئے کہ بندہ خدا کو بھول جائے اور اس کی یاد میں غفلت کرنے لگے۔ استغفر اللہ

جو شے کہ خدائے عزوجل سے باز رکھے وہ حرام ہے اس میں کبھی برکت نہیں ہوتی اس تھوڑے کو بہت سمجھنا، خبردار یہ گمان نہ کرنا کہ کہاں میں اور کہاں یہ کام، ہر شخص میں خدائے وہاب نے اس کی استعداد و قابلیت رکھی ہے جو میں کہتا ہوں اور جو پیروں نے کہا ہے اس پر عمل کر کے دیکھو تو سہی۔ ایسا جہان نظر آئے گا کہ کبھی نہ آنکھ نے دیکھا اور نہ کبھی وہم کا ادھر سے گزر ہوا ہوگا۔ ہماری بھی عجب حالت ہے ہر شخص سے چاہتے ہیں کہ ادھر آئے۔ ہاتھوں میں شراب محبت الٰہی کا خم لئے کھڑے ہیں۔ شراب جوش مار رہی ہے اور راہ گیروں کے لئے سبیل رکھی ہوئی ہے ایک شخص اس میں سے قدح بھر کر صدا لگا رہا ہے حی علی الراح والریحان۔ یہ لو رحمت و رزق الٰہی کے پیالے پیو۔ لیکن لوگوں کی یہ بے پروائی ہے کہ کوئی ادھر رخ ہی نہیں کرتا اور ہماری صدا پر لبیک ہی نہیں کہتا۔ کب تک آخر اس اندھیری کوٹھری میں رہنا ہے آخر ایک دن سب سامان اٹھا کر صحرائے عدم میں بستر لگائیں گے۔ بیگانوں سے خلاصی حاصل کرنے کی خوشی منائیں گے اور اپنے نشان علم میدان لاہوتی میں نصب کریں گے اور اطراف عالم کو آراستہ پیراستہ کریں گے اور جہاں اپنا ماویٰ اور جائے قرار ہے وہاں گھر بنائیں گے اپنے وقت کے خود مالک و سلطان ہوں گے۔ روحانی اشیاء روحانی عالم کے باشندوں کو تحفظ دیں گے اور پھر اس سے آگے اور اونچے اڑیں گے حتیٰ کہ ایک کے ساتھ ایک ہو جائیں گے یہاں تک کہ اپنا نشان بھی باقی نہ رہے گا خود ہی اپنی باتیں، خود اپنے سے، اپنے ہی حال کی اپنے ہی نفس سے کریں گے۔ والسلام۔

فائدہ نمبر 18

محبت الٰہی کے بیان میں

اللہ جل شانہٗ کا ہر حال میں شکر ہے، آرام میں بھی، تکلیف میں بھی، نرمی میں بھی، گرمی میں بھی اور سب تعریفیں ہر حال میں اسی کے لئے ہیں پھر درود نا محدود اس ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو جو تمام انبیاء کے سردار ہیں اور آپ کے اصحاب و اولاد وعترت پر۔

تمام اہل تحقیق کے سامنے یہ مسلّم ہے کہ تمام کاموں میں سب سے بڑا کام اور تمام مقصدوں میں سب سے اہم مقصد محبت اللہ جلّ وعلیٰ ہے۔ محبت کے اسلوب کے اسبات و موجبات طرح طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک عقلمند آدمی یہ سوچتا ہے کہ جب ہر شے فنا ہونے والی ہے تو عمر کو کس کام میں صرف کرنا چاہیئے۔ سب سے بہتر اور عمدہ شئے عبادت الٰہی ہے مگر اسے بھی فنا ہے۔ آج ایک آدمی نماز پڑھتا ہے بہترین طریقہ پر، تمام شرائط پورے پورے ادا کر کے پڑھتا ہے۔ کل قیامت کے روز اسے اس نیکی کا پھل ملے گا، لیکن نماز کہاں ہوگی؟ صرف ورطۂ خیال میں، جنت انعام واکرام کی جگہ ہے مشقت وتکلیف کی جگہ نہیں وہاں یہ ریاضتیں کہاں اور اگر کوئی پڑھے گا تو جہاں اور بہت سی لذیذ ومرغوب اشیاء وہاں ہوں گی لذت لینے کیلئے وہاں ایک یہ شے بھی ہوگی یعنی لذات میں اس کا بھی شمار ہوگا مگر نماز نہ ہوگی جب اس کا یہ حال ہوگا تو اس جہاں کی اور اشیاء یعنی مال وجاہ وقوت وعیش سے تمتع کا کیا ذکر۔ لیکن محبت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو دوام ہے وہ رہے گی وہ ازلی وابدی ہے۔ جب محبوب خود ازلی و ابدی ہے تو اس کی دوستی بھی ایسی ہوئی۔ پس جس کو قلب سلیم عطا ہوا ہے وہ سب کو پس پشت ڈال کر صرف محبت الٰہی کی طرف رخ کرتا ہے۔ حکیم ثنائی فرماتے ہیں کہ حکمت وہمت کا یہی تقاضا ہے کہ سوائے اللہ جل شانہٗ کے اور کسی کی طلب میں عمر عزیز صرف نہ کی جائے۔ ہاں ایسا ہی ہے مگر میری بھی بات سن لو طالب جس میں محبت کا مادہ بھر دیا گیا ہے اور عاشق جو سوز و گداز عشق میں مبتلا ہے وہ دوسری ہی شے ہے وہ اس سب کے پرے ہے۔ اس کا باطن اس ذات قدسی وسبوحی کی طلب میں منہمک ہے جو تمام وجودات کے پرے اور جملہ نسبت و

اضافات کے درپے ہے۔ ناصح مشفق یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ اے حیض والی کے بچے،
کہاں مٹی کا ڈھیر اور کہاں سب کا پالن ہار، کہاں میلا کچیڑا اور کہاں تمام جہانوں کا پروردگار
اور اس کی باتیں۔ تیری ہستی ہی کیا ہے، اپنی جگہ پر قائم رہ اور خط بندگی کو درست کر اور
امیدوار رہ کہ کل تجھے بھی نجات مل جائے گی اور جنت میں رہنے کو جگہ ملے گی یہ غریب بھی
سوچتا ہے کہ ہاں یہ لوگ نصیحت تو ٹھیک کر رہے ہیں۔ محبت میں ایک گونہ جنسیت چاہیئے۔
مجھ میں اور اس میں کیا نسبت۔ اس خبط سے دل کو باز رکھ اور بس نماز، روزہ و تلاوت وغیرہ
میں مشغول رہ۔ یہ سب سچ ہے لیکن دل کی حالت اور ہی نظر آتی ہے، وہ اپنی جگہ گرفتار ہے اور
نہ چھوٹتا ہے اور نہ چھوٹنا چاہتا ہے۔

دل راز عشق چند ملامت کنم کہ ہیچ   ایں بت پرست کہنہ مسلماں نمی شود

محمدؐ حسینیؒ اپنے دل میں کہتا ہے، کیا خوب، یہ گرفتار بلا تو میں ہی ہوں۔

محمد راز حال اوچہ پرسی   گرفتارم گرفتارم گرفتار

ایک بھنور میں پڑا ہوا ہوں، نہ کوئی شئے ہے جسے ہاتھ سے پکڑوں اور نہ اتنی سکت ہے کہ کہیں
بھاگ جاؤں۔ بس ایک شیخ کا دامن ہے جو ہاتھ میں ہے، اس وقت تک یہی حال ہے، قد دوہرا
ہو گیا ہے مگر دل ویسا ہی والہ وشیفتہ ہے۔

ندانم بر چہ گرد و آخر ایں کار   مرا دل والہ و معشوقہ خود کام

پس اے برادر میری بات مانو کہ محبت الٰہی سبھی کچھ ہے اور پوری پوری محبت اسی وقت ہوتی
ہے جب کہ پہلے معرفت حاصل ہو چکی ہو۔ جو کچھ تیرے پاس ہے کچھ نہ رہے گا۔ اگر کچھ
عقل ہے تو عمر ضائع مت کر، کچھ وقت یاد الٰہی اور خدا کے کام میں بھی صرف کر۔ زن و فرزند
اور مال واسباب اور عیش و روزگار کی فکر کب تک ایک شخص ایک حسین و جمیل عورت کی طرف
گھور رہا تھا۔ عورت نے بیزار ہو کر پوچھا میرے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے اور کیوں گھور رہا ہے
اس نے کہا میں تیرا عاشق ہوں۔ عورت نے کہا دیکھو یہ پیچھے میری بہن ہے جو مجھ سے بہتر
ہے۔ اس نے پیچھے منہ کر کے دیکھا۔ عورت نے سر پر ایک دھول رسید کیا اور جھڑکی دی کہ
اے مردک دعویٰ عشق کرتا ہے اور پھر یہ گمان کرتا ہے کہ مجھ سے بھی کوئی خوب تر ہے۔ ذرا
سوچو تو سہی کہ جس روز تمہیں قبر میں لٹائیں گے اس وقت سوائے اس ذات واحد کے جو احد و

صمد و وتر و فرض ہے اور بھی کوئی تمہارے ساتھ ہوگا؟ کوئی نہیں، پس اے جوانمرد یکھ اس ذات کے ساتھ بھی مشغول رہ جس کے سوا اور کوئی شے تیرے ساتھ نہ ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کے ان آخری الفاظ کو یاد کر کہ الرفیق الاعلیٰ۔ اگر تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا تو خیر کم سے کم جادۂ شریعت پر قائم رہ۔ زمانہ اخیر ہے۔ اولیاء اللہ گم ہو گئے ہیں اور طالبان حق بہت کم ہیں۔ تمام گناہوں سے توبہ کر و اس پر قائم رہو، ظاہری عبادت پر قائم رہنا ہی توبہ پر قائم رہنا ہے۔ والسلام۔

فائدہ نمبر 19

معرفت ومحبت خدائے عزوجل اور دنیا کی قدر

اس عالم کو عالم مجاز کہتے ہیں اور مجاز کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ یہ عالم محل جواز حقیقت ہے۔ عالم حقیقت سے ایک علاقہ خاص رکھتا ہے اور اسی کے بموجب اس کا وجود بھی ہے۔ مشہور ہے کہ المجاز قنطرة الحقیقة یعنی یہ عالم مجاز عالم حقیقت تک پہنچنے کا ایک پل ہے۔ اسی پل پر سے گزر کر وہاں پہنچتے ہیں، پھر اس عالم میں لذتیں ہیں جمال ہے اور کمال کی صورت ہے۔ آدمی ان رکاوٹوں سے نہ رکے اور ان کی طرف سے بے پروا ہو کر چلا جائے تو امکان ہے کہ عالم حقیقت سے کچھ اسے مل جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مجاز بمعنی رہ گزر کے ہے، اس عالم میں جو آتا ہے وہ گویا رہ گزر میں آتا ہے، ایک چلتا ہوا راستہ ہے پس جو کوئی اس میں قیام کرنے کی نیت رکھے گا وہ بیوقوف اور دیوانہ ہوگا۔

آدمی کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو اس عالم کے غم میں نہ گھلائے۔ یہ سراب سا ہے سراب کو پانی سمجھنا نادانی نہیں تو اور کیا ہے لیکن بایں ہمہ بے ثباتی اس جہاں میں سب سے افضل شے کہتے ہیں کہ عبادت الٰہی اور علم ہے علم کے مراتب اعلیٰ ہیں۔ علم میں بھی افتا و اجتہاد سب سے اعظم شے ہے، مگر یہاں سے گزر جانے کے بعد نہ عبادت رہتی ہے اور نہ علم۔ صرف اس کا اثر اور ثواب رہ جاتا ہے جس کے بدلے جنت ملتی ہے، پس یہ افضل شے بھی فانی اور زائل شدنی ہوئی۔ اس شے کے بعد تعبد کا مرتبہ ہے، اس میں صلوٰۃ یعنی نماز سب سے بہتر ہے۔ اگر کوئی پوری پوری شرائط سے اسے ادا کرے تو خدائے عزوجل اس کے اخلاص کے بموجب قبول فرماتا اور ثواب عطا فرماتا ہے حور و قصور، جنت کا ملنا اور دوزخ سے نجات اس کا ثمر ہے۔ لیکن مرنے کے بعد پھر نماز نہیں رہتی اس لئے کہ دوسرا عالم جس میں بندہ منتقل ہوتا ہے انعام و اکرام کی جگہ ہے نہ کہ مشقت تکلیف کی۔ پس جب یہ چیزیں سب کی سب سایہ کی طرح زائل ہو جانے والی ہیں تو پھر کس چیز کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ ایسی جسے ثبات وقیام نصیب ہو۔ ایسی جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے جب تک تم اس عالم میں رہو تمہارے ساتھ اس عالم میں رہے اور جب تم اس عالم سے جاؤ تو بھی

وہ ساتھ ہی ساتھ وہاں رہے جب تک قبر میں رہو وہ بھی تمہارے ساتھ قبر میں رہے اور جب قیامت میں اٹھو تو وہ بھی تمہارے ساتھ اٹھے۔ یہ چیز بس معرفت ومحبت خدائے جلّ وعلیٰ ہے۔ محمدؐ حسینی کا کہنا مانو اور ان دو چیزوں کے واسطے ہر دوسری چیز سے دست بردار ہو جاؤ۔ انہیں نہ زوال ہے نہ فنا۔ اگر ان دونوں میں سے کچھ بھی تمہیں یہاں مل گیا تو بس تم اللہ کے ساتھ رہ کر غنی اور تمام ماسوا سے مستغنی ہو گئے۔ جتنے اور ولی یہاں سے گئے سب اس لحاظ سے پشیمان گئے ہیں کہ افسوس ہم نے اس دنیا کی قدر نہ جانی۔ ذات پاک وخرقۂ شیخ کی قسم اس جہاں میں ایسی نقد نعمت ہے کہ اگر محرموں کو حقیقت حال معلوم ہو جائے تو اپنے جگر خون کر دیں اور اپنے آپ کو خائب وخاسر جانیں۔ حمیت وہمت تو یہ کہتی ہے کہ میں پردہ اٹھادوں اور حقیقت کھول کر رکھ دوں لیکن واسطۂ تقدیر الٰہی بیچ میں آجاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ نصیحت کرو خیر خواہی کرو۔ علم سکھاؤ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جو کوئی اس راہ میں آئے گا اور تمام شروط کے ساتھ طلب وسلوک میں قدم اٹھائے گا اس کے لئے اس کی حیثیت کے مطابق ہم ان پردوں کو اٹھاتے جائیں گے ورنہ ہماری مہر لگی ہوئی ہے اسے کوئی توڑ نہیں سکتا ختم اللہ علی قلوبھم اس کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ کافروں کے دلوں پر جو غیر خدا کو عبادت میں شریک کرتے ہیں، مہر لگا دی گئی ہے چنانچہ وہ اسی حال پر مرتے ہیں۔ دوم یہ ہے کہ بعض مومنوں پر مہر لگا دی گئی ہے کہ وہ اس اعتقاد پر جم گئے ہیں کہ اس جہاں میں الٰہیات سے ہمیں کچھ نصیب نہیں ہو سکتا۔ اسی عقیدہ پر رہتے ہیں اور اسی پر لوگوں کو بلاتے ہیں اور اسے للّٰہ فی اللہ تصور کرتے ہیں ان علمائے ظاہر وخود بین فقیہوں پر افسوس ہے۔

اے دوستو اے عزیزو۔ خدائے عزوجل کے کرم سے تمہارے پاس سب چیزیں ہیں۔ ہاتھ پاؤں، زن وفرزند سب ہی کچھ ہیں۔ تم کہتے ہو کہ سب کچھ تو ہے، ایک شے نہ ہو نہ سہی۔ خدا کے لئے ذرا استاد ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات سنو وہ کہتے ہیں کہ جب آیت فَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۔ (کیا وہ شخص جس کا بہرا خدا نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے اور وہ اپنے پروردگار کی بھیجی ہوئی روشنی پر چلتا ہے اس کے برابر ہو سکتا ہے جو کفر کی تاریکیوں میں پڑا ہے۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جن کے دل یاد خدا سے غافل ہو کر سخت ہو گئے ہیں) نازل ہوئی تو صحابہ نے حضورﷺ سے اس شرح صدر کے معنی پوچھے جس کا قرآن میں یوں ذکر فرمایا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ ایک نور

ہے جو بندۂ مومن کے قلب میں ڈال دیا جاتا ہے صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ اس نور کی علامات کیا ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا اَلتَّجَافِي عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَاِنَابَةٍ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ وَالاِ سْتِعْدَادِ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِه یعنی اس دھوکہ کے گھر سے اعراض کرنا اور اس میں دل نہ لگانا اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف رجوع کرنا اور موت آنے سے پہلے اس کے لئے تیاری کر لینا۔ اس قدر لکھ کر استاد ابوالقاسم رحمتہ اللہ علیہ توضیح فرماتے ہیں کہ وہ نور جو بارگاہ حق سبحانہ تعالیٰ سے آتا ہے وہ نور لوائح ہے جو علم کے تاروں سے چاندنی چھٹکاتا ہے پھر نور طوائع ہے جو اسرار کے فہم میں آنے کے بعد دل کو منور کرتا ہے اور ادراک وفہم کے ساتھ پرتو افگن ہوتا ہے۔ اس کے بعد نور لوامع ہے جو ایقان کی زیادتی سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر نور مکاشفہ ہے جو تجلی صفات سے ظاہر ہوتا ہے اس کے بعد نور مشاہدہ ہے جو ظہور ذات کے ساتھ روشنی ڈالتا ہے۔ پس اے مرد نادان تو کیوں غافل سو رہا ہے۔ راستہ بھٹک کر اس پر خوش ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں بر سر راہ ہوں۔ استغفر اللہ اگر یہ نعمت نصیب ہو جائے تو زہے قسمت بڑی نعمت ملی ورنہ اس کام میں اگر سر بھی جاتا رہے تو کچھ پروا نہیں۔ اس کام کے پیچھے لگے رہو۔ ہر شخص کا ایک مقصد و مطلب ہوتا ہے۔ پس اگر تمہارا مطلب و مقصد خدائے عز و جل ہے تو زہے کار۔ ایسے طالب کے لئے جو عقل رکھتا ہے، بس اس قدر کافی ہے۔ والسلام۔

فائدہ نمبر 20

ترک ہوائے نفس کے بیان میں

کوئی شخص اس وقت تک خدائے عزوجل کا راستہ طے نہیں کر سکا ہے جب تک کہ اپنی ہستی و خواہشات میں گرفتار رہا ہے۔ جب ان سے نجات حاصل کی تب وصال محبوب کی راہ ملی ہے جو شخص اس مقصد سے کسی ایک کام میں مستغرق رہا وہی ایک اعتبار سے اپنی خواہشات ہستی سے چند قدم پیچھے ہٹا ہے اور اس راہ میں چند قدم آگے بڑھا ہے، مگر ایک شخص ہے کہ اکثر اوقات بہترین احوال میں صرف کرتا ہے۔ اس کے حق میں اصطلاح صوفیہ کے بموجب ہوائے ہستی سے باہر آنا اس وقت تک نہ کہا جائے گا جب تک کہ وہمی نہیں بلکہ حقیقی طور پر اس گرفتاری سے باہر نہ نکل آئے اور یہ بات اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک کہ اس نے کسی رہبر کی پیروی نہ کی ہو اور اس کے حکم پر نہ چلا ہو۔ میرے خواجہ رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص دوبار پیدا نہیں ہوا وہ ہرگز آسمانوں اور زمینوں کے ملکوت میں باریاب نہیں ہوسکتا۔ یہ وہ ولادتیں درحقیقت یہ ہیں۔ ایک طبعی۔ دوسری حقیقی۔ طبعی وہ ہے جو انسان کی عادت جاریہ ہے اور حقیقی وہ ہے جس کو اس طرح سمجھو یعنی انسان بوجہ اس کے کہ وہ بھی ایک حیوان ہے اور حیوانیت کے جذبات مثلاً غضب وغصہ وشہوات نفسانی وغیرہ وغیرہ جو جانوروں کے صفات ہیں اس میں بھی پیدا کئے گئے ہیں اس کے لئے ان کو روکنا، حد اعتدال میں رکھنا اور نفس کے لئے انہیں ترک مطلق کر کے خدا کے لئے حسب ضرورت کام میں لانا ان صفات حیوانی سے باہر آنا ہے۔ یہی ولادت حقیقی ہے جب یہ ولادت نصیب ہوتی ہے تب خدائے جل و علیٰ کا وہ لطف جو اخص خواص کے ساتھ مخصوص ہے اس پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔

تمہیں جو حسن عطا کیا گیا ہے اس میں ایک حسن صورت ہے اور ایک حسن معنی۔ حسن صورت کو تم جانتے ہی ہو مگر حسن معنی اس وقت تک جلوہ گر نہیں ہوتا جب تک کہ تم میں حسن صورت سے قطع نظر ملکوتی صفات بھی نہ ہوں جتنی حیوانی صفتیں ہیں وہ سب زائل ہو گئی ہوں اور ملکوتی صفات باقی رہ گئی ہوں۔ جب تک چھلکا دور نہیں کیا جاتا مغز نہیں ہاتھ آتا۔ صفات حیوانی پوست کے مانند ہیں اور صفات ملکوتی مغز کے مانند، اس لئے حیوانیت کو دور کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

ہر چیز کے خلاصہ کو ملکوت کہتے ہیں کہ مَلَکُوتُ کُلِّ شَیْءٍ بَاطِنُهٗ یعنی ہر شے کا باطن اس کا ملکوت کہلاتا ہے۔ ولادت معنوی سے اسے ملکوت کی راہ ملتی ہے یعنی جب تک کہ آدمی خسیس اور رذیل خواہشات کو ترک کر کے صفات حسنہ نہیں پیدا کرتا آسمانوں اور زمینوں کے خلاصہ تک جوان کا باطن اور سر ہے رسائی نہیں ہوتی حدیث شریف میں ہے کہ لَوْلَا الشَّیَاطِیْنَ یَحُوْمُوْنَ یَرُمُوْنَ حَوْلَ قَلْبِ بَنِی آدَمَ لِیَنْظُرُوْا اِلٰی مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ یعنی اگر شیاطین انسان کے قلب میں خطرات اور رکیک ارادے نہ ڈالتے رہتے تو وہ آسمانوں کے خلاصہ اور باطن کو دیکھ سکتا۔ خطرات وہوا جس نفسانی خواہشات اور حیوانی آرزوؤں سے پیدا ہوتے ہیں اگر آدمی ان خواہشات اور آرزوؤں کے پیچھے نہ پڑے تو شیطان ونفس کی پیروی سے نجات حاصل کر سکتا ہے اور اسے آسمانوں کا باطن نظر آ سکتا ہے اور اپنی حقیقت سے آگاہ ہو سکتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ (یعنی اے ایمان والو اپنے نفس سے آگاہ وخبردار رہو) کے یہی معنی ہیں۔ بہر حال نہ تم سے باہر کوئی کام ہے اور نہ تمہارے سوا کوئی دوسرا یار ہے۔ تم اپنے آپ کو کسب کرو اور ہر شے کو اپنے ہی ساتھ اور اپنے ہی اندر تلاش کرو شرط طلب تمہیں اوپر بتا دی گئی ہے یعنی ہوائے نفسانی سے نجات حاصل کرنا اور مرادات نفسانی کو ترک کرنا جب تک کہ یہ شرط جو مطلوب ہے پوری نہ ہو گی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ حیوانوں اور انسانوں میں یہی فرق ہے۔ انسان میں خدادانی، خداشناسی، خداپرستی اور خدابینی ہونی چاہیئے۔ ورنہ وہ دو پاؤں کا ایک جانور کہا جائے گا۔ انسان کو احسن تقویم سے نسبت اس لئے دی گئی ہے کہ اسے عبادت ومعرفت خاص حاصل ہوئی ہے۔ اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

اب تم بتاؤ کہ کس کام میں عمر بسر کر رہے ہو، چاہو تو خوار جیو، مردار مرد اور شرمسار ہو۔ آخر اپنے آپ کو کیوں نقصان میں رکھتے ہو۔ اچھا پانی چھوڑ کر گدلا پانی پی رہے ہو۔ قبول ووجدان کے بعد اب محرومی اور خسران میں پڑ گئے ہو۔

ترا ممکن چنیں دولت تو از بیدولتی غافل

اس قدر عمر بیکار گزر گئی۔ نفس کی خدمت جو کرتے رہے اس سے کیا نقد نصیب ہوا۔ آج سب کچھ تمہارے لئے ممکن اور قریب الوصول ہے کل یہ بات نہ ہو گی۔ جس قدر ہو سکے تمہیں خدائے عزوجل کے ساتھ مشغول رہنا چاہیئے مگر تم ہو کہ اس نعمت سے محرومی پر قانع ہو۔ کیا اچھا ہو کہ ایک رذیل وشنیع چیز کو چھوڑ کر لطیف وشریف چیز اختیار کر لو۔ اس تجارت میں بس نفع ہی نفع ہے۔

فائدہ نمبر 21

سلوک وتوجہ پیر وتخلیہ وتجلیہ کے بیان میں

سلوک کی بنیاد تخلیہ وتجلیہ پر ہے۔ تخلیہ سے مراد ہے اللہ جل شانہٗ کے سوا اور سب طرف سے دل کو ہٹالینا اور تجلیہ سے مراد ہے نفس کا تزکیہ اور جلا۔ توجہ تام کے ساتھ اللہ جل شانہٗ کی طرف متوجہ ہونے اور نفس کو طرح طرح کی عبادتوں میں مشغول رکھنے سے جلائے باطن حاصل ہوتی ہے، جس نے یہ دو نعمتیں پالیں اسے دونوں جہاں کی نعمتیں مل گئیں۔

خدائے عز وجل تک جو لوگ پہنچے ہیں وہ ہوائے نفس کے خلاف عمل کرنے، اللہ کی یاد میں راتوں کو جاگنے، دن میں روزے رکھنے اور کھانے پینے میں کمی کرنے اور دوام متوجہ رہنے سے اس مرتبہ پر پہنچے ہیں۔ اس نعمت کے حصول کے لئے پیر کی توجہ کی ضرورت ہے۔ ہم سے جو پیر نے فرمایا ہم اس پر چلے اور ان کی اقتدا کی برکت سے فضل الٰہی ہمارے شامل حال ہوا اور تمام مرادیں مل گئیں یہ ایک کلیہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں جزئیات کو اسی پر تطبیق دے لو۔ جہاں ہوائے نفس ہوا سے ترک کردو جہاں کوئی آرزو ہوا سے نظر سے دور کردو۔ دیکھو تو پھر کیا کیا نعمتیں نصیب ہوتی ہیں۔

تخلیہ میں جہاں اعراض ماسوی اللہ شرط ہے اس سے مراد ہے تمام مال ومنال جاہ وجلال غرو کمال، فرو وقار، ہوا ونوال، افتقار وغنا وغیرہ اس میں سب آگیا وہ ایک کلیہ ہے اس کی تفصیل ہر شخص خود سمجھ لیا کرتا ہے اسی طرح تخلیہ بھی ایک کلی کلمہ ہے جس میں تہذیب اخلاق، اعتدال غضب وغصہ شہوت واکل وشرب سب آگیا۔ غصہ اگر آئے تو دینی امر میں جیسے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی لڑائی میں شان ہوتی تھی۔ اعتدال شہوت سے اگر یہ نیت ہو کہ نکاح سے دفع تعلق و تشویش کیا جائے یا ولد صالح کی توقع کی جائے تو اس کا رخ بھی بدل جاتا ہے اور برائی سے نیکی کی طرف آجاتا ہے۔ کھانے پینے میں اعتدال کے معنی یہ ہیں کہ صرف اس قدر کھائے جو جسم کو قائم رکھے اور صحت وتندرستی کے لئے ضروری ہو اور قلب میں اضطراب نہ پیدا ہو۔ سونے میں اعتدال کے معنی یہ ہیں کہ تمام رات میں ایک ربع سوئے۔ ایک ربع نماز وتلاوت واوراد کے لئے رکھے۔ باقی حصہ ذکر ومراقبہ میں گزارے۔ اعتدال اس حد تک رکھے جس قدر کہ اس کی ہمت و

طاقت ہو اعتدال خرص سے مراد ہے صرف اس قدر رعایت کرنا کہ طاعت وعبادت سے جی نہ گھبرا جائے۔ خاموش رہنا اور زیادہ باتیں نہ کرنا بہتر ہے۔ اپنے اس حال کو دوسروں سے کہتا نہ پھرے۔ کلام اتنا کرے جس قدر کہ ضرورت بشری کے لئے لازمی ہو۔ تلاوت کلام مجید واوراد وظائف میں مشغول رہنے سے خود بخود گپ شپ میں کمی ہو جاتی ہے۔ للہ فی اللہ نصیحت کرنے میں مضائقہ نہیں۔ اگر ان حکایتوں سے جو دل اپنے خیال میں رٹتا رہتا ہے، دل کو نشاط اور جولانی معلوم ہو تو تحقیق جانو کہ حق تمہارا یار ہے اور اس کے علم نفسی میں جس میں تحویل وتغیر نہیں تم سعید ہو اور اگر اہمال وسستی تضیع اوقات پر رضامندی وقناعت اور عبادتوں سے محرومی ہے تو بس سمجھو کہ نقصان وگمراہی وشقاوت ہے۔ خدائے عزوجل اس سے پناہ میں رکھے۔ بہر حال جس عبادت میں کہ دل کو متوجہ اور خوش پاؤ اور دل میں گرہ نہ پڑے اسے کرتے رہو۔ پیر کی توجہ کے ساتھ، اوراد وظائف کی پابندی کے ساتھ رات دن آگے پیچھے یاد حق میں لگے رہو اور بندگان الہی کے ساتھ لطف ومہربانی، ان کے ساتھ نیکی کرنا اور عام وخاص سب کے ساتھ احسان کرنا، چھوٹے بڑے عظیم وحقیر، بعید وقریب، غلام وکنیز، سب کی جفا سہنا اور بدلہ نہ لینا، ان کی ایذا دہی پر صبر کرنا اصلی کام ہے۔

نصیحت ہمین است جان برادر   کہ اوقات ضائع مکن تا توانی

اے عزیز خواجہ ہو یا سلطان، گدا ہو یا بادشاہ، غلام ہو یا آقا، عالم ہو یا جاہل، فقیہہ ہو یا صوفی۔ اگر یہ دو صفتیں یعنی تخلیہ وتجلیہ تم میں ہیں تو دونوں جہان کی نیک بختی تمہارے نصیب میں ہے۔ نفس کو منہیات شرع سے پاک رکھنا اور دل کو یاد حق تعالیٰ میں مشغول رکھنا یہی تزکیہ نفس اور توجہ تام ہے۔ یاد رکھو پیر کی یاد بھی ضروری ہے جو یاد حق میں معین ہوتی ہے بلکہ بغیر یاد پیر کے یاد حق حاصل ہی نہیں ہوتی کیونکہ یاد پیر ایک سیڑھی ہے جو مقصود یعنی یاد حق تک پہنچاتی ہے جس شخص میں ان دو صفتوں میں سے کوئی صفت نہیں اس کی کوئی قدر وقیمت نہیں۔

یہ پانچ سورتیں یاد کر لو یعنی سورۂ یٰسین، سورۂ نوح، سورۂ فتح، سورۂ واقعہ اور سورۂ ملک، روز پڑھ لیا کرو اور بستر خواب پر جانے کے قبل پانچ سو مرتبہ یہ درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبدِکَ وَ رَسُولِکَ وَ نَبِیِّکَ وَ حَبِیبِکَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ اور اسی قدر سورۂ اخلاص پڑھ لیا کرو۔ اس کے بعد پلنگ پر قدم رکھو۔ تجدید بیعت جس طرح پر کہ بیان کیا گیا ہے کہ لیا کرو اور اس

کی بڑی قدر کرو اور ایک لمحہ کے لئے بھی یاد پیر سے خالی نہ رہو اور تمام دینی اور دنیاوی امور میں پیر کی یاد مقدم رکھو۔ یہی سب کچھ ہے، باقی سب بے کار ہے۔

یہ چند سطریں جو میں نے لکھی ہیں اچھی طرح پڑھو جو کوئی اپنی وسعت و ہمت کے مطابق ہمارے کہے پر عمل کرتا رہے گا وہ یقیناً محروم نہ رہے گا، خبردار ناامید مت ہونا اور یہ نہ سمجھنا کہ ہم سے یہ نہیں ہوسکتا، یہ بدگمانی اچھی نہیں۔ سوائے کفار کے اور کوئی رحمت الٰہی سے مایوس نہیں ہوتا۔ پیر کا دامن تھامو۔ ہر کام میں اسے پیشوا بناؤ، جو حکم دے اس پر عمل کرو جہاں لے جائے جاؤ۔ تھوڑی ہی مدت میں ملکوت و جبروت و لاہوت سب کے مالک ہو جاؤ گے۔ اگر فرض کرو کہ تم میں اس حد تک قابلیت نہیں ہے بارے فائدے سے خالی نہ رہو گے۔ اگر ہمارے کہنے پر عمل کرو گے تو کچھ کمی نہ ہو گی اور بالآخر مقصود تک پہنچ جاؤ گے، تم کیوں دور دور بھٹکتے پھرتے ہو اور اپنی مفروضہ محرومی پر راضی ہو گئے ہو۔

افسوس کہ ہاتھ میں جام ہے اور تو ہوشیار ہے، معشوقہ تیرے ساتھ ہے اور تو بھولا ہوا ہے۔

اے برادر اس راہ میں کوئی نقصان نہیں، جس نے اس میں زیان اٹھایا۔ اس نے بھی تمام منافعوں پر صد ہزار شرف و بزرگی حاصل کی۔ اے نادان کیا تجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ہم نشین خلیل اللہ اور ہم کاسہ کلیم اللہ اور ہم زانو سے روح اللہ اور قدم بہ قدم حبیب اللہ ہو۔ اے عزیز خم جوش مار رہا ہے اور راستہ چلنے والوں کے لئے رہ گزر پر سبیل لگا دی گئی ہے اور ساقی غیب ہاتھ میں قدح لے کر بلند آواز سے صدا دے رہا ہے کہ حَیَّ عَلَی الرَّوْحِ وَ الرَّیْحَانِ حَیَّ عَلَی الذَّوْقِ وَالْوِجْدَانِ لوگو آؤ اور رحمت و رزق الٰہی اور ذوق الٰہی اور ذوق و وجدان لامتناہی کے پیالے پیو۔ مگر حیرت ہے کہ راہ چلنے والے ادھر رخ ہی نہیں کرتے اور اپنے حرمان پر قناعت کیئے ہوئے ہیں۔

فائدہ نمبر 22

صراطِ مستقیم پر چلنے اور فراغ دل سے یادِ الٰہی کرنے کے بیان میں

اے عزیز ایک شخص سر راہ کھڑا ہوا ہے تا کہ راستہ بتائے۔ ایک راستہ دائیں طرف جاتا ہے اور دوسرا بائیں طرف۔ لوگ ہیں کہ جوق در جوق بائیں طرف چلے جا رہے ہیں یہ مرد فریاد کر رہا ہے۔ اے عقلمندو! جس راستہ پر تم جا رہے ہو یہ خراب و خطرناک ہے، جو اس طرف سے گیا ہے سلامتی کے ساتھ کبھی منزل پر نہیں پہنچا اور درمیان ہی میں ہلاک ہو گیا اور خواری و زاری کے ساتھ جان دی ہے۔ یہ دوسرا راستہ جو دائیں طرف ہے امن و امان و راحت و فراغت کا راستہ ہے اس میں سلامتی اور نفع ہے لیکن حیرت ہے کہ لوگ اس شخص کو سچا تو سمجھتے ہیں اور اس پر ایمان بھی رکھتے ہیں، مگر بایں ہمہ ٹھنڈی سانسیں بھر رہے ہیں اور اسی بائیں طرف والے راستہ پر جو خطرناک ہے چلے جا رہے ہیں، یہ بیچارہ راستہ بتانے والا تنہا کھڑا سمجھا رہا ہے مگر کوئی اس کے کہنے پر عمل نہیں کرتا۔

اے میرے دوستو ذرا سوچو تو سہی کہ ان دونوں میں سے تم کس جماعت میں ہو بائیں طرف جانے والے ایمان رکھتے ہیں۔ جزائے عمل کے قائل ہیں بعث و نشر پر انہیں اقرار ہے لیکن پھر بھی ادھر جا رہے ہیں جہاں نشانۂ ملامت بنیں گے اور بعدِ مطلوب اور ذلّت و خواری میں گرفتار ہوں گے شاید یہ سب سوچ کر سیدھے راستہ پر آجائیں اور ہوا پرستی سے باز آ کر بالآخر خدا پرستی اختیار کریں۔ وہ دن ضرور آنے والا ہے کہ اس روز سب اپنے کئے پر پشیمان ہوں گے مگر اس وقت اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

پانچ باتوں کو، پانچ باتوں کے قبل غنیمت سمجھو۔ ان میں سے ایک فراغت بھی ہے جو آج نصیب ہے، کل ممکن ہے کہ نہ رہے۔ کوئی نبی و ولی نہیں ہے جو موت کے وقت پشیمان نہ رہا ہو کہ ہائے ہم نے اس زندگی کو غنیمت نہ سمجھا اور اس کی قدر نہ جانی۔

جس حال میں ہو رہو۔ جہاں ہو وہیں رہو مگر اک پاک نفس کے ساتھ یاد خدائے عزوجل میں مشغول رہو، اگر تمہیں یہ بات نصیب ہو جائے تو سمجھ لو کہ تمام سعادت مندیاں اور نیک بختیاں تمہیں مل گئیں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ ایسی سعادت جس کا مبدا اُو ہی ہو اور منتہیٰ بھی وہی ہو ہمیں تمہیں نصیب کرے۔ والسلام۔

فائدہ نمبر 23

عمل کرنے اور مشغول بخدا رہنے کے بیان میں

تقدیر الٰہی کا قلم جاری ہے اور قضائے الٰہی کی زبان گویا ہے کہ سعید وہی ہے جو ماں کے پیٹ سے سعید پیدا ہوا اور شقی وہ ہے جو ماں کے پیٹ سے شقی پیدا ہوا۔ یعنی بچہ ابھی شکم مادر ہی میں تھا کہ قضاوقدر نے لکھ دیا یہ شقی ہے اور یہ سعید اَلسَّعِیۡدُ مَن سَعَدَ فِی بَطۡنِ اُمِّہٖ وَالشَّقِیُّ مَن شَقَی فِی بَطۡنِ اُمِّہٖ بطنِ اُم کے دو معنی لئے گئے ہیں ایک ماں کا پیٹ دوسرے ام الکتاب جس سے مراد ہے اللہ جل شانہٗ کا علم نفسی، اول الذکر معنی لئے جائیں تو یہ حدیث تائید کرتی ہے اُکۡتُبُ الاجلَ والرزقَ وَاَنَّہٗ شَقِیٌّ وَ سَعِیۡدَ یعنی فرشتہ کو یہ فرمان ہوا کہ بندہ کی عمر رزق نیک بختی اور بدبختی سب لکھ اور اگر ام الکتاب مراد ہے تو یہ آیت ہے یَمۡحُو اللّٰہُ مَایَشَاءُ وَیُثۡبِتُ وَ عِنۡدَہٗ اُمُّ الۡکِتَابِ ام الکتاب سے یہاں مراد علم نفسی ہے جس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوتا اور اللہ جل شانہٗ جس شے کو محو فرماتا یا قائم رکھتا ہے وہ سے علم نفسی کے موجب رکھتا ہے غرض کہ جب صحابہ کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے کہا یارسول اللہ عمل کرنے سے اب کیا فائدہ ہمارا انجام تو لکھا ہی جاچکا ہے بس اسی پر بھروسہ رکھیں، آپؐ نے فرمایا نہیں عمل کرو، کسی کو نہیں معلوم وہ شقی پیدا ہوا ہے یا سعید، صرف عمل ہی سے ایک اشارہ ملتا ہے۔ جس انجام پر بندہ پیدا کیا گیا ہے اسی کے مطابق اس سے عمل واقع ہوں گے یعنی اگر سعید پیدا ہوا ہے تو اسے اعمال سعادت کی توفیق ہوگی، بس عمل صالح ایک طور پر اس نتیجہ کے لئے ایک دلیل بن گیا کہ بندہ نیک بخت ہے اور اللہ جل شانہٗ کے علم نفسی میں اس کے لئے بڑا درجہ رکھا گیا ہے لہٰذا ہم سب کو عمل صالح کی ریس کرنا چاہئے اور نفس کی ان تشویشات شیطانی میں نہ پڑنا چاہیئے کہ اگر خدا نیک عمل کی توفیق دیگا تو کریں گے ورنہ نہیں۔ یہ حق ہے کہ نیک کام توفیق الٰہی ہی سے ہوا کرتے ہیں، لیکن تحقیق یہ ہے کہ اگر تم اپنے دل میں ایک عزم مستقل اور مضبوط ارادہ پاؤ اور اس طرف اہتمام کے ساتھ قصد بھی ہو اور دل بھی راغب اور خوش ہو کہ اللہ جل شانہٗ کی عبادت اور اعمال حسنہ میں جس قدر ہو سکے کوشش کی جائے یہ حالت بتائے گی کہ تم کو توفیق نیک حاصل ہوئی اور تمہاری تقدیر کا لکھا گیا ہے، اگر اس تحقیق کا اعتبار نہ کرو گے اور دل میں وہم اور شک لاؤ گے تو کبھی حقیقت کا راستہ نہیں مل سکتا۔ اپنے وجود

طوفانِ نوح میں مت غرق کرو اگر ہو سکتا ہے تو ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔ کتنا افسوس ہوگا کہ اس جہاں سے تم چلے جاؤ اور تمہیں کوئی نقد نعمت نہ ملے یہ تو ایسا ہی ہے کہ سر میں تجارت کا سودا ہے اور سرمایہ گم ہو گیا ہے۔ سرمایہ کی فراہمی کے لئے تو کوشش نہیں کی جاتی اور تجارت نہ کر سکنے کا غم ہے، اے برادر غافل اور بےغم مت بیٹھو۔ آخر خدائے عزوجل کے ساتھ کچھ مشغول رہنے میں کوئی نقصان ہے، اگر اس سے نقصان ہو تو قیامت میں میرا دامن پکڑنا۔ آؤ، اب بھی آ جاؤ وقت باقی ہے۔ دروازہ کھولا ہوا ہے۔ دربان بیکار اور معزول ہے۔ کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں۔ رہ گزر کو عام بنا دیا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ بس تو ہی محروم ہے۔ امید ہے کہ مسلمان اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں گے اور مقصد حاصل کر لیں گے۔

فائدہ نمبر 24

مواہب الٰہی اور مشغولی اوقات کے بیان میں

یاد رکھو کہ مواہب وعطایا کسب اور کمائی کے نتیجے ہوتے ہیں اگر چہ کمائی بھی ایک قسم کا عطیہ اور وہبی شے ہے لیکن ظاہر صورت کو دیکھنا چاہئے وہ یہ ہے کہ کسب وعمل کرو اور جو کچھ حاصل ہو اسے فضل اور نعمت الٰہی سمجھو جو خود دراصل ایک وہبی شے ہے۔ صاف بات ہے کہ جو کوئی صابون استعمال کر کے کپڑے دھوئے گا اسی کے کپڑے صاف ہوں گے۔ خدائے عزوجل نے باوجود اپنے ہاتھ میں ہر طرح کی قدرت رکھنے کے اس دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے۔ عطا وہی کرتا ہے لیکن سبب کو ایک ذریعہ بنادیا ہے کہ لوگ اسے اختیار کریں اور بیکار اور اپاہج نہ بن جائیں۔ طرح طرح کی نیکیاں کرنے اور عبادت الٰہی کی جو مختلف صورتیں ہیں انہیں اختیار کرنے سے تصفیہ دل ہوتا ہے، اگر یہ نعمت تمہیں حاصل ہو جائے اور جملہ افکار و تعلقات وانہماک قلبی سب اللہ جل شانہٗ ہی کی طرف ہو جائیں تو کیا کہنا۔ ایسے شخص کو گویا سب سعادتیں حاصل ہو گئیں۔

ہر ساعت کسی نہ کسی شے کا پیش خیمہ ہوتی ہے کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَانٍ ہر شخص کی جدوجہد اس کے حال کے مطابق ہوتی ہے پس تمہاری آرزو اور تمنا تمہارے لئے باعث تضیع اوقات ہے۔ وقت ضائع مت کرو جس نے اپنا وقت کھویا اس نے اپنے آپ کو کھویا۔ تمہارے بال بچے اور آنے جانے والے دوست احباب راہ حق میں کسی طرح مزاحم نہ ہونے چاہئیں کہیں تم اللہ جل شانہ کی مشغولی چھوڑ کر ان کے ساتھ مشغول ومنہمک نہ ہو جانا دن کا کام دن ہی میں کرلو۔ رات کا انتظار مت کرنا اور رات کا کام رات ہی میں کرلو دن کا انتظار مت کرنا اور غیب سے جو ظہور میں آئے اس میں تشویش کو ہرگز راہ نہ دینا، مکرر یہ کہ اپنا وقت ضائع مت کرو۔ آنے جانے والوں، لانے لے جانے والوں کو خدا کے سپرد کردو اور اپنا وقت برباد کرنے سے بچو۔

نصیحت ہمین است جان برادر　　　که اوقات ضائع مکن تاتوانی

جو کچھ اس عالم سے رونما ہوا سے پس پشت ڈال دو اور اپنے آپ کو ایک تنکے سے

زیادہ وزنی مت سمجھو اور خدا کے سامنے اپنے کو خوار و زار و گستہ و شکستہ تصور کرتے رہو۔

یاد رکھو کہ دل کو خلق اللہ سے پوری طرح ہٹا لینا اور رب البرایا سے دل لگانا تمام نعمتوں کا سرمایہ ہے اور اس کے فائدے بے انداز ہیں جب تک عمر وفا کرے اسی حال میں رہو اور آنکھ کے گوشہ سے بھی ماسوی اللہ کی طرف نظر نہ کرنا۔ مَنْ کَانَ یَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا وَ لَا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا۔

فائدہ نمبر 25

محبت پیر اور عشق و محبت کے بیان میں

اس میں شک نہیں کہ حج بیت اللہ کرنے والوں کے لئے بڑا درجہ اور ثواب ہے مگر زانو پر سر رکھ کر دل کو رب بیت کے سپرد کرنا ایک ایسے بڑے شرف و فضل کی چیز ہے کہ وہ مدارج اس کے سامنے کچھ نہیں۔ یہ دل بیت المعمور ہے۔ یہ دل ظلمت و نور کے خالق کا گھر ہے یہ دل ہر سرور کا سرور ہے۔ یہ دل اپنے سے مہجور اور ذات واحد سے متحد و محفوظ ہے۔ اے اللہ تو ہی اپنے بندوں کو اپنا راستہ دکھا اور معرفت ذات و صفات سے کچھ حصہ عطا فرما۔

مرید جس قدر پیر کے حضور میں رہے گا اسی قدر زیادہ اس پر علوم الٰہی کا شوق و ولولہ پیدا ہوگا اور عشق الٰہی کا اثر مکشوف و روشن ہوگا مجھ سے کوئی پوچھے کہ نیک بخت کون ہے تو میں کہوں گا وہ شخص جسے پیر جیسی نعمت نصیب ہوئی اور پیر کی محبت اس کے دل میں ڈالی گئی۔

اس طائفہ صوفیہ کے بعض مرید عشق کو ذات اور عاشق و معشوق کو اقتضائے ذات سمجھتے ہیں، ایسے کہ خواہ عشق چاہے یا نہ چاہے عاشق و معشوق دونوں اس سے دوچار ہوتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک عشق کو موجب بالذات کہتے ہیں۔ بہر حال عشق ایک ایسا بادشاہ ہے جس نے سوائے ایک شکستہ خانماں خراب دل کے اور کہیں رہنا پسند نہ کیا جہاں کوئی گرا پڑا، جلا بھنا، ٹوٹا پھوٹا اور سارا گھر لوٹا ملے گا وہیں اس سلطان عالم بے عیب کا مسکن ملے گا۔ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا یعنی بادشاہ جب کسی قصبہ قریہ میں داخل ہوتے ہیں تو اسے خراب و برباد کر دیتے ہیں یعنی جعلوا اعزۃ اھلھا اذلہ اس کے بڑے لوگوں کو گرا کر خوار و ذلیل کر دیتے ہیں چنانچہ نفس ذلیل جسے کوئی عزت نہ تھی اور خوارترین خلیفہ ہے دیکھو کہ اسے کیا خلعت نصیب ہوا ہے اور کس لباس سے آراستہ ہو کر ذلیل کے درجہ سے عروج کر کے وہ خلیل بنجاتا ہے اور انا من اھوی و من اھوی انا کا نعرہ مارتا ہے اور انا الحق کہنے لگتا ہے اور ادھر سے یہ حکم ہوتا ہے عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ یعنی تم پر اپنے نفس کا حق ہے یہ بھی عجیب بھید ہے۔

مگر یہ نعمت اس وقت تک نہیں ملتی جب تک کہ توجہ تام و تزکیہ نفس کی دولت ہاتھ نہ آئے۔ توجہ تام یعنی دل سے تمام خطرات فنا ہو جائیں اور وجود ذات کے سامنے حضوری اور جو مطلوب و مقصد

ہے اس کا شہود تصور میں ہو یا حقیقت میں محقق ہو جائے۔ تزکیہ نفس یعنی جہاں تک ہو سکے نفس کو نامرضیات سے پاک وصاف کرو۔ اسے جتنا زیادہ صاف کرو گے اتنا ہی زیادہ لطیف ہوتا جائے گا۔ اگر یہ دو نعمتیں تمہارے دامن سے باندھ دی گئیں تو سمجھ لو کہ تمہیں ہر قسم کی سعادت مل گئی اور عین حقیقت کا عکس دل پر جلوہ فرمانے لگا۔

ترا ممکن چنیں دولت تو از بیدولتی غافل

عالم لاہوت کے عکس نے دل پر جو عالم ناسوت سے تعلق رکھتا ہے تجلی فرمائی اور اس عکس کا عکس نفس پر پڑا۔ نفس شوخیاں کرنے لگا اور جَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّه کا مصداق نظر آیا یعنی روح تمام عزت وجلالت اور مدح وثناء کے باوجود جو اس کے حق میں ہے جب سلطان عشق کی زد میں آئی تو کس قدر ذلیل وخوار ہوگی۔

تا ظن نہ بری کہ ہست ایں رشتہ دوتو یکتو است زاصل وفرع بنگر تو نکو

یہ گمان نہ کرنا کہ ایک ڈوری کے یہ دو دھاگے ہیں نہیں بلکہ اگر خوب غور سے دیکھو گے تو اصل وفرع دونوں لحاظ سے سب تمہیں ایک ہی دھاگا نظر آئے گا۔ اے بھائی سچ کہتا ہوں کہ ہر چند کہ اپنے آپ کو بھنور سے نکال کر دریا کے کنارے لا ڈالتا ہوں مگر دریا تلاطم میں ہے اس کی ہر موج جو آسمان سے ٹکر کھاتی ہے طمانچہ مار کر بحیر غرقاب میں ڈال دیتی ہے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنتَ الْوَهَّاب ۔ پروردگار! ہدایت دینے کے بعد اب ہمارے دلوں کو ڈانواں ڈول مت کر اور اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما، تو در حقیقت بڑی بخشش وعطا فرمانے والا ہے۔ مختصر یہ کہ جو کچھ میں نے کہا وہی اصل کار ہے، جو کچھ تمہارے آگے آئے اس سے گزر جاؤ اور کوئی توجہ نہ کرو۔ مقصود اس کے بہت پرے ہے۔

فائدہ نمبر 26

در بیان سلوک و خدمت سلطان و متعلّقان

یہ وہ راہ ہے کہ جب تک روح اس قالب سے متعلق ہے ایک ماہ کیا ایک سال بلکہ ہزار سال میں بھی منزل پر نہیں پہنچ سکتے، اگر میں نے یا تم نے ضعف دستی کے ساتھ تھوڑی دیر کچھ کام کر لیا تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ اس راہ میں جان عزیز فدا کرنی چاہیئے۔ بہر حال جس کام میں ہو لگے رہو کوئی ہرج نہیں لیکن خدائے عز و جل کے ساتھ ہر وقت مشغول اور اپنے مقصود کی دھن میں رہو۔

مرادِ اہل طریقت لباس ظاہر نیست
کمر بخدمت سلطان بہ بند و صوفی باش

تمہیں بادشاہ کی نوکری، باپ کی خدمت اور متعلقین کے حقوق ادا کرنے ہیں اگر تمہارا دل خدا اور پیر کی طرف متوجہ رہے تو کوئی مضائقہ نہیں جو کچھ ہو کرو مگر ہاں خلاف شرع مت کرنا۔ انشاء اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً تمہاری ترقی ہوتی رہے گی۔ البتہ جو کام میں نے کرنے کے لئے کہا ہے اس میں فرق نہ آئے۔ ملک اور بادشاہ کی خدمت یا باپ اور متعلقین کے حقوق کی رعایت، زن و فرزند کی خبر گیری، یہ سب کچھ سہی پھر بھی مقصود و مطلوب ضرور حاصل ہوگا۔ ہاں جلدی مت کرو یہ راہ جلدی طے کرنے کی نہیں ہے۔ بتدریج آہستہ آہستہ قطع ہوا کرتی ہے۔

اندک اندک علم گردد انگہی گویا شود
قطرہ قطرہ جمع گرددانگہی دریا شود

ابتدائے کار میں میں نے بھی اپنے شیخ قدس سرہ العزیز سے عرض کیا تھا کہ اگر فرمان ہو تو پڑھنا لکھنا سب چھوڑ دوں اور فرمان شیخ کی تعمیل میں پوری طور لگ جاؤں۔ فرمایا نہیں، اس کی اجازت نہیں دی مگر ان کے حکم کی تعمیل کی برکت سے آخر کار وہی ہو کر رہا اور ہم اس راہ میں انجام کار غرق ہی ہو گئے۔ اس سنت و سیرت کے سوا تمہارے لئے بھی اور کوئی راستہ نہیں۔

فوائد نمبر 27

قضائے الٰہی ورضا بہ قضاء کے بیان میں

ایک حدیث قدسی ہے کہ مَا تَرَدَّدْتُ فِی اَمْرٍ کَتَرَدُّدِی فِی قَبْضِ رُوْحِ عَبْدِی الْمُوْمِنِ یکرہ مَوْتَہٗ وَ اَنَا اَکْرَہُ مُسَاوِیْہِ لٰکِنْ جَرَی التَّقْدِیْرُ عَلٰی ذٰلِکَ وَلَا بُدَّلَہٗ۔ جتنا میں اپنے بندۂ مومن کی روح کے قبض ہونے میں متردد رہا کسی میں نہ رہا، وہ موت کو پسند نہیں کرتا ہے اور میں اس کی دشواری و ناخوشی نہیں پسند کرتا۔ لیکن تقدیر یہی ہے اور اس کے سوائے کوئی چارہ نہیں۔ اس حدیث کو نقل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ بھی اپنی حکمت بالغہ سے بعض ایسے کام کرتا ہے جنہیں پسند نہیں فرماتا۔ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ کفرو معصیت تخلّف واردات اسی قسم کی دیگر مکروہات وجود میں آتی ہیں اور یہ سب قضاء وقدر الٰہی سے۔ اس لئے کہ علم الٰہی میں یہ ہے کہ یہ سب ظہور میں آئیں لیکن باوجود ان کے خالق ہونے کے اللہ تعالیٰ انہیں پسند نہیں کرتا۔ دنیا میں کفرو معصیت زیادہ ہے اور اطاعت و ایمان کم۔ طاعت سے وہ خوش ہوتا ہے اور معصیت سے ناخوش مگر پھر بھی انہیں خلق فرماتا ہے اس لئے کہ اس میں اس کی بڑی حکمت ہے، جب وہ ایسے امور بھی جو اسے ناپسند ہیں اور جن میں اس کی رضا نہیں اپنی حکمت کے تقاضے سے خلق فرماتا ہے تو پھر ہم اور تم کہاں رہے جو یہ خام طمع کریں کہ جو کچھ ہمارے نزدیک اچھا ہے وہی اللہ جلّ شانہٗ ہمیشہ کرتا رہے۔ جس میں ہماری رضا ہے وہی وجود میں آئے اور جس سے ہم کراہت کرتے اور ناپسند کرتے ہیں وہ ظہور میں نہ آئے یہ ایک تمنائے محال اور فاسد گمان ہے اپنی کھوٹی پونجی جب وہ خود نہیں پسند کرتا تو دوسرے کی رضا جوئی کیا کرے گا بس جو رضائے الٰہی ہو اس پر سر رکھ دینا چاہیئے۔ نفع ہو یا ضرر۔ خیر ہو یا شر۔ عقلمند آدمی ہوشیار اور صاحب فکر ہوتا ہے۔ اسے نامرضیات کے ظہور میں آنے سے رنج والم کرنا نہ چاہیئے اور سوائے صبر و خاموشی اور رضا بہ قضاء کے اور کچھ دل میں لانا نہ چاہیئے۔

فائدہ نمبر 28

تحریض بر محبت الٰہی و مشاغل مرداں و زناں

جاننا چاہیئے کہ سب سے زیادہ اہم مطلب اور سب سے بڑا مقصد محبت خداوند عزوجل ہے۔ عقلمند آدمی جس شے میں قیام نہیں دیکھتا اور جس شے میں طلوع وزوال ہے یعنی بقا نہیں اس پر کبھی نگاہ بھی نہیں ڈالتا۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے احباب کس کام میں لگے ہوئے اور کس فکر میں مبتلا ہیں۔ یاد رکھو کہ جس شے میں ثبات نہیں اس سے دل کو اٹکانا مناسب نہیں۔ یہ دنیا ایک ایسی معشوقہ ہے جس میں کوئی مہر و وفا نہیں۔ اور نخرے کرنے اور ٹھنکنے کے سوا اس کا کوئی اور کام نہیں اس کا عاشق کبھی بامراد نہیں ہوتا۔

برگذر زیں سرائے عز ریب — در شکن زیں رباط مردم خوار

کلبہ کاندر و نخواہی ماند — سال عمرت چہ دہ چہ صد چہ ہزار

اے عزیز محبت الٰہی ایک گلزار ہے اگر ہو سکے تو اس میں سے کچھ پھول چن لو۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں موت نہ آجائے اور اس گلزار کی خوشبو سے تمہارا دماغ خالی رہے۔ سوئے رہے ہو اٹھو بیدار ہو کچھ کام کر لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھی بیکار ہو جاؤں۔ جہاں تک ہو سکے اس جہان فانی سے کچھ حاصل کر لو جو عاقبت میں توشہ کا کام دے اور قیامت میں مراحم ربانی کا باعث ہو۔

مردوں کو میری یہ نصیحت ہے کہ پانچ وقت جماعت سے نماز ادا کریں جمعہ کا غسل بلا عذر شرعی ناغہ نہ کریں اور مغرب کی نماز کے بعد تین سلام سے اوابین کی چھ رکعتیں پڑھ لیا کریں جن میں سے ہر ایک میں تین تین بار قل ہو اللہ پڑھیں پھر دو رکعت نفل حفظ ایمان کے پڑھیں اس طرح کہ ہر رکعت میں سات بار سورۂ اخلاص اور ایک ایک بار معوذتین پڑھ کر سلام پھیریں پھر سجدہ میں سر رکھ کر تین بار یہ دعا مانگیں یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ ثَبِّتْنِیْ عَلَی الْاِیْمَان جب عشاء کی نماز پڑھ چکیں تو دو رکعتیں اور پڑھیں۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ دس بار سورۂ اخلاص پڑھیں۔ جب سلام پھیریں تو ستر بار یَا وَهَّابُ (ھ پر زور دیکر پڑھیں ماہ میں ایام بیض کے روزے رکھا کریں، اگر کوئی اس قدر بھی نہ کر سکے تو پھر صوفیوں

مسلک میں قدم ہی نہ رکھے۔ عقلمند آدمی کا یار یا تو اس کی بغل میں ہوتا ہے یا دریار پر اس کا سر ہوتا ہے۔ اگر یہ نہیں ہے تو وہ بیگانہ ہے۔

عورتوں کو میری نصیحت یہ ہے کہ بلا عذر کے نماز ناغہ نہ کریں اور جو کچھ مردوں کو کرنے کے لئے کہا ہے یہ بھی کریں مگر ہزل وہذیان کی کوئی بات زبان سے نہ نکلے اور یا تو یَـا وَھَّـابُ کا معمول رکھیں اور یا اَسْتَغْفِـرُ اللّٰـه کا۔ جس کا شوہر ہو اسے شوہر کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے، لونڈیوں، باندیوں کو کام خراب کرنے یا چوری وغیرہ کرنے پر کوئی رنج وایذا نہ دی جائے یاد رکھو کہ جو کوئی ہمارے کہنے پر عمل نہ کریگا وہ ہمارا نہیں۔

فائدہ نمبر 29

محبت الٰہی وقدر وقت واشتغال بہ اوراد کے بیان میں

عمر کی چند سانسیں جو باقی رہ گئی ہیں انہیں غنیمت سمجھو اور غیر حق سے جو آنی وفانی ہے دل کو ہٹالو اور لوگوں سے ملنا جلنا کم کردو۔

دانی کہ یار چہ گفتہ است امروز — کہ ہر کہ جز یار ست از دو دیدہ بدوز

لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے تو بیدار ہوں گے۔ ہمیں تمہیں اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے اور اس کی طرف سے منہ پھیرنے اور غیر متعلق چیزوں میں وقت ضائع کرنے سے بچائے۔ یہ تو بتاؤ کہ کبھی تم پر الٰہیت کی چوٹ بھی پڑی ہے۔ کبھی تمہارے دل پر آفتاب احدیت کے جمال کا بھی سایہ پڑا ہے یا نہیں۔ اگر یہ دولت نصیب ہوئی ہے تو بڑی نیک بختی سمجھو اور ہمیں بھی اشارتاً کچھ لکھو تاکہ اس کی حقیقت معلوم ہو سکے اور اگر ایسا نہیں ہے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ایسا بھی ہوا کرتا ہے۔ آرام سے سوؤ، کھاؤ پیو اور بے غم رہو لیکن اگر تمہارے مطلوب میں شہود ہی داخل نہیں اور تمہیں کوئی درد طلب بھی نہیں تو افسوس ہے اور اگر درد طلب ہے تو آہ سحر گاہی کہاں گئی۔ ٹھنڈی سانسیں کہاں ہیں اور آنسو بھری آنکھ کہاں اور دل کی بیقراری کہاں ہے۔ دلبر سے یا تو وصل نصیب ہو جائے یا اس کے دروازے پر سر دھرا رہے۔ لیکن اگر بندہ ہوائے نفس میں گرفتار ہے تو افسوس صد ہزار افسوس۔

چہ بکونین می شوی مغرور — ہر دو عالم بدو مبادلہ کن

کیا سودا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ بارے اگر صاف پانی پینے کو نہیں ملتا تو تلچھٹ ہی لے کر پیاس بجھالو۔ بہر حال وقت کی بہت قدر کرو۔

نصیحت ہمین است جان برادر — کہ اوقات ضائع مکن تا توانی

جو کوئی صرف کھانے پینے اور سونے کا ہو رہا وہ مقصود سے محروم رہا۔ ایک آدمی کسی عورت پر عاشق تھا لیکن خلوت نصیب نہیں ہو رہی تھی۔ ایک مرتبہ اس عورت نے کہلا بھیجا کہ شب کے وقت فلاں روز تمہاری طرف سے گزروں گی راہ میں میرا انتظار کرنا غریب عاشق رات بھر نہ سویا لیکن کم بختی دیکھو ٹھیک جس وقت محبوبہ ادھر سے گزری اس جوان کو نیند آ گئی۔ واویلا وامصیبتا۔

دردا کہ آہ گرم زبیماریم بہ سوخت　　　　تنہا نہ آہ گرم کہ دمہائے سرد ہم

اس شب کی صبح کو حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے کسی نے پوچھا کہ حضور عشق و محبت کی علامت کیا ہے۔ فرمایا کہ جب دریائے محبت جوش میں آئے اس وقت پوچھنا۔ غرض کہ محبت کی گفتگو شروع ہوئی اور شیخ علیہ رحمتہ کو جوش آیا تو سائل نے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ محبت کی علامت یہ ہے کہ عاشق کو معشوق کے بغیر خواب و خور حرام ہو جائے۔ جتنی مقدار خواب و خور میں گزارے گا اسی قدر محروم رہے گا۔ کل رات کا اس جوان کا واقعہ ہی دیکھو کہ اس نے تمام شب انتظار میں گزاری مگر جب محبوبہ کی سواری گزری تو اس وقت ذرا دیر کے لئے آنکھ جھپک گئی اور معشوقہ نکل گئی۔ اس کی محرومی دیکھو۔ جوان نے جو یہ سنا تو بے قرار ہو کر اٹھا پھر گرا اور جان نکل گئی۔ تمہاری غفلت کی تو یہ حالت ہے، اور اس پر بڑی امیدیں باندھتے ہو۔ پانی پر معمّا نویسی سے کہیں کام چلتا ہے اس راہ میں تو جان دے دینا چاہیے۔

اندریں راہ اگرچہ آں نہ کنی　　　　دست و پائے بزن زیاں نکنی

بلکہ جاں جائے وہ زیاں نہ کنی

الغرض یہ دنیا بے ثبات ہے اسے کوئی بقا نہیں۔ اگر ہو سکتا ہے تو کچھ نقد بنا کر گرہ میں باندھ لو تا کہ اس زادِ راہ کی مدد سے بارگاہ معلیٰ تک پہنچ سکو۔

مختصر یہ کہ دونوں جہاں کی سعادت ان دو چیزوں میں ہے یہ نقد وقت ہیں انہیں حاصل کر و یعنی (1) پاکی نفس اور (2) توجہ دل بحضرت حق، جسے یہ نعمتیں نصیب ہوئیں اسے اس بارگاہ معلیٰ تک پہنچنے کے لئے زادِ راہ مل گیا۔ پس تمہیں لازم ہے کہ (الف) ایسے کام کرو جن سے اللہ اور رسولؐ خوش ہوں (ب) ہمیشہ بندگانِ خدا کے ساتھ نیک معاملہ رکھو اور نیکی کرتے رہو (ج) ان پر احسان و اکرام کرنا اپنا پیشہ بنا لو اور (د) جو وظائف و اوراد کہ ہم نے بتائے ہیں انہیں کرتے رہو اور (ہ) خبردار بیماری ہو یا صحت، سفر ہو یا حضر اپنے کام میں کمی نہ کرنا۔ گو اس مکتوب میں مخاطب تم ہو مگر جو کوئی بھی مطالعہ کرے اور سمجھے ہمارا خطاب اسی سے ہے۔ والسلام۔

فائدہ نمبر 30

اتباع سنت نبوی و پیروی پیر و طلب درد کے بیان میں

اگر انسان نے بشری خواہشات اور حظوظ سے تجاوز نہیں کیا اور حیوانی غذا کی حد سے باہر نہیں نکلا تو اس میں اور دوسرے حیوانوں میں کوئی فرق نہیں۔ صورت شکل کے امتیاز سے کوئی حقیقی نتیجہ نہیں نکلتا۔ جو حظوظ تمہارے لئے ہیں اور جو نفس امارہ حکم کر رہا ہے ان کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرو ورنہ حال اور مآل دونوں میں محروم ہی محروم رہو گے اور سوائے حسرت و افسوس کے اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ جب حال میں گدھے اور بیلوں کی خصلت سے تمہارا کام مطابق ہوا تو پھر مآل میں ایسے ہی انجام کے سوا اور کیا نصیب ہوگا لیکن اللہ جل شانہٗ کے فضل و عنایت سے اگر صفات سبوّحی و قدّوسی کے جانب تم مائل ہوئے تو اسی نوع کی صفائی اور نزاہت نصیب ہوگی۔

ہر شخص کو اپنے نفس سے محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے۔ جتنا زیادہ کہ میں خود اپنے آپ کو جانتا ہوں دوسرا مجھے نہیں جان سکتا۔ ذرا ہم سوچیں تو سہی کہ ہمارے پاس کیا جمع پونجی ہے۔ سودائے خام کی کونسی دیگ ہم پکا رہے ہیں۔ کہیں ہم وہم و خیال سے تو عشق بازی نہیں کر رہے ہیں۔ بیت اللہ ہمارا مقر و ماویٰ ہے لیکن کہیں ہم نے گھورے پر تو مسجد نہیں بنائی۔ کہیں ہم نے کھاری زمین میں تو بیج نہیں ڈالے۔ یہ سب سوچنے اور نفس سے محاسبہ کرنے کی باتیں ہیں۔ توقع ہے کہ نفس کو پاک تر اور دل کو جو متوجہ بخدا ہوا ہے اپنے آپ سے نزدیک تر رکھو گے۔ خدا کرے تمہیں وہ قربت نصیب ہو کہ فریاد انا من اھوی و من اھوی انا (یعنی معشوق و عاشق دونوں بس ایک ہی ہیں) تمہاری زبان سے نکلنے لگے۔

مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ تم کس خیال میں ہو اپنے متعلق کس گمان و خوش فہمی میں مبتلا ہو اور کس شے پر قرار ملا ہے تمہیں اس کی کوئی فکر ہی نہیں کہ کہیں یہ خوش فہمیاں مکر تو نہ ہوں۔

صاحب بصیرت، روشن دل اور دیدہ ور لوگ ہی جانتے ہیں کہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ (میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں) میں کونسی حقیقت پنہاں ہے۔ امتیاز کی صورتیں

اور ہوتی ہیں اور اشتراک کی کچھ اور، شیخ فرید الدین رحمتہ اللہ علیہ کچھ اور ہی تھے اور دوسرے صوفیہ کچھ اور۔ ایک صورت ہے کہ ظاہر میں نظر آتی ہے اور وہی باطن میں کچھ اور ہوتی ہے۔ تمام انسانی شکلیں ایک سی ہی دکھائی دیتی ہیں مگر آدمی آدمی ایک سا نہیں ہوتا۔ باطنی شکلیں بہت مختلف ہوتی ہیں۔ بہر حال یہ یاد رکھئے کہ پیر کا دل مرید کے دل کا آئینہ ہوتا ہے اور مرید کا دل پیر کے دل کا آئینہ۔ پیر اپنے دل میں مرید کو دیکھتا ہے چنانچہ اَنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہِ (جن لوگوں نے تم سے بیعت کی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی) بھی اسی بھید کا ایک شوشہ ہے۔

توجہ باطنی کے لئے اس ظاہری صورت کا سامنے موجود رہنا ضروری نہیں ہے۔ تم ہی دیکھو کہ جناب رسالت مآب ﷺ کو پردہ کئے ہوئے کتنی صدیاں گزر گئیں۔ بایں ہمہ کیا کیا کام ہو گئے۔ اور وجود کے اس بار کو کس منزل تک پہنچا کر اتارا گیا۔ آستانہ جناب رسالت مآب ﷺ سا آستانہ کم نبیوں کو نصیب ہوا ہوگا۔ یعنی آپؐ کے اتباع کے فضل و شرف نے امت کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ پھر مہمان کریم کی خاطر اس کے طفیلیوں کو بھی درجۂ اختصاص بخشا گیا ہے طفیلی ایسے نہیں تھے جو کھانے پینے میں نسبت اشتراک رکھتے ہیں بلکہ وہ جو اس کی بتائی ہوئی شرح شریف کا اتباع کرتے اور جس مہمان کریم کے ساتھ ہیں اس کے قدم بقدم چلتے اور اس قدم مقدس کے اتباع سے اپنا نصیب حاصل کرتے اور حظ اٹھاتے ہیں۔ حضرت خاتم الانبیا ﷺ کے ان پیرووں کو بھی اسی طرح قیاس کرنا چاہیئے اب خود تم محاسبہ کرو کہ گلستان فریدی سے تم نے کون سے پھول چنے ہیں اور اس بوستان سے کیا نعمت حاصل کی ہے۔ اہل چشت کے اس باغ سے جس کسی نے پھل کھائے اتباع کرنے ہی سے کھائے۔ ہم نے بس یہ اک کر بنا دیا لیکن نہیں جانتے کہ کون خوش نصیب اس سے فائدہ حاصل کرتا اور ان بزرگوں کی اقتدا سے پھل اور پھول چنتا ہے۔

اے برادر اس عمر کو عزیز سمجھو۔ خوار مت سمجھو اور جو کچھ کر سکتے ہو اس میں کر گزرو۔ جس نے اپنے آپ کو نہیں پہچانا اس نے خدا کو بھی نہیں پہچانا اور ہلاکت کے غار میں گرا۔ یہ معرفت کا گران بزرگوں سے سیکھو۔ اس بارے میں سب کی تعلیم ایک اور سب یک کلمہ اور

یک زبان ہیں۔ ہماری تمہاری کیا حقیقت۔ واللہ اگر وجدان یار نہیں تو طلب کرنے میں کیا نقصان ہے۔ کیوں نہیں طلب میں عمر گزار دیتے۔ اگر معرکہ میں مردوں کی طرح جولانگری میسر نہیں تو مردوں کی صورت بنا کر نعرہ مارنے میں کیا ہرج ہے۔ اگر حقیقت وصال نصیب نہیں تو اس کی تمنا ہی میں عمر بسر کرنا کیا برا ہے۔ اگر اچھی طرح سمجھو تو معلوم ہوگا کہ درمان وجود مقصود سے خوش تر درد طلب ہے جو اس میں مرا ہے وہ کسی میں نہیں ہمارے سرور ہمارے پیشوا و مقتدا حضرت فرید الدین مسعود نور اللہ مرقدہ وقدس اللہ روحہ جس سے خوش ہوتے یہ دعا دیتے کہ خدائے عزوجل اپنا درد تجھے عطا کرے۔ والسلام۔

فائدہ نمبر 31

محبت الٰہی اور اتباعِ نبوی ﷺ کے بیان میں

ذوق آمیز کلمات تحریر میں نہیں آسکتے مگر خیر کچھ لکھتا ہوں۔ اللہ جل شانہٗ تقدس وتعالیٰ نئی نئی عجیب شکلیں خلق فرماسکتا ہے کل یوم ھوفی شان چنانچہ یحبھم و یحبونہ (وہ انہیں چاہتا ہے اور وہ بھی اسے چاہتے ہیں) اس کے فرمودہ ذوق آمیز کلمات ہیں اور جدھر اشارہ کررہے ہیں وہ میرے نزدیک ایسے معانی ہیں جو متعین ہیں، گو ایک مولوی مرد فقیہ ان کلمات مبارک کی طرح طرح کی تاویلیں کرتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان دو لفظوں سے اس فیض سبوحی وقدوسی کی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ انا حاسب (میں حساب لینے والا ہوں) دیکھتا ہوں کہ کون مجھ سے محبت کرتا ہے اور کون نہیں کرتا اور مجھ سے جو محبت کرے گا میں بھی اس سے محبت کروں گا۔ محبت کا مقدمہ آشنائی وشناسائی ہے پہلے معرفت ہوتی ہے پھر محبت آتی ہے۔ معرفت بھی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سب جمیلوں کا جمیل اور کل جمالوں کا جمال اور تمام حسن وخوبی کا مخزن ہے۔ اسی خزانہ جمال سے انوار اور حسن کی شعاعیں لمعہ افگن ہوتی ہیں کہ

اَلاُذُن تعشق قَبلَ العَینَ اَحیَانًا

یعنی کبھی آنکھ سے قبل کان مبتلائے عشق ہوتے ہیں۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بساکین دولت از گفتار خیزد

پھر جب اس طرح ایک گونہ شناسائی ہوگئی تو قدم آگے بڑھتا ہے اور توجہ قائم رکھنے اور یاد کرنے سے عالم محبت سے بھی کچھ حصہ نصیب ہونے لگتا ہے اور اس ہمہ جمال اور ہمہ کمال کے لئے ایک ٹیس سی دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرے لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو کوئی اہل محبت کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا اور رہتا سہتا ہے اس کے دل میں بھی محبت کا بیج بو دیا جاتا ہے، پھر یہ بیج اللہ جل شانہٗ کی قدرت بالغہ اور حکمت عالیہ کی آیتوں اور نشانیوں پر نگاہ قائم رکھنے سے نشوونما حاصل کرتا اور درخت بننا شروع ہوتا ہے۔ ان کی شان دیکھ کر ادھر خیال جاتا ہے کہ جس ذات میں یہ سب کچھ پیدا کرنے کی قدرت وحکمت ہے اس میں کیا کیا کمال اور کیا کیا جمال ہوں گے۔ اس طرح خیال دوسری طرف منتقل ہوتا ہے اور اس معرفت سے محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے لیکن ہمیں جو مطلوب

ہے وہ ایسا شخص ہے کہ اس جہاں کی نیکیوں اور بدیوں کسی کی پروانہ کرے نہ کسی سے خوف کھائے اور نہ ہیبت، بلکہ انہیں دیکھ کر اس کی طلب میں اور اضافہ ہو اور اس کی روش میں مزید ترقی ہوتی جائے۔ ممکن ہے کہ ایک ایسی حالت اس پر گزرے کہ کبھی وہ اپنے دل سے اس طرح کی باتیں کرتا ہو کہ اے سفلی، ظلماتی اور اے فانی وزمانی تجھے اس حضرت عزت وجلال سے کیا نسبت۔ بے ادب شوخ و بے شرم! ایسا بڑھ بڑھ کر خیالی پلاؤ پکا رہا ہے۔ استغفر اللہ۔ اس سے باز آ اور سو بار توبہ کر۔ کہاں مٹی کا ڈھیر اور کہاں رب العالمین۔ کہاں تو ایک کیچڑ کا لوندا اور کہاں وہ سب عالموں کا پالنہار اور اس کی باتیں اور پھر ہر طرح عقل و ہوش درست کرنے کی کوشش کرتا ہو کہ اس خطرہ سے باز رہے مگر اے رب، تیری ہی قسم بیچارہ مسکین جو کہ پہلے طلب و عشق و محبت میں اس طرح بتلا تھا گو اس کا دوسرا حال اب یہ نظر آ رہا ہے کہ نماز تلاوت و کسب و کار میں مشغول ہے اور بظاہر طلب سے غافل اور خود بیں ہو گیا ہے یہ سب کچھ ہے مگر باوجود اس کے جب یکا یک اس کی نظر دل پر پڑتی ہے تو پتہ لگتا ہے کہ اندر سے پی کہاں کی آواز آ رہی ہے اور باوجود ان سب ظاہری مشاغل کے طلب جو کر رہا ہے تو یار ہی کو کر رہا ہے اور جستجو اگر ہے تو بس اسی کی ہے۔

دل راز عشق چند ملامت کنم کہ ہیچ　　　　این بت پرست کہنہ مسلماں نمی شود

فقیہ طعنے مارتے ہیں اور واعظ و محدث نصیحت کرتے ہیں۔ مُفَسِّر اپنی جگہ دوسرا ہی سودا پکاتے ہیں۔۔ یہ سب اس کی جان کے دشمن اور اس مسکین و بیچارہ کے پیچھے پڑے ہیں، مگر با ایں ہمہ یہ شیفتہ آشفتہ، زلف و خال یار کا گرفتار، پوری امید و جسارت کے ساتھ فریاد کر رہا ہے۔

جز یاد دوست ہر چہ بری عمر ضائع است　　　　جز سر عشق ہر چہ بجوئی بطالت است

علمی کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

کہتا ہے کہ اگر یہ سب درد و دوستی باقی رہے تو دوزخ کی بھی پروا نہیں۔ رقص کرتا ہوا جاؤں گا اور اگر بہشت میں لے جائیں گے تو بغیر دوست کے وہاں نہ جاؤں گا۔

گر بے تو بود جنت بر کنگرہ ننشینم

ثوبان کی حکایت کہ جناب رسالت مآب ﷺ کے ساتھ انہیں کیسی محبت تھی مشہور ہے۔ اب اپنی حالت پر نظر ڈالو کہ تم کس کام میں ہو کیا کھاری زمین پر کاشت کر رہے ہو یا آب جاری پر نقش بنا رہے ہو۔ یاد رکھو اس سے کوئی فائدہ نہیں، شاہد بازی اور پارسائی دونوں میل نہیں کھا سکتیں۔

اے دوست، اے برادر، اے یار اگر عشق نہ ہوتا تو سبزہ نہ اُگتا، اگر عشق نہ ہوتا تو کوئی جانور اپنے بچہ کو نہ پالتا، اگر عشق نہ ہوتا تو آسمان کبھی گردش نہ کرتا۔ اگر عشق نہ ہوتا تو کسی کو بھی اللہ جل شانہٗ جہاں میں پیدا نہ کرتا کیا تم نے فاحببت ان اعرف کی حدیث قدسی نہیں پڑھی۔ اگر تمہیں اپنے دل میں اپنی ذات کی طرف سے کچھ گمان ہے تو یہ صرف ہوش ہے۔ اور تمنا اس کے ساتھ ضم ہوگئی ہے۔

علم و عمل و زہد و تمنا و ہوس
یہ جملہ رہ است خواجہ منزل پنداشت

اس نوے سال کے بڈھے سے پوچھو کہ کیا حال ہے ہر شب و روز کوئی نہ کوئی زحمت و تکلیف ساتھ لگی رہتی ہے اور تمام رات قیام میں اور دن صیام میں گزر جاتا ہے۔ میں نے جو اس کا ایک نشان بتایا تھا تم کیسے اس نشان کے پتے سے اس راز کا پتہ لگا سکتے ہو۔ کیا اس کے وقت ''لی مع اللہ'' میں کوئی خطرہ گزر سکتا ہے۔ لا واللہ ہرگز نہیں۔ نیکی کے دروازے وا ہیں۔ فیض جاری ہے، جو کوئی کام کرے گا نیک مرد اور نیکوکار ہوگا۔ طالبان حق کا کام راہ سلوک اختیار کرنا ہے جب تک اس راستہ پر نہ چلیں گے۔ وصول میسر نہ ہوگا۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ پس جس کسی کو محبوب بننے کا شوق ہے چاہیئے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلے۔ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ جس راہ سے میں نے سلوک طے کیا اور منزل پر پہنچا ہوں جو کوئی اسی راہ پر چلے گا۔ میرے مقر و مستقر پر میرا ہم زانو اور ہمقدم ہوگا۔ تم کہو گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کون ہوسکتا ہے۔ یہ صحیح ہے لیکن حضور جس سے محبت الٰہی کے دریا پی گئے تھے اسی کا ایک قطرہ تمہارے حلق میں بھی ٹپکایا جائے گا۔ پھر تابع و متبوع سابق و مسبوق کا فرق سب جانتے ہیں۔ دونوں برابر نہیں ہوسکتے لیکن سب ایک ہی ڈگر کے چلنے والے ہوتے ہیں یہ شرف کیا کم ہے۔ اپنے وقت کو درد و اوراد سے منور رکھو۔ عقل نہیں کہتی کہ اس میں دنیا و آخرت کا کوئی بھی نقصان ہے۔

دریاب اگر تو عاقلی بشتاب اگر صاحب دلی
باشد کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

فائدہ نمبر 32

تزکیہ و مخالفت نفس و توجّہ تام کے بیان میں

معلوم ہو کہ طلب حق میں کوئی کسب مانع نہیں ہے۔ جس کام میں چاہو رہو۔ اگر یہ دو چیز تمہارے پاس ہیں یعنی پاکی نفس اور توجہ تام تو سب کچھ ہے۔ توجہ تام سے مراد ہے یاد خدا میں دل کو لگائے رکھنا ہمیشہ اس کی یاد میں رہو اور دل کو اسی طرف متوجہ رکھو اور تمام کاموں میں پیر کی پیروی مقدم سمجھو اور اس توفیق کے لئے بھی پیر سے مدد مانگتے رہو کسی کام میں سستی نہ کرنا کہ واقعہ سے دل کو متعلق کر لینا مقصود سے پیچھے رہ جانا ہے۔ ہمارا مطلوب اتنا بلند مرتبہ ہے کہ تحریر میں نہیں آ سکتا جب تک کہ بندہ خدائے عزوجل کے ساتھ ایک نہ ہو جائے۔ یعنی سوائے خدا کے کچھ دیکھے اور نہ جانے اور نہ پہچانے اس وقت تک یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کوئی چیز ہوا۔

جو عورت کہ مردوں کے سے کام کرے وہ گو عورت کی صورت ہے مگر دراصل مرد ہے اور جو عورتوں کے سے کام کرے یعنی ہوا پرست ہو تو وہ گو مرد کی صورت ہے مگر دراصل عورت ہے، تو ہے کہ آں برادر۔ ہمیشہ عبادت الٰہی میں وقت صرف کرتے رہیں گے اور رشتہ داروں کے ساتھ ایسی زندگی بسر کریں گے اور ان کے حق ادا کرتے رہیں گے جیسا کہ حق ہے اس جہان سے سوا نیک عمل لے جانے کے اور کسی صورت سے کام نہیں بنے گا۔

فائدہ نمبر 33

نبوت اور ولایت کے بیان میں

مقام ولایت سے مراد ہے قرب حق و معرفت خدائے عزوجل و اطلاع بر حقائق یہ اطلاع ایسی ہونی چاہیئے کہ جو غایتوں کی غایت اور منتہیٰ تک پہنچتی ہو، انبیاء علیہم السلام کو بارگاہ خداوندی سے پہلے یہی مرتبہ ملا ہے یعنی اولیاء میں سے جن پر عنایت بے غایت ہوئی اور مقصود ہوا کہ ان سے دعوت خلق کا کام لیا جائے تو انہیں نبوت کے مقام پر فائز فرمایا اور یہ کام ان سے لیا۔ اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ مقام ولایت کی انتہا مقام نبوت کی ابتداء ہے، پس کوئی نبی ایسا نہیں گزرا کہ اول ولایت کے درجہ پر پوری طرح بہ اقصیٰ الغایت سرفراز نہ ہوا ہو۔ پہلے ولایت ملی ہے اس کے بعد نبوت کی دولت نصیب میں آئی ہے بعض اس امت کے صوفی جن میں ولولہ محبت و شوق از حد غالب ہے۔ بعض اولیائے آمت نبوی علیہ وسلم کو بعض انبیائے سابقین پر دوراہوں میں پڑ کر فضیلت دیتے ہیں۔ ایک یہ کہ اصل ولایت یہ ہے کہ قرب خداوندی اور معرفت الٰہی حاصل ہو اور حقائق پر پوری پوری اطلاع ہو اور نبوت وہ کام ہے جو خلق خدا سے متعلق ہے جس کے لئے خدا نے اپنے بندوں کے پاس اس بنی کو بھیجا ہے، اس وجہ سے بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ ولی کو نبی پر فضیلت دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ولایت ایک ایسا رکن ہے کہ نبوت کی بنا اسی پر قائم ہے۔ اس سے عوام کو یہ خیال ہوا کہ ان بزرگوں نے ولی کو نبی پر ترجیح و تفضیل دی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ طالبان علم علی العموم یہ خیال کرتے ہیں کہ جس نے جناب باری تعالیٰ کے ننیانوے نام تحقیق کے ساتھ پڑھ لئے وہ یہ دیکھتا ہے کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو ضمناً تو ثابت ہوتی ہیں، مگر اصلاً نہیں۔ مثلاً آل نبی پر "علیہ وسلم" کہنا اور درود بھیجنا محض ضمناً ہے اور بالاصل ثابت نہیں ہے۔ نبی پر درود و سلام بھیجتے وقت آل کو بھی ضمناً جب درمیان میں لے آئیں تو مضائقہ نہیں۔ نیز صوفیان متالہہ یعنی جن پر ولولہ و دیوانگی عشق غالب ہے کہتے ہیں کہ امت نبوی علیہ وسلم میں بعضوں کو آنحضرتؐ کی پیروی میں وہ دولت نصیب ہوئی ہے کہ انبیائے سابق کو نصیب نہ تھی چنانچہ یہی حال دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس امت میں داخل ہونے کی خواہش کی تھی۔ یہ غلبہ عشق کا کلمہ ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ولایت نبوت سے افضل ہے پھر اگر کوئی یہ کہے کہ میں

نبوت پر ولایت کو فضیلت دیتا ہوں تو اس کے سامنے میرا یہ قول پیش کر دیا جائے۔

(اس مکتوب میں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز نے پہلے اہل تصوف کا عقیدہ صحیحہ بیان فرمایا اس کے بعد صوفیان متالہہ کے بعض خیالات بیان کئے اور ان کی طرف سے معذرت فرمائی کہ ان کا قول اصل و حقیقت پر مبنی نہیں بلکہ ضمنی اور والہانہ ہے یعنی اتباع رسول میں ایک والہانہ ضمنی صورت پیدا ہو جاتی ہے جو حقیقتاً نہ اصل شے ہوتی ہے اور نہ کوئی مذہبی عقیدہ بلکہ ایک کیفیت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس ولولہ شوق و محبت میں بعض شطحیات ان کی زبان سے نکل جاتے ہیں جو کوئی اصلیت اور حقیقت نہیں رکھتے۔

تمّت

❀❀❀❀
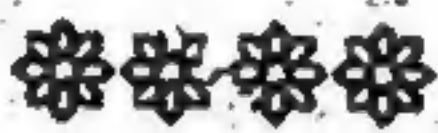
ادارہ معارف القرآن۔ کراچی
دینی وعصری تعلیم کا حسین امتزاج
ناظرہ ✿ حفظ ✿ تجوید ✿ قرأت ✿ مکمل درسِ نظامی (بی اے)
شعبہ جات
خدمتِ ملت کے مختلف انداز
جامعہ اسلامیہ۔ برائے طلبہ
جامعۃ المحصنات الاسلامیہ برائے طالبات
دار الافتاء
ضیاء الامت آئی سی ٹی سینٹر
دار الکتب
اجالا ووکیشنل ٹریننگ سینٹر
اجتماعی قربانی
مسلم ہینڈز ماڈل سکول
تبلیغ ودعوتِ اسلام
خصوصیات
مستند اور مشفق اساتذہ کرام
شاندار روشن وجدید عمارت
تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ
قیام وطعام کی معیاری سہولیات
ملتِ اسلامیہ کے تعلیمی مستقبل کو قابلِ رشک بنانے کی پرخلوص تگ ودو
ادارہ معارف القرآن (ٹرسٹ)
A/2۔ کشمیر کالونی
کراچی 75500
E-mail:
maarefl@hotmall.com
maareflus@yahoo.com
Phone:
5801827
5389487

روح تصوّف

ملفوظات و فوائد

حضرت سیّد بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے عظیم روحانی پیشوا حضرت سیّد محمدؒ حسینی المعروف بندہ نواز گیسو درازؒ کے حقائق و معارف اور رموزِ روحانیت سے معمور ملفوظات اور آپ کے مکتوبات سے ماخوذ فوائد کا گرانقدر مجموعہ

مترجم و مدون ملفوظات
شبیر حسن چشتی نظامی

مرتب فوائد:
محمد معشوق حسین خان سلطانی

زاویہ پبلشرز
٦۔ مرکز الاویس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ۔ لاہور
فون: ۷۳۲۴۹۴۸ — موبائل: ۰۳۰۰-۹۴۶۷۰۴۷